جمیع الحقوق محفوظة بحق المؤلف

اسم الکتاب : فتنوں میں مؤمن کا کردار

تألیف : .... فضیلۃ الشیخ رضآء اللہ الباجوری

الطبع............................الاول سنہ ۱۴۴۶ھ بمطابق 2025

تنضید: ابو منقادر ضاء اللہ بن الحاج خان بادشاہ حفظہ اللہ عنہ

النّاشر : ..... مدرسۃ ترتیل القرآن شریف آباد باجوڑ پاکستان

انتساب

اولاً: .... میں اپنی اس ادنی سی کاوش کا انتساب ان علمائے کرام رحمہم اللہ کے نام کرتا ہوں جنہوں نے مختلف ادوار میں دفاع صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور بیان سنت کی خاطر اپنی قیمتی جانیں جان آفریں کے سپرد کردیں اور فتنوں کی تردید کری۔

اللہ تعالیٰ ان کی انمول قربانیاں قبول فرمائے اور انہیں اس پر بہترین بدلہ عطاء فرمائے۔

ثانیاً: ....ان مجاہدین علمائے کرام کے نام جو آج بھی اپنی جانیں ہتھیلی پر رکھ کر سنت اور اہل سنت کا دفاع کررہے ہیں.
ثالثاً: .... اس کاوش کا انتساب اپنے ان تمام اساتذہ کرام کے نام کرتا ہوں جنہوں نے میری تربیت کی اور جن سے میں نے کسی طرح بھی اور کسی قدر بھی کسب فیض کیا۔ان میں سرکاری پرائمری سکول سے لیکر جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ تک کے تمام اساتذہ شامل ہیں۔

رابعاً: ....اپنے والدین اور بہن بھائیوں کے نام اور اپنی بیگم اور بچوں کے نام؛ جنہوں نے مجھے اس کام کو تکمیل تک پہنچانے کے لیے بھرپور موقعہ فراہم کیا' اور اس دوران میرے بچوں کی دیکھ بھال اور نگرانی کی خدمات انجام دیں۔ اللہ ان سب کو جزائے خیر عطافرمائے۔

اللہ تعالیٰ سے دعاہے کہ میری اس کاوش کو میرے اور میرے اساتذہ کرام کے نام اعمال میں شامل کردے اور جن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی محبت میں اس طرح کی کوششیں کی جارہی ہیں' اللہ تعالیٰ ان کی محبت پر ہی موت دے' اور قیامت والے دن ان کے ساتھ ہمیں بھی کھڑا کردے۔آمین۔

☆☆☆

ہدیہ تشکر

(وَكَانَ اللّٰهُ شَاكِراً عَلِيْماً)

''اور اللہ تعالیٰ شکر گزاروں کا قدر دان اور جاننے والا ہے۔''

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

(فَخُذْ مَا آتَيْتُكَ وَكُنْ مِنَ الشَّاكِرِيْنَ)''

جو کچھ میں نے آپ کو دیا ہے،اسے لیجیے اور شکر گزار لوگوں میں سے ہو جایئے۔''

سب سے پہلے اور سب سے آخر میں حمد و تعریف اور شکر اللہ تعالیٰ کے لیے ہی سزاوار ہے، جو نیک اعمال کی توفیق بخشنے ،انہیں پورا کرنے اور قبول کرنے والا ہے۔

میں اپنے والدین، اپنے تمام تر اساتذہ کا، خواہ ان کا تعلق مدرسہ اور سکول کی زندگی سے ہے، تمام کا شکریہ ادا کرتا ہوں جنہوں نے میری تربیت میں کسی طرح بھی حصہ لیا۔

میں اپنے کفیل کا بھی شکر گزار ہوں جنھوں نے مجھے دعوت الی اللہ کے لیے فراعنت کا موقع دیا۔
بہت ہی ضروری سمجھتا ہوں کہ مراجع اور پروف ریڈنگ کرنے والے فاضل علماء محترمین کا بھی شکریہ اس دعا کے ساتھ ادا کیا جائے کہ اللہ اس محنت پر دارین میں نیک بدلہ دے۔
میں ان تمام لوگوں کا شکریہ ادا کرتا ہوں جنھوں نے وقتاً فوقتاً مشورہ دیکر یا حوصلہ افزائی کر کے یا خیر کے کلمات کہہ کر کسی طرح بھی میری ڈھارس بندھائی اور اس کام کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کی ترغیب دی؛ اللہ تعالیٰ ان تمام لوگوں کو اپنے انعامات رحمتوں اور مغفرتوں سے نواز دے۔
میں ان محترم بھائیوں اور بہنوں کے تعاون کا خصوصی شکر گزار ہوں جن کے تعاون سے یہ کتاب آپ تک پہنچی۔

* * *

مقدمہ

الحمد اللّٰہ والصلاۃ والسلام علی رسول اللّٰہ، وبعد

اللہ تعالی کے ہم ناتواں بندوں پر بے پناہ احسانات ہیں، جنہیں بفحوائے قولہ تعالی **(وَإِن تَعُدُّوا نِعْمَةَ اللَّهِ لَا تُحْصُوهَا ۗ إِنَّ اللَّهَ لَغَفُورٌ رَّحِيمٌ)(النحل:28)** احاطہ شمار میں لانا ہرگز ممکن نہیں، تمام سمندروں کی روشنائیاں اور درختوں کے قلم لکھتے لکھتے ختم ہو جائیں گے، لیکن اللہ رب العزت کی **نعم عظیمہ** اور آلائے متتالیہ کا شمار مکمل نہیں ہو سکے گا۔
ان احسانات میں سے ایک احسان یہ ہے کہ اس نے خود ہی ہماری شریعت بنائی اور ہمیں عطا فرمائی، شریعت سازی کا معاملہ ہماری ناقص عقلوں پر نہیں چھوڑا بلکہ خود بنا کر قرآن وحدیث کی صورت میں اپنے نبیٔ برحق، اکرم الخلائق، سید ولد آدم محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے سے مکمل طور پر ہم تک پہنچادی۔

دوسرا احسان یہ فرمایا کہ اس شریعت مطہر کو انتہائی آسان اور سہل رکھا، **(وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّينِ مِنْ حَرَجٍ)(الحج:78)** اور ''**الدین یسر**'' سے یہی ثابت ہوتا ہے۔ مزید برآں اس آسان دین پر چلنے کی آسانی بھی بتوفیقہ مرحمت فرمادی، **کما فی قولہ تعالیٰ فَسَنُيَسِّرُهُ لِلْيُسْرَىٰ)(اللیل:7)(وَنُيَسِّرُكَ لِلْيُسْرَىٰ)(الاعلیٰ:8)** رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو منجانب اللہ یہ توفیق بھی مہیا ہوئی کہ آپ اس دنیائے فانی سے تشریف لے جانے سے قبل دین کو مکمل طور پر نکھار اور روشن فرما چکے تھے ''**:ترکتکم علی البیضاء، لیلھا ونھارھا سواء**'' رات اور دن کے فرق کی مانند، حق وباطل کے مابین ایک حدِ فاصل قائم فرما چکے تھے، اس دین میں کوئی خفاء یا غموض وابہام نہیں ہے، ہر چیز انتہائی نکھری ہوئی موجود ہے۔

فللّٰہ الحمد والمنّۃ

فتنوں میں مومن کا کردار...

فتنہ کی لغوی اور اصطلاحی تعریف: فتنہ ایک عربی لفظ ہے جس کا لغوی معنی جلانے اور پگھلانے کے ہیں۔ جیسا کہ ارشاد الٰہی ہے : ﴿يَوْمَ هُمْ عَلَى النَّارِ يُفْتَنُوْنَ * ذُوْقُوْا فِتْنَتَكُمْ هٰذَا الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ تَسْتَعْجِلُوْنَ﴾ (الذاریات :13۔14) ترجمہ : جس دن وہ کفار آگ میں جلائے جائیں گے، ان سے کہا جائے گا کہ چکھو اپنا عذاب، یہی وہ آگ ہے جس کی تم جلدی کرتے تھے۔ جب انسان فتنے میں مبتلا ہوتا ہے تو اس کو گھلا اور پگھلا دیتا ہے، اسی وجہ سے اسے فتنہ کہتے ہیں۔ دوسرے معنے میں آزمائش، امتحان اور ابتلاء کو بھی فتنہ کہتے ہیں۔ اور اصطلاح شرعی میں ہر وہ آزمائش جو انسان کے دین، ایمان اور عقیدہ پر آئے، اسے فتنہ کہا جاتا ہے۔ اسی وجہ سے کفر کو بھی فتنہ کہا گیا : ﴿وَقَاتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ﴾) البقرۃ :193) ترجمہ : ان کافروں سے اس وقت تک جہاد کرو یہاں تک کہ کفر کا خاتمہ ہو جائے۔ اور ان دنیوی امور کو بھی فتنہ کہا گیا جن کے سبب انسان اپنے رب سے غافل ہو جاتا ہے۔ جیسے مال اور اولاد: ﴿إِنَّمَا أَمْوَالُكُمْ وَأَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ أَجْرٌ عَظِيْمٌ﴾ (التغابن :15) ترجمہ : بلا شبہ تمہارا امال اور تمہاری اولاد ایک آزمائش ہے اور اللہ کے پاس اجر عظیم ہے۔

کہیں ذلت ورسوائی، کہیں عذاب، کہیں مالداری اور فقیری کو فتنہ قرار دیا گیا: ﴿كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ وَنَبْلُوْكُمْ بِالشَّرِّ وَالْخَيْرِ فِتْنَةً وَإِلَيْنَا تُرْجَعُوْنَ﴾ (الأنبياء 35): ترجمہ : ہر جاندار کو موت کا مزہ چکھنا ہے اور ہم تمہیں بُرے اور بھلے حالات میں بطورِ آزمائش ڈالتے ہیں اور تم تمام کو ہمارے پاس ہی لوٹ کر آنا ہے۔ اور کہیں قتل اور بنی نوع انسانیت کو ایک دوسرے کیلئے فتنہ قرار دیا گیا۔ فرمان باری تعالیٰ ہے : ﴿وَجَعَلْنَا بَعْضَكُمْ لِبَعْضٍ فِتْنَةً أَتَصْبِرُوْنَ وَكَانَ رَبُّكَ بَصِيْرًا﴾) الفرقان : 20) ترجمہ : اور ہم نے تم میں سے بعض کو بعض کیلئے باعثِ آزمائش بنایا ہے (تاکہ دیکھیں) کیا تم صبر کرتے ہو۔ تو گویا کہ انسان چاہے جس حالت میں بھی رہے وہ حالت فتنہ سے خالی نہیں ہے۔

فتنوں کے دور میں مسلمان کا کردار اہم عناصرِ خطبہ

1: ۔ موجودہ دور کے مختلف فتنے

2۔ قیامت سے پہلے آنے والے مختلف فتنے

3۔ فتنوں کے دور میں مسلمان کا کردار کیا ہونا چاہئے

4! ۔ فتنوں کے شر سے بچنے کیلئے احتیاطی تدابیر

پہلا خطبہ محترم حضرات ! دنیا کی زندگی میں خیر اور شر دونوں موجود ہیں۔

اللہ رب العزت خیر کے ساتھ بھی انسان کو آزماتا ہے اور شر کے ساتھ بھی۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿وَنَبْلُوْكُمْ بِالشَّرِّ وَالْخَيْرِ فِتْنَةً وَاِلَيْنَا تُرْجَعُوْنَ﴾[1]

"اور ہم امتحان کے طور پر تمھیں شر اور خیر دونوں کے ساتھ آزماتے ہیں۔ اور تم سب آخر کار ہماری طرف ہی لوٹائے جاؤ گے۔" یعنی کبھی ہم مصائب وآلام کے ذریعے تمھیں آزماتے ہیں اور کبھی خوشحالی کے ذریعے۔ اور کبھی مختلف بیماریوں کے ذریعے آزماتے ہیں اور کبھی صحت وتندرستی کے ذریعے۔

اور کبھی فقر وفاقہ کے ذریعے آزماتے ہیں اور کبھی زیادہ مال دے کر تمھیں آزمائش میں مبتلا کرتے ہیں۔ الغرض یہ ہے کہ کبھی اچھے حالات کے ذریعے آزماتے ہیں اور کبھی برے حالات کے ذریعے، تاکہ ہم یہ جان لیں کہ کون اللہ تعالی کا ہر حال میں شکر ادا کرتا ہے اور کون ناشکری کرتا ہے۔ اور کون صبر کرتا ہے اور کون بے صبری کا مظاہرہ کرتا ہے۔ اِس آیت مبارکہ سے ثابت ہوا کہ اہلِ ایمان کو دنیا میں فتنوں سے دوچار ہونا ہی ہونا ہے۔ اور انھیں مختلف آزمائشوں سے گزرنا ہی گزرنا ہے۔ [1] الأنبياء:٣٥

اور فتنوں کی کئی انواع واقسام ہیں: ☆

بعض فتنے مال کی وجہ سے اور بعض اولاد کی وجہ سے ہوتے ہیں۔ اللہ تعالی کا فرمان ہے: ﴿اِنَّمَآ اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗٓ اَجْرٌ عَظِيْمٌ﴾[1]

"بلا شبہ تمھارے مال اور تمھاری اولاد فتنہ ہیں۔ اور اللہ ہی ہے جس کے ہاں بڑا اجر ہے۔" مال اور اولاد اس طرح فتنہ ہیں کہ بسا اوقات انسان اپنے مال اور اپنی اولاد کی وجہ سے دین سے غافل ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالی کا فرمان ہے: ﴿سَيَقُوْلُ لَكَ الْمُخَلَّفُوْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ شَغَلَتْنَآ اَمْوَالُنَا وَاَهْلُوْنَا فَاسْتَغْفِرْ لَنَا يَقُوْلُوْنَ بِاَلْسِنَتِهِمْ مَّا لَيْسَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ﴾[2]

"دیہاتیوں میں سے جو لوگ پیچھے رہ گئے تھے وہ اب آپ سے کہیں گے کہ ہمیں ہمارے مالوں اور گھر والوں نے مشغول کر رکھا تھا، لہٰذا آپ ہمارے لئے بخشش مانگئے۔ وہ اپنی زبانوں سے وہ بات کہتے ہیں جو ان کے دلوں میں نہیں ہوتی۔" ان لوگوں کو ان کے مالوں اور ان کی اولاد نے جہاد فی سبیل اللہ سے غافل کر دیا تھا۔ اِس طرح ان کے مال اور ان کے بچے ان کیلئے فتنہ بن گئے۔ ☆

اسی طرح فتنوں میں سے ایک فتنہ شہوات کا فتنہ ہے، جن کی محبت انسانوں کے دلوں میں مزین کر دی گئی ہے۔ چاہے عورتوں کی شہوت ہو، یا اولاد واحفاد کی شہوت ہو، یا مال ومنال کی شہوت ہو۔ اللہ تعالی کا فرمان ہے: ﴿زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوٰتِ مِنَ النِّسَآءِ وَالْبَنِيْنَ وَالْقَنَاطِيْرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَالْاَنْعَامِ وَالْحَرْثِ﴾ "لوگوں کیلئے عورتوں، بیٹوں، سونا اور چاندی کے جمع کردہ خزانوں، عمدہ قسم کے گھوڑوں اور

مویشیوں اور کھیتوں کی شہوات کی محبت مزین کردی گئی ہے۔" پھر ان ساری چیزوں کے بارے میں فرمایا: ﴿ذٰلِكَ مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الْمَاٰبِ﴾ " [3] یہ سب کچھ دینوی زندگی کا سامان ہے۔اور بہتر ٹھکانا اللہ ہی کے پاس ہے۔"

☆اسی طرح فتنوں میں سے ایک فتنہ شبہات کا فتنہ ہے۔ شبہات بعض نادانوں کی طرف سے پیدا کئے جاتے ہیں۔

اور یہ وہ لوگ ہیں جن کی نیتوں میں فتور اور ان کے ارادوں میں فساد ہوتا ہے۔

چنانچہ وہ حق و باطل کی آمیزش کر کے عمداو قصدا حق بات کو چھپانے کی کوشش کرتے ہیں اور اس کے متعلق مختلف شکوک وشبہات پیدا کرتے ہیں۔

ایسے لوگ چرب لسانی اور لفاظی سے کام لیتے ہوئے حقائق کو توڑ مروڑ کر پیش کرنے کے ماہر ہوتے ہیں اور اپنے موقف کو منوانے کیلئے بحث ومناظرہ اور جدال سے بھی باز نہیں آتے۔☆

اسی طرح اِس دور کا ایک بہت بڑا فتنہ میڈیا کا ہے۔چاہے الیکٹرانک میڈیا ہو، یا پرنٹ میڈیا ہو، یا سوشل میڈیا ہو۔اِس میڈیا نے ایسا انقلاب برپا کردیا ہے کہ اب پوری دنیا آپ کے ہاتھ میں،آپ کی آنکھوں کے سامنے آگئی ہے۔

آپ جو چاہیں، جب چاہیں اور جہاں چاہیں ہر چیز سن بھی سکتے ہیں اور دیکھ بھی سکتے ہیں۔

چنانچہ اس میڈیا کے ذریعے عریانی، بے شرمی، بے غیرتی اور بے حیائی کا ایسا طوفان آگیا ہے کہ اللہ کی پناہ ! اب کسی بات کا پردہ نہیں رہا۔ہر چیز ہر شخص کیلئے، چاہے کوئی چھوٹا ہو یا بڑا، مرد ہو یا عورت، سب کے لیے اوپن ہے۔

صورتحال اب اس قسم کی ہے کہ کسی بات کا پردہ باقی نہیں رہا اور ہر چیز اور ہر بات ہر ایک کیلئے پورے طور پر اوپن (open) ہو چکی ہے، چاہے کوئی بڑا ہو یا چھوٹا ہو، مرد ہو یا عورت ہو۔☆اسی طرح فتنوں میں سے ایک بہت بڑا فتنہ بہت سے اسلامی ملکوں میں بدامنی کا فتنہ ہے کہ جہاں نہ عزتیں محفوظ ہیں، نہ جانیں محفوظ ہیں اور نہ ہی مال محفوظ ہیں۔

جیسا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پیشین گوئی کرتے ہوئے ارشاد فرمایا :((يَتَقَارَبُ الزَّمَانُ، وَيُقْبَضُ الْعِلْمُ، وَتَظْهَرُ الْفِتَنُ، وَيُلْقَى الشُّحُّ، وَيَكْثُرُ الْهَرْجُ......الْقَتْلُ[1]))

"وقت متقارب ہو جائے گا، علم اٹھالیا جائے گا (یعنی علم صرف نام کا رہ جائے گا اور اس پر عمل نہیں کیا جائے گا۔بخاری کی روایت میں ہے۔

: **وَيَنْقُصُ الْعَمَلُ**۔ (یعنی عمل کم ہو جائے گا۔) فتنوں کا ظہور ہوگا۔اور (لوگوں کے دلوں میں) لالچ ڈال دیا جائے گا۔اور قتل عام ہو جائے گا۔"وقت کے تقارب سے مراد یہ ہے کہ لوگوں میں بگاڑ جلدی پھیلنے لگے گا۔

مثلا جس بگاڑ اور خرابی کے پھیلنے میں پہلے ایک سال یا ایک ماہ لگتا تھا قیامت کے قریب وہ خرابی بہت کم مدت میں پھیل جائے گی۔ جیسا کہ آج کل کے میڈیا کے ذریعے ہو رہا ہے۔ چنانچہ ایک ایک خبر، ایک ایک وڈیو کلپ، ایک ایک آڈیو کلپ، ایک ایک پکچر

[1] صحیح البخاری: الفتن: 7061، صحیح مسلم: 157 واللفظ لہ

ہر ہر چیز پل بھر میں پوری دنیا میں پھیل جاتی ہے۔اِس کا دوسرا مفہوم یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وقت تنگ ہو جائے گا اور اس کی برکت ختم ہو جائے گی۔ ☆اسی طرح فتنوں میں سے ایک بہت بڑا فتنہ مسلمانوں کی فرقہ واریت اور گروہ بندی کا فتنہ ہے، جس نے امت کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے اس کی بنیادوں کو کھو کھلا کر کے رکھ دیا ہے۔ وہ امت جس کا رب ایک، جس کا نبی ایک، جس کا قبلہ ایک، جس کی شریعت ایک......آج وہ امت متعدد فرقوں میں بٹ چکی ہے۔اور ہر فرقہ ﴿**كُلُّ حِزْبٍ م بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُوْنَ**﴾ کا مصداق بنا ہوا ہے۔یعنی ہر گروہ کے پاس جو کچھ ہے وہ اسی میں مگن ہے۔اور عامۃ الناس حیران و پریشان ہیں کہ وہ کس گروہ میں شامل ہوں اور کس میں شامل نہ ہوں ! وہ نہیں جانتے کہ کس گروہ کا منہج صحیح اور کس کا غلط ہے ! کونسا گروہ حق پر ہے اور کونسا باطل پر ! ☆اسی طرح بعض فتنے ایسے ہیں جن کے بارے میں خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حیات مبارکہ میں ہی خبر دار کر دیا تھا کہ میری امت میں انتہائی سنگین اور خطرناک فتنے واقع ہونگے، جن میں لوگ اپنے ایمان پر ثابت قدم نہیں رہ سکیں گے۔مثلاً آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:« **بَادِرُوْا بِالْأَعْمَالِ فِتَنًا كَقِطَعِ اللَّيْلِ الْمُظْلِمِ ، يُصْبِحُ الرَّجُلُ مُؤْمِنًا وَيُمْسِيْ كَافِرًا ، أَوْ يُمْسِيْ مُؤْمِنًا وَيُصْبِحُ كَافِرًا ، يَبِيْعُ دِيْنَهُ بِعَرَضٍ مِّنَ الدُّنْيَا** "[1]» تم اُن فتنوں سے پہلے جلدی جلدی اعمالِ صالحہ کر لو جو تاریک رات کے ٹکڑوں کی مانند ہونگے۔اُن فتنوں کے دور میں ایک شخص صبح کے وقت مومن ہوگا تو شام کے وقت کافر۔اور شام کے وقت مومن ہوگا تو صبح کے وقت کافر۔وہ اپنے دین کو دنیا کے سامان کے بدلے بیچ ڈالے گا۔"اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم رات کو انتہائی گھبراہٹ کے عالم میں بیدار ہوئے اور آپ نے فرمایا:«**سُبْحَانَ اللّٰهِ ، مَاذَا أَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ الْخَزَائِنِ ، وَمَاذَا أُنْزِلَ مِنَ الْفِتَنِ** "»! سبحان اللہ ! اللہ تعالی نے کتنے خزانے نازل کئے ہیں ! اور کتنے فتنے نازل کئے گئے ہیں ! "اِس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتنوں سے بچاؤ کیلئے فرمایا:« **مَن يُّوْقِظُ صَوَاحِبَ الْحُجُرَاتِ۔يُرِيْدُ أَزْوَاجَهُ۔لِكَيْ يُصَلِّيْنَ ، رُبَّ كَاسِيَةٍ فِي الدُّنْيَا ، عَارِيَةٍ فِي الْآخِرَةِ** [1]» صحیح مسلم: 118

کون حُجروں والیوں (یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں) کو جگائے گا تا کہ وہ نماز پڑھ لیں، دنیا میں لباس پہننے والی کئی عورتیں آخرت میں برہنہ ہونگی[1]" !

اِس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ عبادت کے ذریعے انسان فتنوں کے شر سے اللہ تعالی کی پناہ میں آسکتا ہے۔☆

خصوصا قیامت سے پہلے ایسے فتنے واقع ہونگے کہ جو گرمی کے موسم میں چلنے والے ہوا کے تیز جھکڑ کی طرح آئیں گے اور وقت کے ساتھ ساتھ پوری دنیا پر چھا جائیں گے۔

اور اُن میں سے بعض فتنے ایسے ہوں گے جو سمندر کی موجوں کی طرح ٹھاٹھیں مارتے ہوئے آئیں گے اور ہر چیز کو بہالے جائیں گے۔

اُن فتنوں کے دور میں حق و باطل کا اختلاط اِس انداز سے ہوگا کہ کسی کو پتہ نہیں چلے گا کہ حق کیا ہے اور باطل کیا ہے !

اُن میں دلوں کو بری طرح جھنجھوڑا جائے گا، وہ تاریک رات کے ٹکڑوں کی طرح آئیں گے جن میں کچھ دکھائی نہیں دیتا۔ چنانچہ اِس طرح کے فتنوں میں ایک شخص صبح کے وقت مومن ہوگا تو شام تک کافر ہو جائے گا۔ اور اگر شام کے وقت مومن ہوگا تو صبح تک کافر ہو جائے گا۔ والعیاذ باللہ اور قیامت سے پہلے آنے والے سنگین فتنے پے در پے آئیں گے، جو فتنہ بعد میں آئے گا وہ پہلے آنے والے فتنے سے کہیں زیادہ سنگین ہوگا۔☆

یاد رہے کہ بعض فتنے ایسے ہوتے ہیں کہ جن میں اللہ تعالی اہل ایمان کی آزمائش کرنا چاہتا ہے کہ کیا یہ ایمان پر ثابت قدم رہتے ہیں یا ایمان کو چھوڑ کر کفر کی طرف پلٹ جاتے ہیں۔ اللہ تعالی فرماتا ہے: ﴿ اَحَسِبَ النَّاسُ اَنۡ يُّتۡرَكُوۡۤا اَنۡ يَّقُوۡلُوۡۤا اٰمَنَّا وَهُمۡ لَا يُفۡتَنُوۡنَ ٭ وَلَقَدۡ فَتَنَّا الَّذِيۡنَ مِنۡ قَبۡلِهِمۡ فَلَيَعۡلَمَنَّ اللّٰهُ الَّذِيۡنَ صَدَقُوۡا وَلَيَعۡلَمَنَّ الۡكٰذِبِيۡنَ ﴾[2]

"کیا لوگوں نے یہ گمان کر لیا ہے کہ اگر انھوں نے یہ کہہ دیا کہ 'ہم ایمان لائے' تو انھیں چھوڑ دیا جائے گا اور ان کی آزمائش نہ ہوگی؟ حالانکہ ہم نے ان لوگوں کو بھی آزمایا تھا جو ان سے پہلے تھے۔

اللہ ضرور یہ معلوم کرنا چاہتا ہے کہ ان میں سے سچے کون ہیں اور جھوٹے کون۔" اور اگر ہم اِس امت کے اولین لوگوں کے حالات کا مطالعہ کریں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ انھیں اِس طرح کی کڑی آزمائشوں سے گزرنا پڑا۔ حتی کہ خباب بن ارت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اُس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ کے سائے میں ایک چادر پہ تکیہ لگائے بیٹھے تھے۔ اُس

[1] صحیح البخاری: 7069 [2] العنکبوت29 :2-3

زمانے میں ہم مشرکوں کی طرف سے سخت ترین تکلیفیں اٹھارہے تھے۔میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: آپ اللہ تعالی سے دعا کیوں نہیں کرتے ؟یہ سنتے ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم تکیہ چھوڑ کر سیدھے بیٹھے گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ (غصے سے) سرخ ہو گیا۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا« لَقَدْ كَانَ مَنْ قَبْلَكُمْ لَيُمْشَطُ بِمِشَاطِ الْحَدِيدِ مَا دُونَ عِظَامِهِ مِنْ لَحْمٍ أَوْ عَصَبٍ، مَا يَصْرِفُهُ ذَلِكَ عَنْ دِينِهِ، وَيُوضَعُ الْمِنْشَارُ عَلَى مَفْرِقِ رَأْسِهِ، فَيُشَقُّ بِاثْنَيْنِ، مَا يَصْرِفُهُ ذَلِكَ عَنْ دِينِهِ، وَلَيُتِمَّنَّ اللَّهُ هَذَا الأَمْرَ حَتَّى يَسِيرَ الرَّاكِبُ مِنْ صَنْعَاءَ إِلَى حَضْرَمَوْتَ مَا يَخَافُ إِلَّا اللَّهَ "[1]»

تم سے پہلے ایسے لوگ گزر چکے ہیں کہ ایک شخص کے گوشت اور پٹھوں میں ہڈیوں تک لوہے کی کنگھیاں چلائی جاتی تھیں۔

مگر یہ آزمائش اسے اس کے دین سے نہیں پھیرتی تھی۔

اور ایک شخص کے سر کی چوٹی پر آری رکھی جاتی تھی، پھر اسے دو ٹکڑوں میں چیر دیا جاتا تھا، مگر یہ آزمائش بھی اسے اس کے دین سے نہیں پھیرتی تھی۔اور اللہ تعالی یقیناً اِس امر کو پورا کر کے رہے گا، یہاں تک کہ ایک سوار صنعاء سے حضرموت کی طرف اکیلا سفر کرے گا اور اسے اللہ کے سوا کسی کا خوف نہیں ہوگا۔"اِس سلسلے میں متعدد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے واقعات مشہور ومعروف ہیں۔

عزیزان گرامی! ہم نے اب تک متعدد فتنوں کا تذکرہ کیا ہے، ان میں سے بعض ایسے ہیں جو موجود دور میں پائے جاتے ہیں۔اور بعض ایسے ہیں جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشین گوئی کے مطابق قیامت سے پہلے آئیں گے۔

ہمیں بحیثیت مسلمان ان فتنوں کی سنگینی کا احساس کرنا چاہئے، کیونکہ جب کوئی فتنہ آتا ہے تو وہ نیک اور بد میں فرق نہیں کرتا، بلکہ سب لوگوں کو اپنی لپیٹ میں لے لیتا ہے۔(إلا من رحم ربنا) پھر قیامت کے دن سب کو ان کی نیتوں پر اٹھایا جائے گا۔اللہ تعالی کا فرمان ہے: ﴿وَاتَّقُوا فِتْنَةً لَّا تُصِيبَنَّ الَّذِينَ ظَلَمُوا مِنكُمْ خَاصَّةً وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ﴾ "[2]اور تم لوگ اس فتنے سے ڈرتے رہو جس کا اثر تم میں سے صرف ظالموں تک ہی محدود نہیں رہے گا (بلکہ سب کو اپنی لپیٹ میں لے لے گا۔) اور جان لو کہ اللہ کا عذاب بڑا سخت ہوتا ہے۔"

[1] صحیح البخاری:3852 [2] الأنفال8: 25

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو فتنوں سے ڈرایا۔

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آگاہ فرمایا کہ ایک وقت آئے گا جب ایک مسلمان اپنے دین کو فتنوں سے بچانے کی خاطر پہاڑوں کی چوٹیوں پر جا کر زندگی گزارنا پسند کرے گا۔ حضرت ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

«يُوشِكُ أَن يَّكُونَ خَيْرَ مَالِ الْمُسْلِمِ غَنَمٌ يَتْبَعُ بِهَا شَعَفَ الْجِبَالِ وَمَوَاقِعَ الْقَطْرِ، يَفِرُّ بِدِينِهِ مِنَ الْفِتَنِ "[1]» عنقریب مسلمان کا بہترین مال بکریوں کی صورت میں ہوگا، جنھیں لے کر وہ پہاڑوں کی چوٹیوں اور بارش کے نازل ہونے کی جگہوں پر چلا جائے گا، وہ فتنوں سے بچنے کی خاطر اپنے دین کے ساتھ راہِ فرار اختیار کرے گا۔" اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا«: سَتَكُونُ فِتَنٌ، اَلْقَاعِدُ فِيهَا خَيْرٌ مِنَ الْقَائِمِ، وَالْقَائِمُ فِيهَا خَيْرٌ مِنَ الْمَاشِيْ، وَالْمَاشِيْ فِيهَا خَيْرٌ مِنَ السَّاعِيْ، وَمَن يُّشْرِفْ لَهَا تَسْتَشْرِفْهُ، وَمَن وَّجَدَ مَلْجَأً أَوْ مَعَاذًا فَلْيَعُذْ بِهِ "[2]» عنقریب فتنے ہوں گے۔ جن میں بیٹھنے والا شخص کھڑے ہونے والے شخص سے بہتر ہوگا۔ اور کھڑا ہوا شخص چلنے والے سے بہتر ہوگا۔ اور چلنے والا شخص دوڑنے والے شخص سے بہتر ہوگا۔ (یعنی جو شخص جتنا ان فتنوں سے دامن بچائے گا اتنا ہی اس کیلئے بہتر ہوگا۔) اور جو شخص ان کی طرف جھانکے گا اور ان میں ملوث ہوگا، اسے وہ فتنے پچھاڑ دیں گے۔ اور جسے کوئی پناہ گاہ مل جائے تو وہ ضرور اس میں پناہ لے لے۔" لہٰذا ہم سب کو ان فتنوں سے بچنے کی فکر کرنی چاہئے اور ان سے اپنے دین کو محفوظ رکھنے کی خاطر تدابیر اختیار کرنی چاہئیں تاکہ ہمارا دین سلامت رہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:«إِنَّ السَّعِيْدَ لَمَنْ جُنِّبَ الْفِتَنَ، إِنَّ السَّعِيْدَ لَمَنْ جُنِّبَ الْفِتَنَ، إِنَّ السَّعِيْدَ لَمَنْ جُنِّبَ الْفِتَنَ، وَلَمَنِ ابْتُلِيَ فَصَبَرَ فَوَاهًا "[3]»

خوش نصیب ہے وہ شخص جسے فتنوں سے بچالیا جائے۔ خوش نصیب ہے وہ شخص جسے فتنوں سے بچالیا جائے۔ خوش نصیب ہے وہ شخص جسے فتنوں سے بچالیا جائے۔ اور جس شخص کو فتنوں میں مبتلا کیا گیا اُس پر انتہائی افسوس ہے۔"

[1] صحیح البخاری: باب من الدین الفرار من الفتن: 19 [2] صحیح البخاری: 3601، صحیح مسلم: 2886 [3] سنن ابی داود: 4263 وصححہ الالبانی

سوال یہ ہے کہ ان فتنوں میں ایک مسلمان کا کردار کیا ہونا چاہئے اور اسے ان سے بچنے کیلئے کیا کرنا چاہئے؟ اِس سلسلے میں ہم چند گزارشات قرآن وحدیث کی روشنی میں عرض کرتے ہیں

1: ۔ فتنوں سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرنا ہر مسلمان کو فتنوں سے بچنے کیلئے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرنی چاہئے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی نہیں جو ان فتنوں سے بچا سکے۔ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا :« تَعَوَّذُوْا بِاللّٰهِ مِنَ الْفِتَنِ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ "» تم تمام فتنوں سے اللہ کی پناہ طلب کرو، ان میں سے جو ظاہر ہوں ان سے بھی اور جو باطن ہوں ان سے بھی۔" چنانچہ صحابہ کرام رضی

اللہ عنہم نے کہا « : نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الْفِتَنِ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ "» ہم تمام فتنوں سے اللہ کی پناہ طلب کرتے ہیں، ان میں سے جو ظاہر ہوں ان سے بھی اور جو باطن ہوں ان سے بھی۔ [1]"

اور خود رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اللہ تعالی نے اِس بات کی تعلیم دی کہ « يَا مُحَمَّدُ! إِذَا صَلَّيْتَ فَقُلْ: اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ فِعْلَ الْخَيْرَاتِ وَتَرْكَ الْمُنْكَرَاتِ، وَحُبَّ الْمَسَاكِيْنَ، وَإِذَا أَرَدتَّ بِعِبَادِكَ فِتْنَةً فَاقْبِضْنِي إِلَيْكَ غَيْرَ مَفْتُون[2] »

"اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ! جب آپ نماز پڑھ لیں تو یہ دعا پڑھا کریں : اے اللہ ! میں تجھ سے نیکیاں کرنے اور برائیوں کو چھوڑنے اور مسکینوں سے محبت کا سوال کرتا ہوں۔اور جب تو اپنے بندوں کو فتنہ میں مبتلا کرنے کا ارادہ کرے تو مجھے اُس میں مبتلا کئے بغیر میری روح کو قبض کر لینا۔"اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انھوں نے فرمایا :«تَكُوْنُ فِتْنَةٌ لَا يُنْجِيْ مِنْهَا إِلَّا دُعَاءٌ كَدُعَاءِ الْغَرِيْقِ "[3]»

جب فتنہ واقع ہوتا ہے تو اس سے ایسی دعا نجات دلا سکتی ہے جیسی دعا پانی میں غرق ہونے والا کرتا ہے۔

2۔ عقیدۂ توحید پر ثابت قدم رہنا فتنوں کے دور میں مسلمان کو عقیدۂ توحید پر ثابت قدمی اور مستقل مزاجی سے قائم رہنا چاہئے۔ کیونکہ یہی

[1] صحیح مسلم: 2867 [2] جامع الترمذی: 3233،3234۔وصححہ الألبانی[3] مصنف ابن ابی شیبۃ: 7 /531

عقیدہ ہی مسلمان کو اِس بات کی تعلیم دیتا ہے کہ اُس پر جو بھی آزمائش آتی ہے اور جو بھی فتنہ آتا ہے وہ اللہ تعالی کے حکم سے آتا ہے۔اور وہ اللہ تعالی کی قضاء وقدر کا حصہ ہے، جسے اس کو برداشت کرنا ہے اور اسے ہر حال میں راضی رہنا ہے اور ہر صورت میں اللہ ہی کی طرف رجوع کرنا ہے۔اللہ تعالی کا فرمان ہے: ﴿ مَآ اَصَابَ مِنْ مُّصِيْبَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ وَمَنْ يُّؤْمِنْ م بِاللّٰهِ يَهْدِ قَلْبَهٗ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴾ "[1]جو مصیبت بھی آتی ہے وہ اللہ کے اذن سے ہی آتی ہے۔اور جو اللہ پر ایمان لائے تو اللہ اس کے دل کو ہدایت بخشتا ہے۔اور اللہ ہر چیز کو جاننے والا ہے۔"اِس آیت مبارکہ میں اگر ہم تھوڑا سا غور کریں تو اس میں سب سے پہلے اللہ تعالی نے اِس بات سے آگاہ کیا ہے کہ ہر آزمائش ومصیبت اللہ ہی کے حکم سے آتی ہے۔لہٰذا ایسی صورتحال میں اللہ ہی کی طرف رجوع کرنا ضروری ہے کہ جس کے حکم سے آزمائش ومصیبت آتی ہے وہی اس سے بچانے اور اسے ٹالنے پر بھی قادر ہے۔اسی لئے اللہ تعالی نے اس کے بعد اسی بات کی طرف اشارہ فرمایا کہ ﴿ وَمَنْ يُّؤْمِنْ م بِاللّٰهِ يَهْدِ قَلْبَهٗ ﴾ یعنی جس شخص کو اللہ تعالی پر یقین کامل ہوگا اس کے دل کی اللہ تعالی راہنمائی کردے گا، چنانچہ وہ جان لیتا ہے کہ اس پر آنے والی آزمائش ومصیبت اس سے چوک نہیں سکتی۔اور جو چیز اس سے چوک جانے والی ہے وہ اسے پہنچ نہیں سکتی۔یہی یقین راسخ اس کے دل کو مضبوط کرتا ہے اور وہ اللہ تعالی کی طرف سے آنے والی ہر آزمائش ومصیبت کو برداشت کرنے میں کامیاب ہو جاتا ہے۔3۔ کتاب اللہ اور

سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو مضبوطی سے تھامنا کیونکہ جو شخص کتاب اللہ کی تلاوت کرتا ہے، اس کا مطالعہ کرتا ہے، اس میں تدبر اور غور وفکر کرتا ہے تو اللہ تعالی اسے ہدایت دیتا ہے، فتنوں میں اس کی راہنمائی کرتا ہے، اسے فتنوں کے اندھیروں سے نکال کر حق کی روشنی دکھاتا اور راہِ حق پر گامزن کرتا ہے۔ اللہ تعالی کا فرمان ہے: ﴿ قَدْ جَاءَكُم مِّنَ اللّٰهِ نُورٌ وَّكِتَابٌ مُّبِينٌ * يَهْدِي بِهِ اللّٰهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهُ سُبُلَ

[1]التغابن11:64

السَّلَامِ وَيُخْرِجُهُم مِّنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ بِإِذْنِهِ وَيَهْدِيهِمْ إِلَى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ ﴾ "[1] تمھارے پاس اللہ کی طرف سے نور اور (ایسی) واضح کتاب آچکی ہے جس کے ذریعے اللہ تعالی ان لوگوں کو سلامتی کی راہوں کی طرف ہدایت دیتا ہے جو اس کی رضا کی اتباع کرتے ہیں۔ اور اپنے حکم سے اندھیروں سے نکال کر روشنی کی طرف لے جاتا ہے۔ اور صراطِ مستقیم کی طرف ان کی راہنمائی کرتا ہے۔" اور یہی معاملہ سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی ہے، کیونکہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے امت میں ' اختلاف کثیر ' واقع ہونے کی صورت میں اپنی سنت اور خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے طرز عمل پر سختی سے عمل کرنے کا حکم دیا ہے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

:«عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِيْ وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الْمَهْدِيِّيْنَ الرَّاشِدِيْنَ، تَمَسَّكُوْا بِهَا وَعَضُّوْا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِذِ، وَإِيَّاكُمْ وَمُحْدَثَاتِ الْأُمُوْرِ فَإِنَّ كُلَّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ، وَكُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ» تم میری سنت کو لازم پکڑنا اور اسی طرح ہدایت یافتہ اور راہِ راست پر گامزن خلفاء کے طریقے پر ضرور عمل کرنا۔ اس کو مضبوطی سے تھام لینا اور اسے قطعاًنہ چھوڑنا۔ اور تم دین میں نئے نئے کام ایجاد کرنے سے بچنا کیونکہ ہر نیا کام بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔ [2] "

خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے طرز عمل کو اختیار کرنا اس لئے بھی ضروری ہے کہ ان کے ادوارِ خلافت میں بھی مختلف فتنوں نے سر اٹھایا، چنانچہ انھوں نے جس طرح ان کا مقابلہ کیا اور جس طرح انھوں نے ان فتنوں کی آگ کو ٹھنڈا کیا اس سے یقیناً آج کے فتنوں کا مقابلہ کرنے میں بھی بہت حد تک راہنمائی مل سکتی ہے۔ اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کیلئے جن دو چیزوں کو چھوڑا اور جن کو مضبوطی سے تھامنے پر اِس بات کی گارنٹی دی کہ یہ امت گمراہ نہیں ہوگی وہ کتاب اللہ اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقعہ پر فرمایا تھا: «فَاعْقِلُوْا أَيُّهَا النَّاسُ قَوْلِيْ، فَإِنِّيْ قَدْ بَلَّغْتُ، وَقَدْ تَرَكْتُ فِيْكُمْ مَّا لَنْ تَضِلُّوْا بَعْدَهُ إِنْ تَمَسَّكْتُمْ بِهِ : كِتَابَ اللّٰهِ وَسُنَّةَ رَسُوْلِهِ صلي الله عليه وسلم "» اے لوگو! میری باتوں کو اچھی طرح سے سمجھ لو، میں نے یقیناً اللہ کا دین آپ تک پہنچا دیا۔ اور میں تم میں ایسی چیز چھوڑ کر جا رہا ہوں کہ اگر تم نے اسے مضبوطی سے تھام لیا تو کبھی گمراہ نہیں ہوگے اور وہ ہے: اللہ کی کتاب

[1]المائدۃ5 : 15-16 [2] سنن ابی داود: 4607۔ وصححہ الالبانی

اوراس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت۔[1]"اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:((تَرَكْتُ فِيْكُمْ شَيْئَيْنِ، لَنْ تَضِلُّوْا بَعْدَهُمَا : كِتَابَ اللّٰهِ وَسُنَّتِيْ، وَلَنْ يَّتَفَرَّقَا حَتّٰى يَرِدَا عَلَيَّ الْحَوْضَ "[2])) میں تم میں دو چیزیں چھوڑے جارہاہوں۔ان کے بعد (یعنی اگر تم نے انھیں مضبوطی سے تھام لیاتو) کبھی گمراہ نہیں ہو گے۔ایک ہے کتاب اللہ (قرآن مجید) اور دوسری ہے میری سنت۔اور یہ دونوں کبھی جدا جدا نہیں ہو نگی یہاں تک کہ حوض پر میرے پاس آئیں گی۔"لہٰذا اِس دور کے مختلف فتنوں سے بچنے کیلئے سوائے اِس کے اور کوئی چارہ نہیں کہ ہم کتاب اللہ اور سنت رسول ! کو مضبوطی سے تھام لیں اور انہی سے راہنمائی لیں اور انہی کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنائیں۔اور فرقہ وارانہ تعصب کو ترک کر کے اللہ کی رسی سے چمٹ جائیں۔باری تعالی کا فرمان ہے : ﴿ وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوا وَاذْكُرُوا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ إِذْ كُنتُمْ أَعْدَاءً فَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ فَأَصْبَحْتُم بِنِعْمَتِهِ إِخْوَانًا وَكُنتُمْ عَلَىٰ شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَأَنقَذَكُم مِّنْهَا كَذَٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ آيَاتِهِ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ ﴾ [3]

" تم سب اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو اور فرقوں میں مت بٹو۔اور اپنے اوپر اللہ کی نعمت کو یاد کرو جب تم ایک دوسرے کے دشمن تھے، پھر اس نے تمھارے دلوں میں الفت پیدا کر دی اور تم اس کے فضل سے بھائی بھائی بن گئے۔اور (یاد کرو جب) تم جہنم کے گڑھے کے کنارے پر پہنچ چکے تھے تو اس نے تمھیں اس سے بچالیا۔اسی طرح اللہ تعالی تمھارے لئے اپنی آیتیں کھول کھول کر بیان کرتا ہے تا کہ تم ہدایت پا جاؤ۔"اور جہاں تک مسلکی نزاعات واختلافات کا تعلق ہے تو تمام اہل علم پر فرض ہے کہ وہ انھیں ختم کرنے کیلئے صدق دل سے کتاب اللہ اور سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف رجوع کریں اور ان کے سامنے اپنے آپ کو جھکا دیں اور پھر عوام الناس کی بھی اسی چیز کی طرف راہنمائی کریں۔اللہ تعالی کا فرمان ہے : (يَاۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْۤا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّاَحْسَنُ تَاْوِيْلًا ﴾[4]

[1] السنۃ للمروزی:68 من حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہ [2] صحیح الجامع:2937 [3] آل عمران3 :103 [4] النساء4: 59

"اے ایمان والو ! تم اللہ تعالی کا حکم مانو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم مانو۔اور تم میں جو حکم والے ہیں ان کا بھی۔پھر اگر تمھارا کسی بات میں اختلاف ہو جائے تو اسے اللہ اور رسول کی طرف لوٹادو اگر تم اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہو۔یہی (تمھارے حق میں) بہتر ہے اور اس کا انجام بہت اچھا ہے۔

4"۔دینی علم حاصل کرنا فتنوں سے بچنے کیلئے ضروری ہے کہ آپ دینی علم حاصل کریں، کیونکہ علم وہ نور ہے جو فتنوں کے تاریک راستوں کو روشن کرتا ہے۔جبکہ علم کے مقابلے میں جہالت وہ تاریکی ہے جو انسان کو تباہی کے گڑھے میں

پھینک دیتی ہے۔ والعیاذ باللہ اللہ تعالی کا فرمان ہے : ﴿فَلَوْ لَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآئِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ وَلِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ اِذَا رَجَعُوْٓا اِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْنَ﴾[1]

" پھر ایسا کیوں نہ ہوا کہ ہر فرقہ میں سے کچھ لوگ دین میں سمجھ پیدا کرنے کیلئے نکلتے تا کہ جب وہ ان کی طرف واپس لوٹتے تو اپنے لوگوں کو (برے انجام سے) ڈراتے، اِس طرح شاید وہ (برے کاموں سے) بچے رہتے۔" آج کل جو نئے نئے فتنے سر اٹھا رہے ہیں اور جس طرح اسلامی تعلیمات کے خلاف پروپیگنڈہ کیا جا رہا ہے اور ہر آئے دن شکوک و شبہات پیدا کر کے نئی نسل کو دین سے بیزار کرنے کی مذموم کوششیں کی جا رہی ہیں، تو ان سب چیزوں کا مقابلہ قرآن و حدیث پر مبنی شرعی علم کے ذریعے ہی کیا جا سکتا ہے۔☆'

شرعی علم ' ایک مضبوط ہتھیار ہے جو ان جدید فتنوں سے بچنے میں مددگار ثابت ہوتا ہے۔☆

اور ' شرعی علم ' بہت بڑی خیر ہے جو اللہ رب العزت اپنے فضل و کرم سے جسے چاہتا ہے عطا کرتا ہے۔

اللہ تعالی کا فرمان ہے : ﴿يُؤْتِي الْحِكْمَةَ مَنْ يَّشَآءُ وَمَنْ يُّؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ اُوْتِيَ خَيْرًا كَثِيْرًا﴾ "[2]

وہ جس کو چاہتا ہے حکمت (علم و فہم) عطا کرتا ہے۔ اور جسے حکمت (علم و فہم) دے دیا گیا تو گویا اسے بہت بڑی خیر و بھلائی مل گئی۔" لہٰذا تمام مسلمانوں کو 'شرعی علم ' کی طرف متوجہ ہونا چاہئے۔ خود بھی شریعت کا بنیادی علم حاصل کریں اور اپنے تمام بچوں کو بھی اِس علم کے زیور سے آراستہ کریں۔ اِس طرح وہ خود بھی جدید فتنوں سے بچیں گے اور نئی نسل بھی

[1] التوبۃ9: 122 [2] آل عمران3: 269

ان سے محفوظ رہے گی۔ یہاں ایک بات انتہائی اہمیت کی حامل ہے اور وہ یہ ہے کہ 'شرعی علم ' شرعی علماء سے ہی حاصل کرنا چاہئے جن کے پاس قرآن و حدیث کا علم ہے، نہ کہ ان لوگوں سے کہ جو کل تک سنگر (گانا گاتے) تھے اور آج ' سکالر ' بن کر ٹی وی کی سکرین پر ' مفتی ' یا ' مبلغ ' بنے بیٹھے ہیں۔ اور نہ ہی اُن نام نہاد 'مفتیان ' سے کہ جو قرآن مجید کی ایک آیت بھی صحیح طریقے سے نہیں پڑھ سکتے ہیں اور نہ ہی حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا انھیں کوئی علم ہے۔ اور نہ ہی ایسے لوگوں سے کہ جو سنی سنائی باتیں کرتے ہیں اور سوشل میڈیا پر گردش کرتی ہوئی جھوٹی اور من گھڑت روایات بیان کرتے ہیں۔

ایسے ہی لوگوں کے بارے میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا : ((إِنَّ اللّٰهَ لَا يَقْبِضُ الْعِلْمَ انْتِزَاعًا يَنْتَزِعُهُ مِنَ الْعِبَادِ، وَلٰكِن يَقْبِضُ الْعِلْمَ بِقَبْضِ الْعُلَمَاءِ، حَتّٰى إِذَا لَمْ يُبْقِ عَالِمًا، اِتَّخَذَ النَّاسُ رُؤُسًا جُهَّالًا، فَسُئِلُوْا فَأَفْتَوْا بِغَيْرِ عِلْمٍ فَضَلُّوْا وَأَضَلُّوْا))"[1] اللہ تعالی علم کو اِس طرح نہیں اٹھائے گا کہ

اسے بندوں (کے دلوں) سے کھینچ لے، بلکہ وہ علماء کی ارواح کو قبض کرکے علم کو اٹھائے گا۔ یہاں تک کہ جب کسی عالم کو باقی نہیں چھوڑے گا تو لوگ جاہلوں کو مفتی بنالیں گے۔ چنانچہ ان سے سوال کیا جائے گا تو وہ بغیر علم کے فتوی دیں گے، اِس طرح وہ خود بھی گمراہ ہونگے اور دوسروں کو بھی گمراہ کریں گے۔" بعض لوگ علمائے کرام کو حقیر سمجھتے ہیں اور ان کی طرف رجوع کرنا اپنی توہین تصور کرتے ہیں۔ جبکہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

((لَيْسَ مِنْ أُمَّتِيْ مَن لَّمْ يُجِلَّ كَبِيْرَنَا وَيَرْحَمْ صَغِيْرَنَا، وَيَعْرِفْ لِعَالِمِنَا حَقَّهُ))[2]

" وہ شخص میری امت میں سے نہیں جو ہمارے بڑے (بزرگوں) کا احترام نہ کرے اور ہمارے چھوٹے (بچوں) پر ترس نہ کھائے اور اور ہمارے عالم کے حق کو نہ پہچانے۔" اسی طرح ایک اور بات کی تنبیہ بھی انتہائی ضروری ہے اور وہ یہ ہے کہ آج کل بہت سارے لوگ 'گوگل' کے ذریعے علم حاصل کرتے ہیں! حالانکہ 'گوگل' صحیح علم کی طرف بھی راہنمائی کرتا ہے اور غلط کی طرف بھی۔ حق کی طرف بھی اور باطل کی طرف بھی۔ لہٰذا 'گوگل' کے ذریعے علم حاصل کرنے والوں سے گزارش ہے کہ وہ علم

[1] صحیح البخاری: 100، صحیح مسلم: 2673 [2] مسند أحمد: 22807۔ وحسنہ الألبانی فی صحیح الترغیب والترہیب: 101

کے حصول کیلئے 'گوگل' سے مدد ضرور لیں، لیکن علم صرف اُن ویب سائٹس سے لیں جن کا منہج بالکل واضح ہے اور ان میں قرآن وحدیث پر مبنی شرعی علم پایا جاتا ہے۔ اور اُن ویب سائٹس سے اجتناب کریں جن کا منہج واضح نہیں ہے اور ان میں ہر رطب ویابس کو جمع کیا گیا ہے اور صحیح اور غلط میں فرق نہیں کیا گیا۔

5۔ مسلمانوں کی جماعت میں شامل رہنا اور تفرق سے اجتناب کرنا کیونکہ 'جماعت' پر اللہ کا ہاتھ ہوتا ہے، جبکہ جماعت سے الگ ہونے والا شخص شیطان کا شکار ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ بھیڑیا اُس بکری کو شکار کرتا ہے جو ریوڑ سے الگ ہو جاتی ہے۔ حضرت حذیفۃ بن یمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ لوگ عام طور پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خیر کے بارے میں سوال کرتے تھے اور میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے شر کے متعلق سوال کرتا تھا کیونکہ مجھے اس بات کا اندیشہ رہتا تھا کہ کہیں میں شر میں مبتلا نہ ہو جاؤں۔ چنانچہ میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! ہم جاہلیت اور شر میں تھے کہ اللہ تعالی نے ہمیں اس خیر (اسلام) سے مشرف کیا، تو کیا اس خیر کے بعد بھی کوئی شر آئے گا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں۔ میں نے پوچھا: کیا اس شر کے بعد بھی کوئی خیر آئے گی؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں اور اس میں کدورت ہو گی۔ میں نے کہا: کدورت سے کیا مراد ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

((قَوْمٌ يَسْتَنُّوْنَ بِغَيْرِ سُنَّتِيْ، وَيَهْدُوْنَ بِغَيْرِ هَدْيِيْ، تَعْرِفُ مِنْهُمْ وَتُنْكِرُ)) "ایسے لوگ آئیں گے جو میرے طریقے کو چھوڑ کر دوسرے طریقے پر چلیں گے اور میری سیرت کو چھوڑ کر کسی اور کی سیرت سے راہنمائی لیں گے۔ تمھیں اُن کی بعض باتیں اچھی لگیں گی اور بعض بری لگیں گی۔" میں نے پوچھا: کیا اس خیر کے بعد بھی کوئی شر

آئے گا؟آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا((: نَعَمْ ، دُعَاةٌ إِلٰى أَبْوَابِ جَهَنَّمَ ، مَنْ أَجَابَهُمْ إِلَيْهَا قَذَفُوْهُ فِيْهَا)) "ہاں کچھ داعی ایسے آئیں گے جو جہنم کے دروازوں کی طرف بلائیں گے، جو بھی ان کی دعوت کو قبول کرے گا وہ اس کو اس میں گرادیں گے۔"میں نے کہا: اے اللہ کے رسول ! ان کی صفات بیان فرمائیں۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:((هُمْ مِنْ جِلْدَتِنَا وَيَتَكَلَّمُوْنَ بِأَلْسِنَتِنَا")) وہ لوگ ہم میں سے ہی ہونگے اور ہماری ہی زبان میں بات کریں گے۔"میں نے کہا: اے اللہ کے رسول ! اگر وہ زمانہ مجھ پر آگیا تو آپ مجھے کیا مشورہ دیتے ہیں؟آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :((تَلْزَمُ جَمَاعَةَ الْمُسْلِمِيْنَ وَإِمَامَهُمْ")) تم ہر حال میں مسلمانوں کی جماعت اوران کے حکمران سے وابستہ رہنا۔"میں نے کہا: اگر مسلمانوں کی جماعت اور ان کا حکمران نہ ہو تو؟آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا((فَاعْتَزِلْ تِلْكَ الْفِرَقَ كُلَّهَا ، وَلَوْ أَنْ تَعَضَّ عَلٰى أَصْلِ شَجَرَةٍ ، حَتّٰى يُدْرِكَكَ الْمَوْتُ وَأَنْتَ عَلٰى ذٰلِكَ[1]))

" پھر تم ان تمام فرقوں کو چھوڑ دیناخواہ تمھیں درخت کی جڑیں کیوں نہ چبانا پڑیں، یہاں تک کہ تجھ پر اسی حالت میں موت آ جائے۔"اور جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:((ثَلَاثٌ لَا يَغِلُّ عَلَيْهِنَّ قَلْبُ مُؤْمِنٍ : إِخْلَاصُ الْعَمَلِ لِلّٰهِ ، وَالنَّصِيْحَةُ لِوُلَاةِ الْمُسْلِمِيْنَ ، وَلُزُوْمُ جَمَاعَتِهِمْ ، فَإِنَّ دَعْوَتَهُمْ تُحِيْطُ مِنْ وَّرَائِهِم[2]))

" تین چیزیں ایسی ہیں کہ جن کی موجودگی میں مومن کے دل میں کینہ داخل نہیں ہوتا۔اللہ کیلئے عمل خالص کرنا، مسلمانوں کے سربراہوں سے خیر خواہی کرنااوران کی جماعت میں بہر حال شامل رہنا۔کیونکہ ان کی دعوت ان سب کو محیط ہوتی ہے۔" (جیسے ایک دیوار ان کا احاطہ کرتی ہے اسی طرح ان کی دعوت ' جو کہ دعوتِ اسلام ہے ' بھی ان سب کا احاطہ کئے ہوئے ہے اور انھیں فرقہ بندی سے محفوظ رکھتی ہے۔اس لئے ان کی جماعت کے ساتھ مل کر رہنااشد ضروری ہے۔)اور مسلمانوں کی جماعت سے الگ ہونا کس قدر خطرناک ہے ! اِس کا اندازہ آپ اس حدیث سے کرسکتے ہیں جس کے راوی عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ ہیں، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:((مَنْ رَأٰى مِنْ أَمِيْرِهٖ شَيْئًا يَكْرَهُهُ فَلْيَصْبِرْ ، فَإِنَّهُ مَنْ فَارَقَ الْجَمَاعَةَ شِبْرًا ، فَمَاتَ ، فَمِيْتَةٌ

[1]صحیح البخاری :3606، صحیح مسلم :1847 واللفظ له [2] سنن ابن ماجه :3056 وصححه الألبانی

جَاهِلِيَّةٌ[1]))

" جو شخص اپنے حکمران سے کوئی ایسی چیز دیکھے جسے وہ ناپسند کرتا ہو تو اسے صبر کرنا چاہئے، کیونکہ جو آدمی جماعت سے بالشت بھر الگ ہو اور اسی حالت میں اس کی موت آجائے تو اس کی موت جاہلیت کی موت ہوگی۔

6"۔ فتنوں کے ایام میں خصوصی طور پر عبادت میں مشغول رہنا کیونکہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے

((اَلْعِبَادَةُ فِی الْھَرْجِ کَھِجْرَةٍ إِلَیَّ "[2]))

فتنوں میں عبادت کرنا ایسے ہے جیسے میری طرف ہجرت کرنا ہے۔" یعنی جب فتنوں کا دور ہو، قتل وغارت گری ہو رہی ہو، حق و باطل میں آمیزش کی جارہی ہو، لوگ انتہائی مضطرب اور پریشان ہوں تو ایسے حالات میں کم ہی لوگ اللہ کی عبادت کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ چنانچہ ان کی غفلت کے دوران جو شخص عبادت میں مشغول ہوگا وہ یقینا فتنوں کے شر سے محفوظ رہے گا۔ 7۔ تقوی اختیار کرنا 'تقوی' سے مراد یہ ہے کہ آپ اللہ رب العزت کے عذاب کے ڈر کی وجہ سے اس کی اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی نہ کریں اور اپنے دامن کو گناہوں سے بچائیں۔ یوں آپ اللہ تعالی کے فضل وکرم کے ساتھ فتنوں کے شر سے محفوظ رہیں گے۔ اللہ تعالی کا فرمان ہے: ﴿ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تَتَّقُوا اللّٰہَ یَجْعَلْ لَّکُمْ فُرْقَانًا وَّیُکَفِّرْ عَنْکُمْ سَیِّاٰتِکُمْ وَیَغْفِرْلَکُمْ وَاللّٰہُ ذُوالْفَضْلِ الْعَظِیْمِ ﴾ "[3] اے ایمان والو ! اگر تم اللہ تعالی سے ڈرتے رہو تو وہ تمھیں (نورِ بصیرت عطا کر کے حق و باطل میں) فرق کرنے کی توفیق دے گا، تمھارے گناہوں کو مٹادے گا اور تمھیں معاف کردے گا۔ اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔" اسی طرح اللہ تعالی کا فرمان ہے: (وَمَنْ یَّتَّقِ اللّٰہَ یَجْعَلْ لَّہٗ مَخْرَجًا * وَّیَرْزُقْہُ مِنْ حَیْثُ لَا یَحْتَسِبُ) [4]

"اور جو شخص اللہ سے ڈرتا ہے اللہ اس کیلئے مشکلات سے نکلنے کا راستہ بنادیتا ہے اور اسے ایسی جگہ سے روزی دیتا ہے جہاں سے اسے گمان بھی نہیں ہوتا۔"

[1] صحیح مسلم:1849 [2] صحیح مسلم:2948 [3] الانفال8: 29 [4] الطلاق65: 2-3

8۔ کثرت سے توبہ واستغفار کرنا اللہ تعالی کا فرمان ہے : ﴿ وَمَا کَانَ اللّٰہُ مُعَذِّبَھُمْ وَھُمْ یَسْتَغْفِرُوْنَ ﴾ [1]

" اور اللہ ایسے لوگوں کو عذاب دینے والا نہیں جو استغفار کر رہے ہوں۔" اسی طرح اللہ تعالی کا فرمان ہے: ﴿ فَلَوْلَآ اِذْ جَآءَھُمْ بَاْسُنَا تَضَرَّعُوْا وَلٰکِنْ قَسَتْ قُلُوْبُھُمْ وَزَیَّنَ لَھُمُ الشَّیْطٰنُ مَا کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ﴾ [2]

'' پھر جب ان پر ہمارا عذاب آیا تو وہ کیوں نہ گڑگڑائے ؟ (یعنی کیوں نہ اللہ تعالی کی طرف رجوع کیا اور کیوں نہ معافی مانگی ؟ مگر ان کے دل تو اور سخت ہوگئے اور شیطان نے انھیں ان کے اعمال خوبصورت بناکر دکھلادیئے۔" لہٰذا فتنوں کے دور میں مسلمانوں کو صدق دل سے اللہ تعالی کی طرف رجوع کرنا چاہئے اور اپنے تمام گناہوں پر اس کے سامنے ندامت وشرمندگی کا اظہار کرتے ہوئے اس سے معافی مانگنی چاہئے۔ یوں اللہ تعالی انھیں اپنے فضل وکرم کے ساتھ فتنوں کے شر سے محفوظ رکھے گا۔ 9۔ فارغ اوقات کو نفع بخش امور میں مشغول کرنا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے)): اِغْتَنِمْ خَمْسًا قَبْلَ خَمْسٍ " ((پانچ چیزوں کو پانچ چیزوں سے پہلے غنیمت سمجھو۔

1 "۔ ((شَبَابَکَ قَبْلَ ہَرَمِکَ " ((اپنی جوانی کو اپنے بڑھاپے سے پہلے۔ ''

2۔ ‹‹وَصِحَّتَکَ قَبْلَ سَقَمِکَ ”›› اپنی صحت کو اپنی بیماری سے پہلے۔ “

3۔ ‹‹وَغِنَاکَ قَبْلَ فَقْرِکَ ” ‹‹ اپنی تونگری کو اپنی غربت سے پہلے۔

4“۔ ‹‹وَفَرَاغَکَ قَبْلَ شُغْلِکَ ” ›› اپنی فراعت کو اپنی مشغولیت سے پہلے۔

5“۔ ‹‹وَحَيَاتَکَ قَبْلَ مَوْتِکَ ” ›› اپنی زندگی کو اپنی موت سے پہلے۔[3]“

اس حدیث میں مذکورہ پانچوں چیزیں (یعنی بڑھاپا، بیماری، غربت، مشغولیت اور موت) انسان کیلئے فتنہ بن سکتی ہیں۔

اسی لئے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پہلے جوانی، تندرستی، تونگری، فراعنت اور زندگی کو غنیمت سمجھ

[1] الأنفال8 : 33 [2] الأنعام6 :43 [3] أخرجہ الحاکم وصححہ الألبانی فی صحیح الترغیب والترہیب: 3355

کر ان سے بھرپور فائدہ اٹھانے کا حکم دیا۔اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسری حدیث میں ارشاد فرمایا: ‹‹ بَادِرُوْا بِالْأَعْمَالِ خِصَالًا سِتًّا : إِمْرَةَ السُّفَهَاءِ، وَكَثْرَةَ الشُّرَطِ، وَقَطِيْعَةَ الرَّحِمِ، وَبَيْعَ الْحُكْمِ، وَاسْتِخْفَافًا بِالدَّمِ، وَنَشْأً يَتَّخِذُوْنَ الْقُرْآنَ مَزَامِيْرَ، يُقَدِّمُوْنَ الرَّجُلَ لَيْسَ بِأَفْقَهِهِمْ وَلَا أَعْلَمِهِمْ، مَا يُقَدِّمُوْنَهُ إِلَّا لِيُغَنِّيَهُمْ[1] ››

"تم چھ چیزوں کے آنے سے پہلے جلدی جلدی عمل کرلو: احمق لوگوں کی حکمرانی، پولیس کی کثرت، قطع رحمی، فیصلے کو

(رشوت کے بدلے میں) بیچنا، خون (بہانے) کو ہلکا سمجھنا اور ایسے نوخیز بچوں کا آنا جو قرآن مجید کو راگ گانا بنالیں گے، لوگ ان میں سے ایک کو اس لئے امام نہیں بنائیں گے کہ وہ سب سے زیادہ سمجھ دار اور سب سے بڑا عالم ہوگا، بلکہ اس لئے کہ وہ ان کے سامنے قرآن کو گاکر پڑھے۔" اِس حدیث میں بھی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض فتنوں کے واقع ہونے سے پہلے جلدی جلدی عمل کرنے کا حکم دیا ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ فارغ اوقات کو نفع بخش امور میں مشغول کرنے سے انسان فتنوں کے شر سے بچ سکتا ہے۔

10۔ صبر کرنا یعنی مختلف آزمائشوں اور فتنوں کو برداشت کرنا اور ثابت قدمی اور استقامت کا مظاہرہ کرنا۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے .‹‹ وَاعْلَمْ أَنَّ النَّصْرَ مَعَ الصَّبْرِ، وَأَنَّ الْفَرَجَ مَعَ الْكَرْبِ، وَأَنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا ” ›› اور یقین کرلو کہ مدد صبر کے ساتھ آتی ہے اور ہر پریشانی کے بعد خوشحالی یقینی ہے۔اور ہر تنگی آسانی اور آسودگی کو لاتی ہے۔[2]“

اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((إِنَّ مِن وَّرَائِكُمْ أَيَّامَ الصَّبْرِ، لِلْمُتَمَسِّكِ فِيهِنَّ بِمَا أَنْتُمْ عَلَيْهِ أَجْرُ خَمْسِيْنَ مِنْكُمْ)) "تمھارے بعد صبر کے ایام آنے والے ہیں۔ ان میں جو شخص اُس دین کو مضبوطی سے تھامے رکھے گا جس پر تم قائم ہو، تو اسے تم میں سے پچاس افراد کا اجر ملے گا۔[3]"

[1] السلسلۃ الصحیحۃ: 979 [2] مسند أحمد: 2804۔ وصححہ الأرناؤط۔ الترمذی: 2516۔ وصححہ الالبانی [3] السلسلۃ الصحیحۃ: 494

مشاورت کریں۔ اور اگر ملکی و قومی سطح پر کوئی آزمائش آئے تو ارباب اقتدار کو موزوں اقدامات اٹھانے دیں اور ان کے سامنے کسی قسم کی رکاوٹ کھڑی کرنے کی بجائے ان کے دست و بازو بنیں۔

افواہوں پر یقین نہ کریں، بلکہ ہر خبر کی تصدیق کریں۔ افواہیں پھیلانا اور جھوٹی خبریں عام کرنا منافقوں کی روش ہے، نہ کہ سچے مومنوں کی۔ اللہ تعالی کا فرمان ہے: ﴿وَاِذَا جَآءَهُمْ اَمْرٌ مِّنَ الْاَمْنِ اَوِ الْخَوْفِ اَذَاعُوْا بِهٖ وَلَوْ رَدُّوْهُ اِلَى الرَّسُوْلِ وَاِلٰٓى اُولِى الْاَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِيْنَ يَسْتَنْۢبِطُوْنَهٗ مِنْهُمْ﴾[1]

"اور جب انھیں امن و خوف کی کوئی خبر ملتی ہے تو اسے پھیلانا شروع کر دیتے ہیں، حالانکہ اگر وہ اسے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور ارباب اقتدار کے سپرد کر دیتے تو ان میں سے تحقیق کی صلاحیت رکھنے والے اُس کی تہہ تک پہنچ جاتے۔" اِس آیت مبارکہ میں اللہ تعالی نے منافقینِ مدینہ منورہ کی روش کے بارے میں آگاہ فرمایا ہے کہ وہ جنگ سے متعلق آنے والی ہر خبر کو بغیر تحقیق کے نشر کر دیتے ہیں۔ جس سے مسلمانوں کی صفوں میں تشویش کی لہر دوڑ جاتی ہے۔

اور بعض کمزور ایمان والے مسلمان فتنے میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ اِس کے بعد اللہ تعالی نے فرمایا کہ اگر یہ لوگ اِس طرح کے معاملات کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور اصحاب بصیرت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر چھوڑ دیتے تو وہ یقینا ان کی تہہ تک پہنچ کر ان کا مناسب حل نکالتے۔

لہٰذا ہر دور میں مسلمانوں کو اِس قسم کے منافقوں اور ان کی سازشوں سے متنبہ رہنا چاہئے، یوں وہ اپنے آپ کو اور اپنے اسلامی معاشروں کو فتنوں کے شر سے بچا سکتے ہیں۔

واللہ المستعان باقی جہاں تک سوشل میڈیا پر گردش کرتی جھوٹی خبروں اور افواہوں کا تعلق ہے تو ان پر ہرگز یقین نہیں کرنا چاہئے اور نہ ہی انھیں ایک دوسرے کے ساتھ شیئر کرنا چاہئے، بلکہ ان کے بارے میں معتمد اور باوثوق ذرائع سے تصدیق کرنا ضروری ہے۔ اللہ تعالی کا فرمان ہے: ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْٓا اَنْ تُصِيْبُوْا قَوْمًۢا بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوْا عَلٰى مَا فَعَلْتُمْ نٰدِمِيْنَ﴾[2]

"اے ایمان والو! اگر کوئی فاسق تمھارے پاس کوئی خبر لے کرآئے تواس کی تحقیق کر لیا کرو، کہیں ایسانہ ہو کہ تم کسی قوم کو نادانی میں نقصان پہنچادو۔ پھر اپنے کئے پر تمھیں ندامت اٹھانی پڑے۔"آخر میں ہم ایک بار پھر دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالی ہم سب کی حفاظت فرمائے اور ہمیں تمام فتنوں کے شر سے بچائے رکھے۔آمین

[1]النساء4 :83 [2] الحجرات49 :6

فتنہ - تصویروں کا عصر حاضر میں پورے انسانی معاشرے کو بالعموم اور اسلامی معاشرے کو بالخصوص جن چیلنجوں کا سامنا ہے ان میں تصویروں (چاہے کاغذی ہوں یا مجسمے کی شکل میں) کا فتنہ سر فہرست ہے۔دونوں نوعیتوں کی تصویروں کا ایک سیل رواں پورے انسانی معاشرے کو بہالے جانے کے درپے ہے۔اجتناب کی ہزار کوششوں کے باوجود اس طوفان بلاخیز کا کوئی نہ کوئی جھونکا ایک مسلمان کے دین وایمان پر حملہ آور ہونے کی ضرور جد وجہد کرتا ہے۔سائنس اور ٹکنالوجی کی روز افزوں ترقی نے اس عظیم فتنہ کی ہمہ گیریت، جاذبیت اور مقبولیت میں خوب خوب اضافہ کیا ہے اور انسان کے رگ وریشے میں خون کے مانند اسے جاری وساری کر دیا ہے۔آپ نظر اٹھا کر دیکھیں تو ہر طرف نوع بنوع تصویروں اور مجسموں کی بہتات نظر آئے گی۔اخبار اور دیگر ذرائع ابلاغ کا دارومدار تصاویر ہی پر ہوتا ہے۔رسائل وجرائد ومجلات اور دیگر مطبوعات کا غیر معمولی حصہ تصویروں سے پر کیا جاتا ہے اور تحریروں کے لئے کم سے کم جگہ مخصوص کی جاتی ہے،اسی طرح تعلیم وتعلم اور دیگر ضروریات کے سامانوں، کپڑوں، کھلونوں اور کھانے پینے تک کی چیزوں کا ذی روح کی تصویر سے خالی رہنا محال کے درجہ میں ہو گیا ہے۔تمام تر احتیاطات کے باوجود بھی اگر آپ اپنے گھر کا جائزہ لیں تو کم از کم دس بیس چیزیں ضرور مل جائیں گی جو اس لعنت کا شکار ہوں گی۔تصویروں کے بارے میں اسلام کا جو موقف ہے اس کے لیے موجودہ صورت حال فی الواقع ایک زبردست چیلنج ہے۔اسلام نے تصویر اور تصویر سازی کو حرام قرار دیا ہے۔تصویر سازی کے عمل کو شرک کی بنیاد بتایا ہے،تصویر بنانے والے پر لعنت بھیجی ہے اور گھروں میں تصویر کی موجودگی کو فرشتوں کے داخلہ سے مانع بتایا ہے،ذخیرہ احادیث سے اس سلسلے کی چند روایتیں ملاحظہ ہوں:

ا۔ سورہ نوح میں نوح علیہ السلام کے زمانے کے بتوں کا تذکرہ بنام:وَدّ، سُوَاع ،یَغُوث ،یَعُوق ونَسْر وارد ہوا ہے،ان کے بارے میں مشہور صحابی، مفسر قرآن حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ یہ سب قوم نوح کے بزرگوں کے نام ہیں،جب یہ نیک لوگ انتقال کر گئے تو شیطان نے ان کی قوم کو یہ مشورہ دیا کہ جن مجلسوں میں یہ بیٹھا کرتے تھے ان میں ان کے مجسمے نصب کر دو اور ان مجسموں کو انہیں کے نام سے موسوم کر دو، چنانچہ لوگوں نے ایسا ہی کیا۔ مگر ان مجسموں کی پوجا نہیں ہوتی تھی۔لیکن وہ اگلے مر گئے اور علم ان سے جاتا رہا تو ان کی پوجا بھی ہونے لگی۔(بخاری ومسلم)

۲۔ایک مرتبہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ایک گدا خریدا جس پر تصویریں بنی تھیں، اللہ کے رسول آئے تو باہر سے آپ کی نظر گدے پر پڑ گئی، آپ دروازے پر کھڑے رہے گھر میں داخل نہ ہوئے حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ میں نے آپ کے چہرے سے ناگواری کا احساس کر لیا، میں نے کہا اے اللہ کے رسول! میں اللہ اور اس کے رسول کے سامنے توبہ کرتی ہوں، بھلا بتائیے تو مجھ سے کیا غلطی ہوئی ہے؟ اللہ کے رسول نے کہا کہ یہ گدا کیسا ہے؟ میں نے عرض کیا کہ آپ ہی کے واسطے اسے میں نے خریدا ہے کہ آپ اس پر بیٹھیں گے اور ٹیک لگائیں گے۔

اللہ کے رسول نے فرمایا: "ان تصویر والوں کو قیامت کے دن عذاب دیا جائے گا اور ان سے کہا جائے کہ تم نے جو تصویر بنائی ہے اس میں روح پھونکو" پھر آپ نے فرمایا: "جس گھر میں تصویر ہوتی ہے اس میں فرشتے نہیں داخل ہوا کرتے" (بخاری و مسلم)

۳۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ آپ فرمارہے تھے کہ: "اللہ کے یہاں سب سے سخت عذاب تصویر سازوں کو ہوگا" (بخاری و مسلم)

۴۔ حضرت سعید بن ابوالحسن کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں حضرت عبداللہ بن عباس کے پاس تھا کہ ایک شخص آیا اور عرض کیا کہ اے ابن عباس! میں ایک انسان ہوں، میری روزی روٹی کا دارومدار میرے ہاتھ کی کاریگری پر ہے، میں یہ تصویریں بناتا ہوں، ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: میں تم سے وہی بیان کروں گا جو اللہ کے رسول سے سنا ہے۔ جو شخص تصویر بنائے گا اللہ تعالی اسے اس وقت تک عذاب دیتا رہے گا جب تک کہ وہ اس میں روح نہ پھونکے، اور وہ اس میں کبھی روح نہیں پھونک سکتا، یہ بات سن کر سائل کو زبردست جھٹکا لگا وہ کانپنے لگا اور اس کا چہرہ پیلا پڑ گیا۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: اگر تم اس پیشہ میں لگے رہنا چاہتے ہو تو درختوں اور غیر جاندار چیزوں کی تصویریں بناؤ۔ (بخاری)

الغرض اس جیسی متعدد احادیث میں تصویر کی حرمت بیان کی گئی ہے اور اس پر سخت ترین وعیدیں بھی سنائی گئی ہیں جن کو سامنے رکھتے ہوئے ایک مسلمان کبھی بھی تصویر کشی، تصویر سازی یا اس سے معمولی قسم کا لگاؤ رکھنا گوارا نہ کرے گا۔ لیکن افسوس کہ تصویری فتنہ کے سیل جرار نے ان حدیثوں کی معنویت کو لوگوں کے دلوں سے محو کر دیا ہے اور اس کی اس قدر ترویج و اشاعت کی کہ ان تصویروں سے اجتناب و احتیاط کو محال نہیں تو حد درجہ مشکل ضرور بنا دیا ہے۔ غالبا "إِذَا كَثُرَ الْإِمْسَاسُ قَلَّ الْإِحْسَاسُ" والے فارمولے کے تحت یہ سب کچھ ہو رہا ہے جس میں کہا گیا ہے کہ کسی چیز کا کثرت وقوع احساس کو کم اور مردہ کر دیتا ہے، یعنی برائی کو اس قدر عام کر دیا جائے کہ لوگ اس کے خوگر اور عادی ہو جائیں اور اسے برائی کہتے ہوئے شرمائیں۔ اس ایسے کا سب سے توجہ طلب پہلو یہ ہے کہ ہماری نئی نسل جو اسلام کی عام تعلیمات و مبادیات سے ناآشنا اور غافل ہوتی ہے اور مذکورہ احادیث کے علم سے بے بہرہ اور

محروم ہوتی ہے وہ ظاہر ہے کہ موجودہ صورت حال کو نہ صرف یہ کہ جوں کا توں قبول کر رہی ہے بلکہ اسے اپنے تہذیبی ارتقاء اور معاشرتی ترقی کی ایک علامت کے طور پر فخریہ اپنا رہی ہے۔شادی بیاہ اور دیگر تقریبات کے مواقع پر تصویر سازی کا کام جس مسرفانہ اور فاخرانہ انداز میں ہوتا ہے اس سے ہر شخص واقف ہے۔

تصویری فتنے کا ایک المناک پہلو یہ ہے کہ الکٹرانک میڈیا اور پرنٹ میڈیا دونوں کے ذریعہ نامحرم لڑکیوں کے فوٹو جو عام طور پر برہنہ یا نیم برہنہ ہوا کرتے ہیں خوب خوب اشاعت کی جاتی ہے جو نوجوان نسل کے اخلاق و عفت کے لیے کھلا چیلنج ہے۔اس سے بھی زیادہ قابل توجہ امر یہ ہے کہ چھوٹے بچوں کے کھلونوں اور ٹافیوں کے ساتھ فاجر و بدکار ہیرو اور ہیروئنوں کی تصویریں بطور "تحفہ" شامل کر دی جاتی ہیں تا کہ بچے ان فساق و فجار کی تصویروں سے اپنی کاپی کتاب اور کمروں کی در و دیوار کو مزین کریں، ان کو اپنا آئیڈیل مانیں اور ان کی تقلید اور پیروی کو سرمایہ افتخار تصور کریں۔

بہر حال اس آزمائش میں ہر مسلمان کا فرض ہے کہ شرعی تعلیمات کو مد نظر رکھتے ہوئے اپنے کو اور اپنے اہل و عیال کو حتی الامکان اس فتنہ سے بچائے۔اور دوسروں تک بھی اسلام کا پیغام پہنچانے کی کوشش کرے۔جہاں تک اضطراری صورت حال کا تعلق ہے تو علماء نے ایسے موقع پر رفع ضرورت (اضطرار) کے بقدر اس کی اجازت دی ہے جیسا کہ پاسپورٹ اور شناختی کارڈ وغیرہ کے لئے تصویروں کی ضرورت ہوتی ہے۔لیکن پھر بھی اضطرار کے دائرہ کو وسعت دینا بہر حال شرعی تقاضوں کے خلاف ہے۔تصویروں کی لعنت سے بچنے کے لئے انہیں ضائع کر دینا یا روشنائی وغیرہ سے مٹا دینا چاہئے، مجسمے وغیرہ ہوں تو ان کا سر جدا کر دینا چاہئے۔ہاتھ کی کاریگری اور تفریح طبع کے لیے اگر آدمی چاہے تو غیر جاندار چیزوں کی تصویریں بنا سکتا ہے اور ان سے آرائش وغیرہ کا کام لے سکتا ہے۔مثلا درختوں، پارکوں، جھرنوں، مسجدوں اور دیگر خوبصورت مناظر کی تصویریں، بشرطیکہ وہ انسان و حیوان کی تصویروں سے خالی ہوں۔اللہ رب العزت ہر مسلمان کو اس خطرناک عمل سے محفوظ رکھے اور حسب قدرت دوسروں کو بچانے کی توفیق دے۔

رشوت:

ایک ناسور عصر حاضر کی مادہ پرست تہذیب نے دنیائے انسانیت کو جو سوغاتیں دی ہیں ان میں رشوت کو بڑی نمایاں حیثیت حاصل ہے۔رشوت جسے فکری اور نظری طور پر دنیا کا ہر مذہب، ہر قانون اور ہر نظریہ جرم عظیم اور ناقابل معافی گناہ قرار دیتا ہے اس کا عملی طور پر اس وقت ایسا چلن ہے کہ انسانی زندگی کا تصور اس کے بغیر مشکل نظر آتا ہے، بین الاقوامی سطح کے معاملات ہوں یا محدود پیمانے کے، ایوان سیاست ہو یا میدان لہو و لعب، پارلیامنٹ ہاؤس ہو یا میونسپل بورڈ ہر ایک کا رشتہ اس بدنام خاندان سے جڑا ملے گا۔یہ الگ بات ہے کہ اس مخفی رشتے کی واقفیت اوروں کو نہ ہو، الغرض رشوت وہ مہلک ناسور ہے جس کی جڑیں بڑی دور دور تک پھیلی ہوئی ہیں اور جو سماج کی رگوں میں زہریلے خون کے

مانند سرایت کر کے پورے نظام انسانیت کو تباہ وبرباد کر رہا ہے۔اس صورت حال کو دیکھ کر ہر سلیم الفطرت انسان حیران وپریشان ہے کہ آخر کیا وجہ ہے کہ اس کی شناعت و قباحت پر عالمی اجماع ہونے کے باوجود یہ جرم عوام وخواص ہر ایک میں اس قدر مقبول و محبوب ہے اور سارا قانون اور نظام اس کے سامنے لاچار اور بے بس نظر آتا ہے۔دراصل اس مہلک وبا کے انتشار کے پیچھے وہ مادہ پرستانہ ذہنیت کام کر رہی ہے جس کے فروغ کے لیے انسان دشمن عناصر ایک عرصے سے کام کر رہے ہیں جو انسان کو اس کے جملہ انسانی خصائل وخصائص سے عاری کر کے اسے بہیمیت کے درجے میں اتار کر ''اندھوں میں کنوارا جا'' بننے کا اپنا دیرینہ خواب شرمندہ تعبیر ہوتے دیکھنا چاہتے ہیں۔پیسے کی لالچ، دولت کی حرص وہوس اور ''ھل من مزید'' والی ذہنیت نے آج لالچی انسان کو اندھا بنا کر رکھ دیا ہے جو غیر محدود نوعیت کی کمائی اور روزی حاصل کرنے کا خواہاں نظر آرہا ہے اور اس سلسلے میں کسی بھی قانون یا شریعت کی اسے ذرہ برابر بھی پرواہ نہیں۔بلکہ قانون کے محافظ ہی اس حمام میں سب سے زیادہ ننگے نظر آرہے ہیں اور انھیں کی

براہ راست یا بالواسطہ پشت پناہی حاصل کر کے جملہ محکمہ جات میں'' اکل أموال الناس بالباطل) ''حرام خوری) کا ایسا دور دورہ ہے کہ الٔامان والحفیظ۔سیاست ہی کے میدان کو لے لیجیے ہر قسم کی قائدانہ صلاحیت سے تہی دست ایک خودساختہ لیڈر رشوت کے بل بوتے پر اپنی پارٹی سے الیکشن لڑنے کے لیے ٹکٹ حاصل کرتا ہے، پیسے ہی سے عوام کا ووٹ خریدتا ہے اور انتخاب جیتنے کے لیے پانی کی طرح پیسہ بہا کر کسی نہ کسی طرح کامیابی سے ہمکنار ہو کر پھر رشوت خوری کا ایسا بازار گرم کرتا ہے کہ بجائے رہنما کے رہزن کا روپ اختیار کر لیتا ہے۔تعلیم کے شعبے میں دیکھیے تو پیسے سے داخلہ، پیسے پر ترقی، پیسے پر کامیابی اور پیسے پر ڈگری، یہ سب کچھ اتنا عام ہو گیا ہے کہ اپنی محنت اور صلاحیت سے آگے بڑھنے والے طلبہ کا کوئی پرسان حال نہیں رہا۔یہی حال ملازمت کے حصول کا ہے، کسی بھی سرکاری یا غیر سرکاری محکمہ میں ملازمت کے حصول کا سارا دارومدار اس مبلغ پر ہے جسے ایک امیدوار خون پسینہ ایک کر کے جمع کرتا ہے یا در در کی ٹھوکریں کھا کر قرض حاصل کرتا ہے اور ان متعلقہ ذمہ داران تک پہنچاتا ہے جو بھوکے بھیڑیے کے مانند اس کو جھپٹنے کے لیے بے قرار بیٹھے رہتے ہیں۔اگر وہ امیدوار واقعی اس منصب کا اہل ہے اور بذریعہ رشوت اس کا تقرر اس پر عمل میں آیا ہے تو پھر بھی بات غنیمت تھی، مگر حال یہ ہے کہ عام طور سے نااہلوں کی مالی پیشکش اہلیت والوں کی پیشکش پر بھاری پڑتی ہے اور اس طرح اول الذکر بازی مار لے جاتے ہیں اور مؤخر الذکر منھ تکتے رہ جاتے ہیں۔یہی وجہ ہے کہ ہر شاخ پر الو بیٹھے نظر آتے ہیں اور چھوٹا بڑا ہر محکمہ '' أُسْنِدَ الأَمْرُ إِلَى غَيْرِ أَهْلِهِ) ''نااہلوں کے اقتدار) کا جیتا جاگتا نمونہ بنا ہوا ہے۔ایسی صورت میں اگر کوئی خیر کی امید رکھے، اصلاح وسدھار کی بات کرے، امن وامان، ایمانداری ودیانتداری اور عدل وانصاف کا خواب دیکھے تو بھلا کب اس کا یہ خواب شرمندہ تعبیر ہو سکتا ہے۔ایسے مایوس کن ماحول میں امید کی کرن کہیں نظر آرہی ہے تو صرف اسلام اور اس کے سچے متبعین میں، اسلام کی تعلیمات اس سلسلے میں بڑی واضح اور مسلمانوں کی تاریخ بڑی

بے داغ ہے، اس کا ہر صفحہ آئینہ کی طرح صاف ہے جس میں ایک بار پھر ہمیں اپنا عکس دیکھنے کی ضرورت ہے تا کہ انسانیت کے خول سے باہر ہو رہے انسان کو ایک بار پھر انسانیت کا سبق پڑھایا جاسکے اور "معمار حرم باز بہ تعمیر جہاں خیز" کے تقاضے کو پورا کیا جاسکے۔ قرآن کریم میں اللہ رب العزت نے بڑے صاف الفاظ میں اعلان کر دیا ہے کہ:

﴿وَلاَ تَأْكُلُواْ أَمْوَالَكُم بَيْنَكُم بِالْبَاطِلِ وَتُدْلُواْ بِهَا إِلَى الْحُكَّامِ لِتَأْكُلُواْ فَرِيقاً مِّنْ أَمْوَالِ النَّاسِ بِالإِثْمِ وَأَنتُمْ تَعْلَمُونَ﴾ (سورہ بقرہ: ۱۸۸) اور ایک دوسرے کا مال ناحق نہ کھایا کرو، نہ حاکموں کو رشوت پہنچا کر کسی کا کچھ مال ظلم وستم سے اپنا لیا کرو، حالانکہ تم جانتے ہو۔ یہودیوں کا تذکرہ کرتے ہوئے ایک جگہ کہا گیا ہے (سَمَّاعُونَ لِلْكَذِبِ أَكَّالُونَ لِلسُّحْتِ﴾) سورہ مائدہ: ۴۲) یہ کان لگا لگا کر جھوٹ کے سننے والے اور جی بھر بھر کر حرام کے کھانے والے ہیں۔ ابن مسعود وغیرہ نے کہا ہے کہ اس آیت میں سحت سے مراد رشوت ہے۔ (تفسیر ابن کثیر (شریعت اسلامیہ میں رشوت لینا اور دینا کتنا بڑا جرم ہے اس کا اندازہ اس حدیث سے لگایا جاسکتا ہے جس میں فرمایا گیا ہے کہ " رشوت دینے والے اور رشوت لینے والے دونوں پر اللہ کی لعنت ہے" (احمد، ترمذی، حاکم- صحیح الجامع)

ایک حدیث میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: "جس کو ہم نے کسی کام پر لگایا اور اس کا رزق (تنخواہ) متعین کر دیا تو اس کے بعد وہ جو کچھ لے گا وہ خیانت ہو گی" (ابوداود، حاکم- صحیح الجامع) ایک مسلمان اپنے دین کی تعلیمات پر عمل کرتے ہوئے رشوت جیسے مذموم فعل سے اپنے آپ کو ہمیشہ بچانے کی کوشش کرتا ہے، اس تعلق سے میں صرف دو مثالیں پیش کرنا چاہتا ہوں جن میں ایک ہماری اسلامی تاریخ کے ابتدائی صفحات پر ثبت ہے اور دوسری ماضی قریب کی تاریخ کا روشن باب ہے) ۱ (امام مالک علیہ الرحمہ نے اپنی کتاب موطا میں سلیمان بن یسار سے یہ روایت نقل کی ہے کہ: "نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خیبر کے یہودیوں کے پاس ایک صحابی حضرت عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کو بھیجا کرتے تھے تا کہ اس علاقہ کی پیداوار کا تخمینہ لگائیں اور اسی تخمینہ کے بموجب آدھا حصہ یہودیوں کے لیے اور آدھا حصہ مسلمانوں کے لیے متعین کر دیں۔ ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ حضرت عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ خیبر پہنچے تو یہودیوں نے کچھ زیورات وغیرہ اکٹھا کر کے آپ کی خدمت میں پیش کیا اور عرض کیا کہ اسے رکھ لیجیے اور تخمینہ ایسا کیجیے جس سے ہمارا زیادہ فائدہ ہو۔ اس موقع پر حضرت عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے یہودیوں کو مخاطب کر کے فرمایا": اے قوم یہود! خدا کی قسم بھلے تم میرے نزدیک اللہ کی سب سے زیادہ مبغوض مخلوق ہو لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ میں تمہارے ساتھ کوئی ظلم وزیادتی کروں گا۔ اور سنو! جو رشوت تم نے پیش کی ہے وہ سُحت (حرام) ہے، ہم حرام نہیں کھایا کرتے۔ یہودیوں نے برجستہ کہا کہ اسی (عدل وامانت) کی وجہ سے آسمان وزمین قائم ہیں۔" (موطا امام مالک: ۱۸۶/۲) (۲) متحدہ ہندوستان کی ایک ریاست "پٹیالہ" تھی، اس ریاست کے والی "مہاراجہ بھوپندر سنگھ" تھے، راجہ نے اس ریاست کے شہر "بھٹنڈہ" کی ایک عدالت میں ایک مسلمان جج متعین کیا، جو اس ریاست کے منصور پور گاؤں کے باشندے تھے، ان کی عدالت میں قتل کا ایک اہم مقدمہ پیش ہوا۔ ملزم کافی

دولتمند تھا، ایک روز جج کے پاس لالہ نامی ان کے ایک ہندو دوست آئے، دوران گفتگو لالہ صاحب نے مقدمے کا ذکر کیا اور کہا کہ جن صاحب کے خلاف مقدمہ چل رہا ہے میں ان سے ذاتی طور پر واقف ہوں، وہ مجرم نہیں ہیں، مقدمے کا فیصلہ کرتے وقت ان کا خیال رکھیے گا، رخصت ہوتے وقت لالہ صاحب نے اس مسلمان جج کی میز پر ایک بڑا سا لفافہ رکھ دیا۔ مسلمان جج نے ان سے دریافت کیا: یہ کیا ہے؟ لالہ صاحب کہنے لگے: بچوں کے لیے مٹھائی ہے، جب کہ لفافہ میں

چالیس ہزار روپئے تھے، جو موجودہ وقت کے لحاظ سے تیس لاکھ سے کم نہ تھے۔اس مسلمان جج نے لالہ صاحب سے کہا: کیا آپ جانتے نہیں کہ یہ رشوت ہے؟ جسے میرے مذہب میں حرام قرار دیا گیا ہے، بالکل اسی طرح جس طرح ایک مسلمان کے لیے سور کا گوشت کھانا حرام ہے، لفافہ اٹھا لیجیے، اگر ملزم بے گناہ ہے تو ان شاء اللہ میری عدالت اسے سزا نہیں دے گی۔اس مسلمان جج کو دنیا قاضی سلیمان سلمان منصور پوری (مؤلف رحمۃ للعالمین) کے نام سے جانتی ہے۔(آثار، نومبر ۹۹ء) ماضی قریب اور ماضی بعید کی ان دو روشن مثالوں کے بیچ عدل وامانت داری اور معاملات کی صفائی کی بے شمار مثالیں ہیں جن سے ہماری تاریخ بھری پڑی ہے جس کی نظیر دنیا کی ہر تاریخ پیش کرنے سے قاصر ہے۔اللہ ہمیں نیک سمجھ دے اور راہ راست پر گامزن رہنے کی توفیق بخشے۔

فتنوں سے اللہ تعالیٰ کی حفاظت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہر نماز میں تشہّد کے آخر میں ہر طرح کے فتنوں سے اللہ کی حفاظت طلب کرتے تھے۔

1۔اَللّٰهُمَّ اِنِّي اَعُوْذُبِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَسِيْحِ الدَّجَّالِ وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَحْيَا وَالْمَمَاتِ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْمَأْثَمِ وَالْمَغْرَمِ۔

ترجمہ: اے اللہ ! میں تیری پناہ میں آتا ہوں عذاب قبر سے اور تیری پناہ میں آتا ہوں دجّال کے فتنہ سے اور تیری پناہ میں آتا ہوں موت اور حیات کے فتنہ سے اور اے اللہ میں گناہ اور قرض سے تیری پناہ مانگتا ہوں (بخاری ومسلم) ایک اور روایت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا:

2۔ تَعَوَّذُوْا بِاللّٰهِ مِنَ الْفِتَنِ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ۔ فَقَالَ الصَّحَابَةُ نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الْفِتَنِ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ۔ ترجمہ: ہر قسم کے ظاہری اور باطنی فتنوں سے اللہ تعالیٰ کی حفاظت طلب کرو۔ تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا: ہم ہر قسم کے ظاہری اور باطنی فتنوں سے اللہ تعالیٰ کی حفاظت طلب کرتے ہیں۔(مسلم: 32867)۔

تُعْرَضُ الْفِتَنُ عَلَى الْقُلُوْبِ كَالْحَصِيْرِ عُوْدًا عُوْدًا، فَأَيُّ قَلْبٍ أُشْرِبَهَا نُكِتَ فِيْهِ نُكْتَةٌ سَوْدَاءُ، فَأَيُّ قَلْبٍ أَنْكَرَهَا نُكِتَ فِيْهِ نُكْتَةٌ بَيْضَاءُ۔ حَتّٰى تَصِيْرُ عَلٰى قَلْبَيْنِ، عَلٰى أَبْيَضَ مِثْلَ الصَّفَا فَلَا تَضُرُّهُ فِتْنَةٌ مَا دَامَتِ السَّمٰوَاتُ وَالْأَرْضُ وَالْآخَرُ أَسْوَدُ مُرْبَادًّا كَالْكُوْزِ مُجَخِّيًا لَا يَعْرِفُ مَعْرُوْفًا وَلَا يُنْكِرُ مُنْكَرًا إِلَّا مَا أُشْرِبَ مِنْ هَوَاهُ۔)مسلم 386: عن حذیفۃ رضی اللہ عنہ (ترجمہ: فتنے دلوں پر مسلسل اس طرح پیش کئے جاتے

ہیں جس طرح کہ چٹائی کی کاڑیاں یکے بعد دیگرے نکلتی رہتی ہیں۔ جو دل ان فتنوں کو قبول کرے گا تو اس میں ایک سیاہ نکتہ بٹھادیا جاتا ہے اور جو دل ان کو نہیں قبول کرتا تو اس کے دل میں ایک سفید نکتہ لگادیا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ دو ایسے دل ہو جاتے ہیں ایک بالکل سفید، چٹان کی طرح جس پر جب تک آسمان اور زمین قائم ہے، کوئی فتنہ اثر انداز نہیں ہو سکتا۔ اور دوسرا بالکل سیاہ، ٹیڑھا، کوزے کی نکلی کی طرح، نہ نیکی کو نیکی سمجھتا ہے اور نہ برائی کو برائی، مگر اسی کو جو اس کی خواہشات نفسانی کے موافق ہو۔

4۔ وعن عبداللّٰہ بن عمرو بن العاص رضی اللّٰہ عنھما ' قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم : " وَاِنَّ اُمَّتَكُمْ ہٰذِہٖ جَعَلَ عَافِيَتَهَا فِيْ اَوَّلِهَا وَسَيُصِيبُ آخَرَهَا بَلَاءٌ وَأُمُوْرٌ تُنْكِرُوْنَهَا ' وَتَجِيْئُ فِتَنٌ فَيُرَقِّقُ بَعْضُهَا بَعْضًا ' وَتَجِيئُ الْفِتْنَةُ فَيَقُوْلُ الْمُؤْمِنُ !"هٰذِهٖ مَهْلَكَتِيْ" ثُمَّ تَنْكَشِفُ وَتَجِيئُ الْفِتْنَةُ فَيَقُوْلُ الْمُؤْمِنُ !"هٰذِهٖ هٰذِهٖ" فَمَنْ أَحَبَّ أَنْ يُزَحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَيُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَلْتَأْتِهِ مَنِيَّتُهُ وَهُوَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَلْيَأْتِ إِلَى النَّاسِ الَّذِيْ يُحِبُّ أَنْ يُؤْتٰى إِلَيْهِ ' وَمَنْ بَايَعَ إِمَامًا فَأَعْطَاهُ صَفْقَةَ يَدِهٖ وَثَمَرَةَ قَلْبِهٖ ' فَلْيُطِعْهُ إِنِ اسْتَطَاعَ ' فَإِنْ جَاءَ آخَرُ يُنَازِعُهُ فَاضْرِبُوْا عُنُقَ الْآخَرِ("مسلم) حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" : امّت کی بھلائی اللہ تعالیٰ نے انکے پہلے لوگوں میں رکھی ہے، بعد کے لوگوں پر مصائب آئیں گے اور ایسے معاملات جو تم کو بُرے لگیں گے اور ایسے فتنے درپیش آئیں گے جن میں سے ہر گذرا ہوا فتنہ آنے والے فتنہ کے آگے ہیچ ہوگا، کوئی فتنہ اُٹھے گا تو مومن کہے گا ! "یہ تو میری تباہی ہے" دوسرا آئے گا تو مومن کہے گا ! "یہی ہے یہی ہے" جو دوزخ سے بچنا اور جنت میں جانا چاہتا ہے اس کی موت اس حالت میں آئے کہ وہ اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو اور لوگوں کے ساتھ وہ سلوک کرے جسے وہ خود اپنے لئے چاہتا ہو اور جس نے کسی امام کے ہاتھ پر بیعت کر کے اُسے اپنا عہد و پیمان اور دل کا پھل دیا ہو جہاں تک ہو سکے اُس کی اطاعت کرے ' اگر کوئی دوسرا اس کے خلاف خروج کرے تو دوسرے کی گردن ماردو.

5"۔ تَكُوْنُ فِتَنٌ لَا يُنْجِيْ مِنْهَا إِلَّا دُعَاءٌ كَدُعَاءِ الْغَرِيْقِ) "إبن أبي شيبة 7:ہ (531ترجمہ :ایسے فتنے اٹھیں گے کہ جن سے نجات پانے کا واحد ذریعہ اللہ کے آگے اسطرح گڑگڑا کر دعائیں مانگنا ہے، جیسے کہ ڈوبتا ہوا شخص مانگتا ہے.

6۔ بَادِرُوْا بِالْأَعْمَالِ فِتَنٌ كَقَطَعِ اللَّيْلِ الْمُظْلِمِ يُصْبِحُ الرَّجُلُ مُؤْمِنًا وَيُمْسِيْ كَافِرًا وَيُمْسِيْ مُؤْمِنًا وَيُصْبِحُ كَافِرًا۔ يَبِيْعُ دِيْنَهُ بِعَرَضٍ مِّنَ الدُّنْيَا۔) مسلم عن أبي هريرة رضي الله عنه (328 :ترجمہ : ان فتنوں کے ظہور پذیر ہونے سے پہلے اعمال صالحہ میں جلدی کرو، جو تاریک رات کے کے ٹکڑوں کی طرح سیاہ در سیاہ ہو گی۔

ایک شخص صبح میں مسلمان ہوگا اور شام میں کافر ہوگا اور شام میں مسلمان ہوگا اور صبح تک کافر ہو جائے گا۔ دنیا کے چند ٹکڑوں کے لئے اپنا دین بیچ دے گا۔

7۔ عن أسامة بن زيد رضى الله عنهما، أَنَّهُ قَالَ : أَشْرَفَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم عَلٰى أُطُمٍ مِنْ آطَامِ الْمَدِيْنَةِ ثُمَّ قَالَ :هَلْ تَرَوْنَ مَا أَرَى ؟إِنِّيْ أَرَى مَوَاقِعَ الْفِتَنِ خِلَالَ بُيُوْتِكُمْ كَمَوَاقِعِ الْقَطَرِ۔

(بخاری 174:مسلم 168:) ترجمہ : رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ کے ایک ٹیلے پر تشریف لائے، پھر فرمایا: کیا تم وہ چیز دیکھ رہے ہو جس کا میں مشاہدہ کر رہا ہوں؟ میں تمہارے گھروں کے درمیان فتنوں کے واقع ہونے کو اسی طرح دیکھ رہا ہوں جس طرح کہ بارش برستی ہے۔آثارِ فتن کی معرفتفتنوں کے آثار کی معرفت ایک مسلمان کے لئے نہایت ضروری ہے، اس لئے کہ اس سے اسے عظیم فائدہ حاصل ہوگا، کیونکہ جس چیز سے بچنا ضروری ہے تو اسے جاننا بھی لازمی ہے، اسی لئے قدیم کہاوت ہے ": وَكَيْفَ يَتَّقِيْ مَنْ لَا يَدْرِيْ مَا يَتَّقِيْ " کوئی ان چیزوں سے کیسے بچے گا جسے یہ پتہ ہی نہیں ہے کہ کن چیزوں سے بچا جائے۔ جو فتنوں کو نہیں جانتا، اس کی علامات، انجام اور نقصانات سے واقف نہ ہو تو ہو سکتا ہے کہ نہ صرف وہ اس میں داخل ہو جائے بلکہ ان سے آلودہ ہو کر اپنی زندگی کو نقصان پہنچائے یا اگر بچ بھی گیا تو زندگی بھی حسرت وندامت کا شکار رہے۔اس لئے مومن کو فتنوں کے متعلق نہایت ہی چوکنّا رہنا چاہئے، اس لئے کہ جس وقت فتنہ اٹھتا ہے تو اچھے سے اچھے لوگوں کو اپنی لپیٹ میں لے لیتا ہے، جس وقت وہ گزر جاتا ہے تو پتہ چلتا ہے کہ یہ تو فتنہ تھا۔ حقیقت تو یہ ہے کہ کچھ لوگ فتنہ کے لئے ہی پیدا کئے گئے ہوتے ہیں اور ان سے سوائے فتنہ انگیزی کے کوئی چیز ہو بھی نہیں سکتی۔ جیسا کہ فرمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے

:عن أنس بن مالک رضی الله عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : "إِنَّ مِنَ النَّاسِ نَاسًا مَفَاتِيْحَ لِلْخَيْرِ وَمَغَالِيْقَ لِلشَّرِّ، وَمِنَ النَّاسِ نَاسًا مَفَاتِيْحَ لِلشَّرِّ وَمَغَالِيْقَ لِلْخَيْرِ، فَطُوْبٰى لِمَنْ جَعَلَهُ اللّٰهُ مِفْتَاحَ الْخَيْرِ عَلٰى يَدَيْهِ وَوَيْلٌ لِمَنْ جَعَلَهُ اللّٰهُ مِفْتَاحَ الشَّرِّ عَلٰى يَدَيْهِ" (ابن ماجه 237 :)

ترجمہ : بے شک لوگوں میں کچھ ایسے ہیں جو بھلائی کو کھولنے والے اور برائی کو بند کر دینے والے ہیں۔ اور انہی میں کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو شر کا دروازہ کھولنے والے اور خیر کا دروازہ بند کر دینے والے ہوتے ہیں۔ اس شخص کیلئے جنت مبارک ہو جس کے ہاتھ میں اللہ تعالیٰ نے بھلائی کھولنے کی چابی دی اور اس شخص کیلئے تباہی ہو جسکے ہاتھ میں اللہ تعالیٰ نے برائی کھولنے کی کنجی رکھی ہے۔اس حدیث سے پتہ چلا کہ انسانوں میں کچھ لوگوں کی فطرت میں اللہ تعالیٰ نے خیر رکھا ہے اور کچھ لوگ فطری طور پر شر پسند رہتے ہیں۔ اور ان میں سے ہر ایک فتنوں کے دور میں اپنی اپنی فطرت کے مطابق کام کرتے ہیں۔ فتنوں میں مومن کا کردار کیا ہونا چاہئے ؟

1۔ دور فتن میں جلد بازی ایک ایسی عادت ہے جو انسان کو سب سے زیادہ فتنوں میں مبتلا کرتی ہے، عموما ہمارا مشاہدہ ہے کہ جلد باز لوگ کوئی ایک بات سن لیتے ہیں اور ڈھنڈورا گلے ڈال کر اسے پیٹتے ہوئے نکل جاتے ہیں صبر، سکون، تحمل، معاملہ فہمی، سنجیدگی، وقار اور انتظار سے اس مخلوق کو کوئی واسطہ نہیں ہوتا۔ اس طرح کے لوگ نہ صرف اپنے لئے بلکہ دوسروں

کے لئے بھی مصیبت کا پٹارہ ثابت ہوتے ہیں۔اسی لئے سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اس قماش کے لوگوں کو نصیحت فرماتے ہیں: لَا تَكُوْنُوْا عُجَلًا ، مَذَاييْعَ ، بَذَرًا فَإِنَّ مِنْ وَرَائِكُمْ بَلَاءً مُبَرِّحًا وَأُمُوْرًا رُدُحًا۔

(**الأدب المفرد** 327 :)۔ قال الألباني: صحيح(**ترجمه** : تم جلد بازمت بنو، (بے بنیاد) خبریں پھیلانے والے اور فتنہ کی تخم ریزی کرنے والے نہ ہو جاؤ، اس لئے کہ تمہارے پیچھے بھاری مصیبتیں اور سخت ترین امور ہیں۔

2۔ فتنوں کی تخم ریزی میں سب سے بڑا کردار جھوٹی، بے بنیاد اور سنی سنائی باتوں کو پھیلانے کا ہوتا ہے۔ کسی شخص نے کوئی بات سن لی اور اس کی تحقیق سے بے نیاز ہو کر اس کی نشر واشاعت میں مگن ہو گیا۔ اور اس طرح کے فتنہ پرور مسلم معاشرے میں ایک ڈھونڈو تو لاکھ ملتے ہیں۔اسی لئے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ":

كَفٰى بِالْمَرْءِ كَذِبًا أَنْ يُحَدِّثَ بِكُلِّ مَا سَمِعَ" ۔(مسلم) ترجمہ: کسی آدمی کے جھوٹا ہونے کے لئے صرف یہی کافی ہے کہ وہ ہر سنی سنائی بات کو بیان کرتا ہوا پھرے۔

3۔ دور فتن میں ہر مسلمان کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنے نشاطات اور سرگرمیوں کو محدود کر دے، اس لئے کہ جو جتنی سرگرمی دکھائے گا اس کا اسی قدر فتنوں میں مبتلا ہو جانے کا امکان رہتا ہے۔ جیسا کہ زبان رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے نکلا ہوا فرمان ہے": سَتَكُوْنُ فِتَنٌ اَلْقَاعِدُ فِيْهِ خَيْرٌ مِّنَ الْمَاشِيْ وَالْمَاشِيْ خَيْرٌ مِنَ السَّاعِيْ"۔

(**بخاری** 3406 :**مسلم** 2886:) عنقریب فتنے نمودار ہوں گے، جس میں بیٹھا ہوا شخص چلنے والے بہتر اور چلنے والا دوڑنے والے سے بہتر ہو گا۔4۔ فتنوں کے زمانے میں انتظار و تاخیر اور معاملہ فہمی کی پالیسی اپنانا، خیر میں کسی کے پیچھے چلنا اس سے زیادہ بہتر ہے کہ ایک مسلمان شر و فساد کا لیڈر بنے، جیسا کہ عظیم صحابی سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں": سَتَكُوْنُ أُمُوْرٌ مُشْتَبِهَاتٌ فَعَلَيْكُمْ بِالتُّؤَدَةِ، فَإِنَّكَ إِنْ تَكُنْ تَابِعًا فِي الْخَيْرِ خَيْرٌ مِنْ أَنْ تَكُوْنَ رَأْسًا فِي الشَّرِّ"(إبن أبي شيبة 38343:بيهقي :9886) ترجمہ: کچھ ایسے معاملے ہوں گے جو تمہیں شبہ میں مبتلا کر دیں گے، ایسے میں تم انتظار کو لازم پکڑو، اس لئے کہ تم بھلائی میں کسی کی پیروی کرنے بنو، یہ اس سے بہتر ہے کہ تم برائی کے سرغنہ بنو۔

5۔ فتنۂ خلق قرآن، دوسری صدی ہجری کا ایک عظیم فتنہ تھا، بقولِ امام علی بن المدینی رحمہ اللہ (شیخ بخاری) کے فتنۂ ارتداد ومنع زکاۃ (بعہدِ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ) کے بعد یہ دوسرا فتنۂ عظیم تھا جو اسلام اور اہل اسلام کو پیش آیا، جسے اللہ تعالی نے امام اہل السنۃ، سیدنا احمد بن حنبل رحمہ اللہ کی استقامت علی الحق کی وجہ سے نیست و نابود کر دیا۔اسی دور میں کچھ لوگ، خلیفہ معتصم کی شکایتیں لیکر آپ کے پاس پہنچے، تاکہ معتصم کے خلاف خروج پر آپ کی حمایت حاصل کریں۔ لیکن ان کی توقعات کے برعکس آپ نے انہیں خطاب کرتے ہوئے فرمایا

": عَلَيْكُمْ بِالنَّكَرَةِ بِقُلُوْبِكُمْ وَلَا تَخْلَعُوْا يَدًا مِنْ طَاعَةٍ وَلَا تَشُقُّوْا عَصَا الْمُسْلِمِيْنَ وَلَا تَسْفِكُوْا دِمَائَكُمْ وَدِمَاءَ الْمُسْلِمِيْنَ مَعَكُمْ۔أُنْظُرُوْا فِيْ عَاقِبَةِ أَمْرِكُمْ وَاصْبِرُوْا حَتّٰى يَسْتَرِيْحَ بَرٌّ أَوْ يُسْتَرَاحُ

مِنْ فَاجِرٍ " (كتاب السنّة : أبو بكر الخلال 90:) **ترجمہ** : تم خلیفہ کے کاموں کو اپنے دل سے برا سمجھو، لیکن اطاعت سے دست کشی نہ کرو، مسلمانوں کی لاٹھی مت توڑو، اور اپنے خون کے ساتھ مسلمانوں کا خون نہ بہاؤ۔ اپنے معاملے کے انجام کا انتظار کرو اور اس وقت تک صبر کرو حتی کہ نکوکار راحت پائے یا بدکار سے چھٹکارہ۔

6۔ فتنۂ خلق قرآن کے زمانے میں اکثر نیک لوگوں نے روپوشی اختیار کرلی اور کہنے لگے" : **لَيْسَ هٰذَا زَمَانُ حَدِيْثٍ إِنَّمَا هٰذَا زَمَانُ بُكَاءٍ وَتَضَرُّعٍ وَدُعَاءٍ كَدُعَاءِ الْغَرِيْقِ** " یعنی یہ زمانہ درس واشاعتِ علوم وسنّت کا نہیں پڑھے گی لیکن وہ ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا[1]

، اہل اسلام کا قتل کریں گے اور بت پرستوں کو چھوڑیں گے[2]

، وہ اسلام سے ایسے نکل جائیں گے جس طرح تیر شکار سے نکل جاتا ہے، اگر میں ان کو پاؤں تو انہیں لازمی طور پر قوم عاد کی طرح قتل کرو[3]۔

[4]"دوسری حدیث (خوارج کا عدل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اعتراض کرنا: (ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ : "ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کچھ مال تقسیم فرما رہے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ذوالخویصرہ آیا--اس کا تعلق بنی تمیم سے تھا--اور کہا: اللہ کے رسول! عدل کرو!!، اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (تیرا ستیاناس ہو! اگر میں انصاف نہ کروں تو انصاف کرنے والا کون ہے؟ اور اگر میں عدل نہ کروں تو پھر توں انتہائی بدنصیب اور نقصان اٹھانے والا ہو گا (تو اس پر عمر بن خطاب نے عرض کیا: " اللہ کے رسول! مجھے اس کی گردن اتارنے کی اجازت دے دیں" تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسے چھوڑ دو کیونکہ اس کے ساتھی ایسے ہوں گے کہ تمہارا ایک آدمی اپنی نماز کو ان کی نماز سے حقیر تصور کرے گا اور اپنے روزے کو ان کے روزے سے حقیر جانے گا، قرآن پڑھیں گے لیکن وہ ان کے حلق سے تجاوز نہیں کرے گا۔ وہ اسلام سے اس طرح نکل جائیں گے جیسے تیر شکار سے نکل جاتا ہے کہ : تیر انداز اس کے بھالے کو دیکھتا ہے تو اس پر کوئی چیز لگی ہوئی نہیں پاتا، پھر تیر کی

[1]یعنی قرآن کریم کو سمجھے بغیر پڑھیں گے۔[2] آج یہی صورت حال ہے، مسلمانوں کو بم دھماکوں، خودکش حملوں اور بارودی گاڑیوں سے ٹکرا کر اڑا دیا جاتا ہے۔[3] ایک اور حدیث میں قوم عاد کے ساتھ "ثمود" کا ذکر بھی ہے، امام قرطبی کے مطابق اس کا مطلب یہ ہے کہ : "نبی صلی اللہ علیہ وسلم انہیں قتل عام کے ذریعے یک لخت ختم فرما دیتے، کسی کو بھی باقی نہ چھوڑتے، ان میں سے کسی کو بھی قتل کرنے میں ذرا تامل نہ فرماتے، جیسے اللہ تعالی نے قوم عاد کو یک لخت ختم فرمایا" شرح مسلم، از امام قرطبی: (113/3) [4] بخاری: (3344) مسلم: (1064)

لکڑی اور بھالے کے جوڑ کو دیکھتا ہے تو اس پر بھی کوئی چیز لگی ہوئی دکھائی نہیں دیتی۔ پھر تیر کی لکڑی کو دیکھتا ہے تو وہاں بھی کچھ لگا ہوا نہیں پاتا، پھر وہ تیر کے آخر میں لگے ہوئے پروں کو دیکھتا ہے وہاں پر بھی کچھ نہیں لگا ہوتا، حالانکہ تیر پیٹ کی گندگی اور خون کے اندر سے گزر کر باہر نکلا ہوتا ہے[پھر بھی اس پر خون یا پیٹ کی آلائش ساتھ نہیں لگتی)[1]

، ان کی نشانی یہ ہے کہ ان میں سے ایک آدمی ایسا سیاہ ہو گا کہ اس کا ایک شانہ عورت کے پستان یا گوشت کے لوتھڑے کی طرح ہو گا جو تھر تھراتا ہو گا۔ یہ اس وقت رونما ہوں گے جب لوگوں میں پھوٹ ہو گی[2]"

تیسری حدیث (اختلاف امت کے وقت خوارج کا ظہور: (ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (مسلمانوں میں گروہ بندی کے وقت ایک فرقہ بغاوت کرے گا ان کو دو گروہوں میں سے حق کے قریب ترین گروہ قتل کرے گا)[3]

چوتھی حدیث (خوارج نوعمر بیوقوفوں کا گروہ): علی کہتے ہیں: " مجھے آسمان سے گر پڑنا زیادہ محبوب ہے اس سے کہ میں تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب منسوب کر کے ایسی حدیث بیان کروں جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں فرمائی۔ اور جب بات میرے اور تمہارے درمیان ہو تو ذہن نشین کر لو کہ جنگ دھوکا دہی پر مبنی ہوتی ہے، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ فرمارہے تھے:

[1]امام قرطبی کے مطابق مطلب یہ ہے کہ: خارجی دین اسلام میں داخل ہو کر اتنی تیزی سے باہر نکل جاتے ہیں جس طرح یہ تیر شکار کے اندر سے اتنی تیزی کے ساتھ گزر کا باہر آجاتا ہے کہ خون کے لگنے سے پہلے تیر آر پار ہو جاتا ہے، بالکل اسی طرح خارجی بھی اسلام میں داخل ہو کر اتنی تیزی سے باہر نکل جاتے ہیں اور ان پر اسلام کا کوئی اثر نہیں ہوتا۔[2] بخاری: (6163) ،مسلم: (1064) [3] مسلم: (1065(

، عنقریب آخری عہد میں ایک قوم رونما ہوگی وہ نوعمر اور عقلی طور پر بیوقوف ہوں گے بات تو سب مخلوق سے اچھی کریں گے[1]، قرآن پڑھیں گے، لیکن قرآن ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا دین سے وہ اس طرح نکل جائیں گے جیسے تیر شکار سے نکل جاتا ہے جب تم ان سے ملو تو ان کو قتل کر دینا کیونکہ ان کو قتل کرنے والے کے لیے اللہ کے ہاں قیامت کے دن ثواب ہوگا۔[2]" پانچویں حدیث (خوارخ خود بھی قرآن پڑھیں گے لیکن قرآن ان کے خلاف ہو گا؟): زید بن وہب جہنی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ: "وہ علی کے ہمراہ خوارج سے جنگ کے لشکر میں تھے۔ تو علی نے فرمایا: "لوگو! میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ: (ایک قوم میری امت سے نکلے گی وہ قرآن اس طرح پڑھیں گے کہ تمہاری قرآن کی تلاوت ان کے مقابلے میں کچھ نہیں، اور نہ تمہاری نمازیں ان کی نمازوں کے مقابلے میں ہیچ ہوں گی، اور نہ تمہارے روزے ان کے روزوں کے ہم پلہ ہو سکتے ہیں، وہ قرآن پڑھتے ہوئے گمان کریں گے کہ قران ان کے حق میں ہے حالانکہ قرآن مجید ان کے خلاف ہوگا، ان کی نمازیں ان کے حلق سے نیچے نہ اتریں گی، وہ اسلام سے اس طرح نکل جائیں گے جس طرح تیر شکار سے نکل جاتا ہے، ان سے قتال کرنے والے لشکر کو وہ فیصلہ معلوم ہو جائے جو ان کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی ان کے لئے کیا گیا ہے تو وہ اسی عمل پر بھروسا کر لیں گے[3]۔ اور ان کی نشانی یہ ہے کہ ان میں ایک آدمی کے بازو کا ڈولا تو ہوگا لیکن اس کی کہنی نہ ہوگی، اور اس

[1]اس کا مطلب یہ بیان کیا گیا ہے کہ اپنی ہر بات قرآن سے ثابت کرنے کی کوشش کریں گے، اور دوسرا مطلب یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ: وہ ظاہری طور پر بہت اچھی بات کریں گے لیکن ان کے دل میں کھوٹ ہوگا۔[2] بخاری: (3611) مسلم: (1066) [3] قرطبی رحمہ اللہ کے مطابق اس کا مطلب یہ ہے کہ: "اس عمل کے اجر و ثواب پر ہی اکتفا کر لیں کہ اس عمل کے اجر و ثواب سے ہی ہم جہنم سے بچ جائیں گے اور جنت کا داخلہ مل جائے گا" شرح مسلم، از امام قرطبی: (118/3)

کے ڈولے کی نوک عورت کے پستان کی طرح ہوگی اور اس پر سفید بال ہوں گے[1]"

چھٹی حدیث (خوارج دین کی فقاہت سے عاری ہوں گے) : رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام عبید اللہ بن ابو رافع بیان کرتے ہیں کہ : " وہ حروری [خارجی] لوگوں کی بغاوت کے وقت علی کے ساتھ تھے، تو خوارج نے کہا: "اللہ کے سوا کسی کا حکم نہیں" اس پر جناب علی نے فرمایا:

"یہ کلمہ تو حق ہے لیکن اس سے باطل مراد لیا گیا ہے"؛ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ لوگوں کے اوصاف بیان فرمائے تھے مجھے ان میں انہی لوگوں کی نشانیاں نظر آ رہی ہیں کہ یہ زبان سے تو حق کہتے ہیں مگر وہ زبان [تک ہی رہتا ہے اس] سے تجاوز نہیں کرتا۔ اور آپ نے حلق کی طرف اشارہ کیا۔ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے ہاں خلق الٰہی میں سے ناپسندیدہ ترین ہیں، ان میں ایک سیاہ آدمی ہے اس کا ہاتھ بکری کے تھن یا پستان کے سرے کی طرح ہے
۔[2] "ساتویں حدیث (تکفیر مرض میں مبتلا صحت یاب نہیں ہوتا : (ابو ذر سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم نے فرمایا:) عنقریب میرے بعد میری امت سے ایسی قوم یقیناً رونما ہو گی جو قرآن پڑھے گی لیکن قرآن ان کے حلق سے آگے نہ جائے گا، اور وہ دین سے اس طرح نکل جائیں گے جیسے تیر شکار سے نکل جاتا ہے پھر وہ دین میں نہ لوٹ پائیں گے[3]

، وہ انسانوں اور حیوانوں میں سب سے زیادہ

[1] مسلم: (1066) [2] سابقہ حوالہ [3] یعنی وہ اسلام سے نکلنے کے بعد اس میں دوبارہ نہیں لوٹ پائیں گے، یہ بات اکثر خارجیوں اور ان کے نقش قدم پر چلنے والوں میں پائی جاتی ہے کہ جو بھی ان کے نظریات اپناتا ہے وہ ان سے دستبردار نہیں ہوتا، اس بارے میں تاریخی شواہد بہت زیادہ ہیں، جیسے کہ ابن وضاح نے اپنی کتاب "البدع" کے صفحہ: 104 میں ایوب رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ: "ایک آدمی خارجیوں کے نظریات رکھتا تھا، اس نے اپنے نظریات سے رجوع کا اعلان کر دیا، اس پر میں خوشی سے محمد بن سیرین رحمہ اللہ کے پاس خبر دینے کیلیے گیا تو میں کہا: کیا آپ کو پتا چلا ہے کہ فلاں نے اپنے خارجی نظریات سے رجوع کر لیا ہے؟ تو محمد بن سیرین رحمہ اللہ کہنے لگے: "خیال کرنا کہ اب وہ کس قسم کے نظریات اپناتا ہے؛ کیونکہ خارجیوں کے نئے نظریات پرانے نظریات سے بھی سنگین ہوتے ہیں اس لیے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: (وہ اسلام سے نکل جاتے ہیں) اور ایک جگہ فرمایا: (وہ اسلام میں دوبارہ نہیں لوٹنے"(

بد کردار ہوں گے۔[1]

آٹھویں حدیث (خوارج کا ظہور مشرق (عراق) سے ہو گا: (یسیر بن عمرو رحمہ اللہ کہتے ہیں میں نے سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ سے پوچھا: "کیا آپ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خوارج کا ذکر کرتے ہوئے سنا ہے؟" اس پر سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ نے کہا: "میں نے آپ کو سنا ہے، آپ نے مشرقی جانب اشارہ فرمایا اور کہا: (وہ اپنی زبانوں سے قرآن پڑھیں گے لیکن قرآن ان کے حلق سے آگے نہ جائے گا، اور وہ دین سے اس طرح نکل جائیں گے جیسے تیر شکار سے نکل جاتا ہے[2] "

نویں حدیث (خوارج بکثرت سر منڈوانے والے ہوں گے) : (ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کرتے ہیں کہ :) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مشرق کی طرف سے کچھ لوگ نکلیں گے وہ قرآن پڑھتے ہوں گے جو

کہ ان کی ہنسلیوں سے نیچے نہیں اترے گا وہ دین سے اس طرح نکل جائیں گے جس طرح تیر شکار سے پار ہو جاتا ہے، پھر وہ لوگ لوٹ کر دین میں نہیں آئیں گے جب تک کہ تیر [کمان میں] اپنی جگہ پر نہ لوٹ آئے) اس پر کسی نے پوچھا : "ان کی نشانی کیا ہے" تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (سر منڈانا) [راوی کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عربی الفاظ تحلیق یا تسبید میں شک ہے، تاہم دونوں کا مطلب ایک ہی ہے [3]

[1]مسلم: (1067) [2] بخاری: (6535)، مسلم: (1068) [3] بخاری: (6535)

دوسری فصل حکمرانوں کی اطاعت کے متعلق احادیثپہلی حدیث (امیر وحاکم کی اطاعت فرض: (انس بن مالک کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (اپنے حکمران کی بات سنو اور اس کی اطاعت کرو چاہے تم پر کسی حبشی کو امیر بنادیا جائے اور اس کا سر منقے جیسا ہو) [1]

دوسری حدیث (حکمرانوں کی ناگوار باتیں برداشت کریں: (ابن عباس کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (جس شخص کو اپنے حکمران کی کوئی بات ناگوار گزرے تو وہ صبر کرے؛ کیونکہ حکمران کے خلاف ایک بالشت کے برابر بھی بغاوت کرے اور مر جائے تو وہ جاہلیت کی موت مرے گا) [3] [2]

تیسری حدیث (واضح کفر اکبر کے بغیر بغاوت جائز نہیں): جنادہ بن ابو امیہ کہتے ہیں: "ہم عبادہ بن صامت کے پاس آئے، آپ اس وقت بیمار تھے، ہم نے آپ سے عرض کیا: اللہ تعالیٰ آپ کو صحت سے نوازے، ہمیں کوئی حدیث سنائیں جو آپ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہو [تاکہ ہمارے اس پر عمل کرنے کے باعث] آپ کو اس فائدہ ہو۔

[1]بخاری: (693) [2] جاہلیت کی موت مرے گا کا مطلب بیان کرتے ہوئے شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کہتے ہیں: "نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حکمران کی اطاعت اور ملت اسلامیہ سے نکل جانے والے باغیوں اور خارجیوں کے بارے میں ذکر کیا کہ جب ان میں سے کوئی مرتا ہے تو وہ جاہلیت کی موت مرتا ہے کیونکہ اہل جاہلیت میں کوئی حکمران نہیں ہوتا تھا بلکہ ہر ایک قبیلہ دوسرے قبیلے کو اپنے زیر تسلط لانے کیلیے کوشش کرتا رہتا تھا" مجموع الفتاوی: (28/487)

[3] بخاری: (7053) مسلم: (1849)

تو انہوں نے کہا: (ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام کی دعوت دی تو ہم نے آپ کی بیعت کی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے جن باتوں پر بیعت لی تھی وہ یہ تھی کہ: ہم خوش ہوں یا ناراض، آسانی ہو یا تنگی، یا ہم پر کسی اور کو ترجیح بھی دی جا رہی ہو تب بھی ہم آپ کی بات سنیں گے اور اطاعت کریں گے، نیز حکمرانوں سے قیادت چھیننے کی کوشش بھی نہیں کریں گے، الا کہ ہم بالکل واضح طور پر کفر اکبر دیکھ لیں، جس کے بارے میں ہمارے پاس اللہ تعالیٰ کی جانب سے دلیل ہو [1] "

چوتھی حدیث) پسند و ناپسند ہر حال میں حکمرانوں کی اطاعت فرض ہے: نافع رحمہ اللہ جناب عبداللہ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسلمان کو اچھا لگے یا برا لگے حکمران کی اطاعت اس پر لازمی ہے، یہاں تک کہ کسی گناہ کا حکم نہ دیا جائے، چنانچہ اگر گناہ کا حکم دیا جائے تو پھر کوئی اطاعت نہیں ہوگی[2]

(پانچویں حدیث) مظلوم ہونے کے باوجود اطاعت ضروری ہے: زید بن وہب رحمہ اللہ جناب عبداللہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا": میرے بعد کچھ ایسے امور دیکھو گے جو تمہیں ناگوار گزریں گے نیز دنیاوی امور کو ترجیح بھی دی جائے گی۔"اس پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا": اللہ کے رسول! ہم میں سے کوئی اگر وہ زمانہ پالے تو آپ اس کے لیے کیا حکم دیتے ہیں؟" تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا": تمہارے ذمے جو واجبات ہیں تم وہ ادا کرتے رہنا، اور جو تمہارے حقوق ہیں

[1]بخاری: (7056) مسلم: (1709) [2] بخاری: (7144) مسلم: (1837)

وہ اللہ تعالیٰ سے مانگنا[2] [1](چھٹی حدیث) حاکم کے ظلم کے باوجود اس کی اطاعت فرض ہے: علقہ بن وائل حضرمی اپنے والد سے بیان کرتے ہیں کہ: سلمہ بن یزید جعفی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے استفسار کیا: " اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! آپ اس بارے میں کیا حکم فرماتے ہیں کہ اگر ہم پر ایسے حاکم مسلط ہو جائیں جو ہم سے اپنے حقوق تو مانگیں اور ہمارے حقوق ادا نہ کریں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا جواب دینے سے احتراز فرمایا، انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پھر پوچھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر بھی جواب دینے سے احتراز فرمایا، پھر اس نے دوسری یا تیسری مرتبہ پوچھا تو اسے اشعث بن قیس نے کھینچ لیا، پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (پھر بھی اپنے حکمران کی بات سنو اور اطاعت کرو کیونکہ ان پر ان کا بوجھ اور تمہارے اوپر تمہارا بوجھ ہے[3] "

(ساتویں حدیث) شر کے دور میں بھی ظالم حکمران کی اطاعت لازم ہے: (حذیفہ بن یمان کہتے ہیں میں نے عرض کیا: "اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! ہم برائی میں پھنسے ہوئے تھے اللہ تعالیٰ نے ہمیں [اسلام کی صورت میں] بھلائی دی تو کیا اس بھلائی کے بعد بھی کوئی برائی ہوگی؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (ہاں(میں نے عرض کیا: کیا اس برائی کے بعد کوئی بھلائی بھی ہوگی؟

[1]اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حاکم اور رعایا کا تعلق صرف دو طرفہ حقوق اور واجبات کی ادائیگی پر ہی موقوف نہیں ہے کہ اگر ایک جانب سے ظلم ہو تو دوسری جانب بدلے میں بقدرِ ظلم واجبات ادا نہ کرے، بلکہ حکمران اور رعایا کا تعلق تب بھی قائم دائم رہے گا جب حاکم کی جانب سے ظلم ہو رہا ہو، چنانچہ حکمران کے ظلم پر صبر کر کے بھی اس کی اطاعت کرنا اس حدیث کا تقاضا ہے؛ کیونکہ اگر ایسا ہو تو پھر لاقانونیت اور انتشار پھیلنے میں دیر نہیں لگتی، اس اعتبار سے یہ معاملہ انتہائی اہمیت کا حامل ہے۔ [2] بخاری: (3603) مسلم: (1843) [3] مسلم: (1846)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (ہاں(میں نے عرض کیا: اس بھلائی کے بعد بھی کوئی برائی ہوگی؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (ہاں(میں نے کہا: وہ کیسے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا": میرے بعد ایسے حکمران ہوں گے جو

میری رہنمائی کو نہیں اپنائیں گے اور میری سنت پر کاربند نہیں ہوں گے، پھر ان میں کچھ ایسے لوگ کھڑے ہو جائیں گے جن کے دل تو شیاطین والے ہوں گے لیکن جسم انسانی ہوں گے۔"میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! اگر مجھے وہ دور مل جائے تو میں کیا کروں؟آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا": تم اپنے امیر کی اطاعت کرنا چاہے وہ تمہاری کمر پر مارے، اور تمہارا مال چھین لے، پھر بھی اس کی اطاعت کرنا اور اس کی بات سننا[1]"

آٹھویں حدیث (حکام کے باغیوں کو صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نصیحت): نافع رحمہ اللہ کہتے ہیں ": ابن عمر رضی اللہ عنہما یزید بن معاویہ کے دور حکومت میں رونما ہونے والے واقعہ حرہ کے وقت عبداللہ بن مطیع کے پاس آئے تو ابن مطیع نے کہا ابو عبدالرحمٰن [ابن عمر کی کنیت] کے لئے تکیہ رکھو، تو ابن عمر نے کہا میں آپ کے پاس بیٹھنے کے لیے نہیں آیا میں تو آپ کے پاس اس لئے آیا ہوں کہ آپ کو ایک حدیث بیان کروں یہ حدیث میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے اطاعتِ امیر سے ہاتھ نکال لیا تو وہ قیامت کے

[1]مسلم: (1847)

دن اللہ سے اس حال میں ملاقات کرے گا کہ اس کے پاس [عذر کے لیے] کوئی حجت نہ ہو گی اور جو اس حال میں مرا کہ اس کی گردن میں کسی کی بیعت نہ تھی تو وہ جاہلیت کی موت مرا[1]"

(نویں حدیث) نمازی حاکم سے بغاوت کی ممانعت: ام سلمہ کہتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا": عنقریب ایسے امیر آئیں گے جن کے خلاف شریعت اعمال کو تم پہچان لو گے اور بعض اعمال نہ پہچان سکو گے پس جس نے ان کے اعمال بد کو پہچان لیا وہ بچ گیا، اور جو ان کے برے اعمال کو برا سمجھتا رہا وہ محفوظ رہا، لیکن جو ان امور پر خوش ہوا اور تابعداری کی [وہ محفوظ نہ رہا] صحابہ نے عرض کیا ہم ان کے خلاف ہتھیار نہ اٹھائیں؟آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: (نہیں جب تک وہ نماز ادا کرتے رہیں[2]

(دسویں حدیث) اچھے اور برے حکمران کی نشانیاں: عوف بن مالک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا": آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارے حاکموں میں سے بہتر وہ ہیں جن سے تم محبت کرتے ہو اور وہ تم سے محبت کرتے ہیں اور وہ تمہارے لیے دعائے مغفرت کرتے ہیں اور تم ان کے لیے دعائے مغفرت کرتے ہو اور تمہارے برے حاکم وہ ہیں جن سے تم بغض رکھتے ہو اور وہ تم سے بغض رکھتے ہوں، تم انہیں لعنت کرو اور وہ تمہیں لعنت کریں۔عرض کیا گیا: "اللہ کے رسول! کیا ہم انہیں مسلح کاروائی سے معزول نہ کر دیں؟

[1]مسلم: (1851) [2] مسلم: (1854)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (نہیں جب تک وہ تمہارے اندر رہتے ہوئے نماز قائم کرتے رہیں اور جب تک اپنے حاکموں میں کوئی ناگوار چیز دیکھو تو اس کے اس عمل کو ناپسند کرو اور اس کی اطاعت سے ہاتھ مت کھینچو[1]

اس حوالے سے صرف اتنی ہی احادیث کافی ہیں، صرف صحیح بخاری اور مسلم میں ہی بہت سی روایات ہیں جو طوالت کے خدشے سے ذکر نہیں کر رہا، جبکہ سنن اور مسانید وغیرہ میں احادیث اس کے علاوہ ہیں۔☆☆☆

[1]مسلم: (1855)

حاملینِ فکرِ فراہی اور غامدی سے پانچ سوال: بہر حال ہم اب اصل موضوع، غامدی صاحب کے تصورِ حدیث و سنت پر گفتگو کرتے ہیں۔ ہم پہلے وضاحت کر آئے ہیں کہ اصطلاحات ہر شخص کی اپنی پنی نہیں ہوتیں، بلکہ ایک خاص عقیدہ و ایمان رکھنے والے گروہ کی ہوتی ہیں۔ اہلِ رفض و تشیع کی ایک اصطلاح ''امامت'' ہے۔ کوئی شخص یہ کہے کہ میرے نزدیک اس کا مطلب دو رکعت نماز کی امامت ہے۔ کوئی شیعہ اس شخص کی اس رائے کو تسلیم نہیں کرے گا، حالاں کہ یہ لفظ ہمارے ہاں اس معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے، لیکن اس کا عقیدۂ امامت سے کوئی تعلق نہیں ہے، کیوں کہ وہ ایک گروہ کی خاص اصطلاح ہے۔ ختمِ نبوت، اہلِ سنت کی ایک اصطلاح ہے، جس کا مفہوم واضح ہے، لیکن ایک گروہ دعویٰ کرتا ہے کہ ہم بھی ختمِ نبوت کے قائل ہیں، لیکن اس کے باوجود وہ اجرائے نبوت کے بھی قائل ہیں۔ کون مسلمان ہے، جو یہ تسلیم کرے گا کہ مرزائی واقعی ختمِ نبوت کے قائل ہیں؟ اسی طرح غامدی و اصلاحی اور فراہی کا حدیث و سنت کے بارے میں یہ کہنا کہ وہ ان کو مانتے ہیں، لیکن ان کے اُس اصطلاحی مفہوم کو ماننے کے لیے تیار نہیں ہیں جو چودہ سو سال سے حدیث و سنت کی اصطلاح کا مفہوم مسلّم چلا آ رہا ہے۔ چودہ سو سالہ مسلّمہ اصطلاحات کا ایک نیا مفہوم گھڑ کر کہتے ہیں کہ میں ''حدیث و سنت'' کو مانتا ہوں۔ یہ کس طرح صحیح ہو سکتا ہے اور کس طرح یہ تسلیم کیا جا سکتا ہے کہ وہ واقعی حدیث و سنت کو ماننے والے ہیں؟ اس لیے سب سے پہلے یہ اعتراف کر لینا چاہیے کہ وہ حدیث و سنت کے منکر ہیں اور غامدی صاحب کا یہ دعویٰ کہ میرے اور علما کے درمیان'': محض اصطلاحات کا اختلاف ہے، ورنہ حقیقت کے لحاظ سے دیکھا جائے تو میرے اور ائمہ سلف کے موقف میں سر مو فرق نہیں ہے۔[1]''

'' [1]الشریعہ'' (اپریل۲۰۰۹ء)

یہ سراسر جھوٹ ہے، بلکہ اس صدی کا سب سے بڑا جھوٹ اور اپنے کامل معنوں میں فراڈ ہے۔ اگر وہ اپنے اس دعوے میں سچے ہیں تو وہ بتلائیں کہ ''سنت'' کی یہ تعریف جو انھوں نے کی ہے'': سنت سے ہماری مراد دینِ ابراہیمی کی وہ روایت ہے جسے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تجدید و اصلاح کے بعد اور اس میں بعض اضافوں کے ساتھ اپنے ماننے والوں میں دین کی حیثیت سے جاری فرمایا ہے۔[1]''

اس میں پہلا سوال تو یہ ہے کہ ''سنت'' کا یہ مفہوم غامدی صاحب سے پہلے کسی نے بیان کیا ہے؟ اگر کیا ہے تو ثابت کریں اور اگر نہیں کیا ہے تو اس کا صاف مطلب یہی ہے کہ وہ سنت کے منکر ہیں۔ جب تک وہ سنت کے چودہ سو سالہ مسلّمہ مفہوم کے مطابق سنت کو تسلیم نہیں کریں گے، وہ سنت کو ماننے کا دعویٰ نہیں کر سکتے۔ اگر کرتے ہیں تو ان کا یہ

دعویٰ جھوٹ ہی نہیں ہے، بلکہ سراسر دجل وفریب کا مظاہرہ ہے۔ دوسرا سوال یہ ہے کہ دینِ ابراہیمی کی وہ اصل روایت کیا ہے، جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تجدید واصلاح کی اور اس میں "بعض اضافے" بھی فرمائے؟ پہلے دینِ ابراہیمی کی اصل روایت سامنے آنی چاہیے کہ وہ کیا تھی؟ پھر بتلایا جائے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں فلاں فلاں "تجدید واصلاح" یا اضافہ فرمایا۔ جب تک ان دو چیزوں کی وضاحت نہیں ہوگی، اسے "دین کی حیثیت" کس طرح دی جاسکتی ہے؟ دین تو وہ ہے جس کے دلائل کا تحریری ثبوت ہو۔ وہ تو دین نہیں ہوسکتا، جو صرف کسی ایک شخص کے ذہن میں ہو یا وہ اپنی ذہنی اختراع نکال کر کاغذ پر پھیلادے۔

[1] میزان (ص: ۱۴) طبع سوم، ۲۰۰۸ء۔

دینِ اسلام کا تحریری ثبوت قرآن اور احادیث میں موجود ہے۔ احادیث تو غامدی صاحب کے نزدیک غیر معتبر اور دفترِ بے معنی ہے۔ ہاں عرب کا بے سند جاہلی کلام ان کے نزدیک نہایت معتبر ہے۔ قرآن کے ماننے کے بھی وہ دعوے دار ہیں۔ ہمارے سوال کا جواب وہ قرآن کریم یا شعرائے عرب کے جاہلی کلام سے یا چلو تاریخ کی کسی کتاب ہی سے دے دیں۔

۳۔ اگر ان کے اور ائمۂ سلف کے درمیان کوئی اختلاف نہیں ہے تو وہ واضح کریں کہ انھوں نے بھی حدیث اور سنت کے درمیان فرق کیا ہے؟ یہ فرق سلف نے کہاں بیان کیا ہے؟ ائمۂ سلف میں کس نے کہا ہے کہ "حدیث سے عقیدہ و عمل کا اثبات نہیں ہوتا"۔ ان کے الفاظ ہیں": نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قول و فعل اور تقریر و تصویب کی روایتیں جو زیادہ تر اخبارِ آحاد کے طریقے پر نقل ہوئی ہیں اور جنھیں اصطلاح میں حدیث کہا جاتا ہے، ان کے بارے میں یہ بات بالکل واضح ہے کہ ان سے دین میں کسی عقیدہ و عمل کا کوئی اضافہ نہیں ہوتا۔۔۔ یہ چیز حدیث کے دائرے ہی میں نہیں آتی کہ وہ دین میں کسی نئے حکم کا ماخذ بن سکے۔[1]"

غامدی صاحب یا ان کے حواری بتلائیں کہ حدیث کے بارے میں یہ موقف ائمہ سلف میں سے کس کا یا کس کس کا ہے؟ خیال رہے کہ خبرِ آحاد کے بارے میں بعض فقہا نے کچھ تحفظات کا اظہار کیا ہے، لیکن اس وقت یہاں اس بحث کی گنجایش نہیں۔ غامدی صاحب نے تو یہاں اس اصطلاح کا استعمال غالباً اسی ذہنی تحفظ کے تحت کیا ہے کہ اس کی آڑ میں شاید کچھ فقہا کے حوالے پیش

[1] المیزان (ص: ٦١) س

کیے جاسکتے ہیں، لیکن مسئلہ تو ائمہ سلف کا ہے، جو لفظ غامدی صاحب نے استعمال کیا ہے۔ ائمہ سلف میں کس نے حدیث کی بابت یہ خامہ فرسائی کی ہے، جس سے دین میں حدیث کی کوئی اہمیت باقی نہیں رہتی؟ ظاہر بات ہے جب حدیث سے

کسی عقیدہ و عمل کا اضافہ نہیں ہوتا اور وہ دین میں کسی نئے حکم کا ماخذ نہیں بن سکتی تو پھر حدیثِ رسول کی کیا اہمیت باقی رہ جاتی ہے؟

۴۔ علاوہ ازیں "نئے حکم" کا کیا مطلب؟ یہ ان کے اسی گمراہ کن نظریے کا غماز ہے کہ حدیثِ رسول سے قرآن کے عموم کی تخصیص نہیں ہو سکتی، جب کہ ائمہ سلف، محدثین، فقہائے اُمت؛ سب حدیثِ رسول کو قرآن کا مخصص، یعنی دینی حکم تسلیم کرتے ہیں، لیکن یہ صاحب اس تخصیص کو قرآن میں تغیر و تبدل سے تعبیر کر کے بظاہر قرآن کی عظمت کا اظہار کرتے ہیں، لیکن در حقیقت قرآن کے بیان کردہ منصبِ رسالت (مُبَیِّن) کا انکار کر کے قرآن کا انکار کرتے ہیں۔ ہمارا اس گروہ سے سوال ہے کہ ائمہ سلف نے قرآن کے عموم میں تخصیص کو تخصیص ہی کہا ہے یا بعض نے اس کے لیے نسخ کا لفظ استعمال کیا ہے، لیکن مراد ان کی بھی اس لفظ سے اصطلاحی نسخ نہیں، بلکہ تخصیص ہی ہے، لیکن کیا ائمہ سلف میں سے کسی امام، محدث اور فقیہ نے یہ کہا ہے کہ یہ نیا حکم ہے جو قرآن سے الگ یا زائد علی القرآن یا قرآن میں تغیر و تبدل ہے؟ لیکن غامدی صاحب کے نزدیک یہ تخصیص، قرآن میں تغیر و تبدل ہے، جس کا حق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی نہیں ہے۔[1]

[1] برہان (ص: ۵۲) طبع پنجم، فروری ۲۰۰۸ء۔

۵۔ علاوہ ازیں یہ گروہ "سنت، سنت" کی بڑی رٹ لگاتا ہے، جس سے اس کا مقصود یہ تاثر دینا ہوتا ہے کہ حدیث گو ان کے نزدیک غیر معتبر ہے، لیکن سنت کی ان کے ہاں بڑی اہمیت ہے، لیکن اول تو حدیث و سنت میں یہ فرق ہی خانہ ساز ہے، کسی امام، محدث یا فقیہ نے ایسا نہیں کہا ہے۔ ان کے نزدیک حدیث اور سنت مترادف اور ہم معنی ہے، جو چیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول، عمل اور تقریر سے ثابت ہے، وہ دین میں حجتِ قاطع ہے، اسے حدیث کہہ لیں یا سنت، یہ ایک ہی بات اور ایک ہی حقیقت کے دو نام ہیں۔ پیغمبر کی راہنمائی اور عمل، سنت ہے نہ کوئی قابلِ عمل چیز۔۔۔، غامدی ذہن کی فلسفیانہ اُبکائی: لیکن یہ گروہ بظاہر "سنت" کی "اہمیت" کا قائل ہے، لیکن سنت کے بارے میں بھی ذرا ان کا موقف ملاحظہ ہو": دوسرا اصول یہ ہے کہ سنت کا تعلق تمام تر عملی زندگی سے ہے، یعنی وہ چیزیں جو کرنے کی ہیں۔ علم و عقیدہ، تاریخ، شانِ نزول اور اس طرح کی دوسری چیزوں کا سنت سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ سنت کا لفظ ہی اس سے ابا کرتا ہے کہ ایمانیات کی قسم کی کسی چیز پر اس کا اطلاق کیا جائے۔ للذا علمی نوعیت کی کوئی چیز بھی سنت نہیں ہے، اس کا دائرہ کرنے کے کام ہیں، اس دائرے سے باہر کی چیزیں اس میں کسی طرح شامل نہیں کی جا سکتیں۔[1]" آگے سنیے! آگے چل کر سنت کا تعلق، عملی زندگی سے بھی ختم، پہلے اس کا

[1] میزان (ص: ۵۸)

دائرہ کرنے کے کام تک محدود بتلایا، اب اس کا بھی انکار۔ ملاحظہ فرمایئے": وہ چیزیں بھی سنت نہیں ہو سکتیں، جو نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کی راہنمائی کے لیے انھیں بتائی تو ہیں، لیکن اس راہنمائی کی نوعیت ہی پوری قطعیت کے ساتھ واضح کر دیتی ہے کہ انھیں سنت کے طور پر جاری کرنا آپ کے پیشِ نظر ہی نہیں ہے۔ اس کی ایک مثال نماز میں قعدے کے اذکار ہیں۔" روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے لوگوں کو تشہد اور درود بھی سکھایا ہے اور اس موقع پر کرنے کے لیے دعاؤں کی تعلیم بھی دی ہے، لیکن یہی روایتیں واضح کر دیتی ہیں کہ ان میں سے کوئی چیز بھی نہ آپ نے بطورِ خود اس موقع کے لیے مقرر کی ہے اور نہ سکھانے کے بعد لوگوں کے لیے اسے پڑھنا لازم قرار دیا ہے۔" یہ پسندیدہ اذکار ہیں اور ان سے بہتر کوئی چیز تصور نہیں کی جا سکتی، لیکن اس معاملے میں آپ کا طرزِ عمل صاف بتاتا ہے کہ آپ لوگوں کو کسی بات کا پابند نہیں کرنا چاہتے، بلکہ انھیں یہ اختیار دینا چاہتے ہیں کہ وہ آپ کی سکھائی ہوئی یہ دعائیں بھی کر سکتے ہیں اور ان کی جگہ دعا و مناجات کے لیے کوئی اور طریقہ بھی اپنا سکتے ہیں۔ للذا سنت صرف یہی ہے کہ ہر نماز کی دوسری اور آخری رکعت میں نماز پڑھنے والا دوزانو ہو کر قعدے کے لیے بیٹھے۔ اس کے علاوہ کوئی چیز بھی اس موقعے پر سنت کی حیثیت سے مقرر نہیں کی گئی۔[1]"

دیکھا آپ نے اس اقتباس میں غامدی صاحب اصل شارع کے روپ

[1] میزان (ص: ٦٠)

میں فیصلہ فرما رہے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قعدۂ نماز میں فلاں چیز ضروری اور فلاں چیز غیر ضروری ہے۔ دلیل کیا ہے؟ صرف غامدی صاحب کے ذہنی تحفظات، یا ذہنی اُپج، یا اختراعات! ورنہ حدیث میں تو کوئی اشارات ایسے نہیں ہیں، جن کی بنیاد پر یہ دعویٰ کیا جا سکے کہ ان کی حیثیت صرف راہنمائی کی ہے، یہ سنت نہیں ہے۔ یعنی راہنمائی سنت سے الگ چیز ہے۔ پھر اگر پیغمبر کی راہنمائی سنت نہیں ہے تو سنت کیا ہے؟ اور وہ پیغمبر ہی کیا ہے، جس کی راہنمائی (سنت) کوئی قابلِ عمل چیز ہی نہیں ہے؟! یہ فلسفہ بھی خوب ہے: "آپ نے تشہد اور درود سکھایا ہے، اس موقع کے لیے دعائیں بھی بتلائی ہیں، لیکن آپ نے ان کا پڑھنا لازم نہیں کیا ہے۔" سبحان اللہ! کیا آپ کا نماز میں ان کا پڑھنا اور صحابہ کو پڑھنے کا حکم دینا، امت کے لیے ان پر عمل کرنے کے لیے کافی نہیں ہے؟ مزید ستم ظریفی: "یہ آپ کے پسندیدہ اذکار ہیں اور ان سے بہتر کوئی چیز تصور نہیں کی جا سکتی، لیکن آپ کسی بات کا پابند نہیں کرنا چاہتے، بلکہ یہ اختیار دینا چاہتے ہیں کہ وہ آپ کی سکھائی ہوئی دعائیں بھی کر سکتے ہیں اور ان کی جگہ دعا و مناجات کے لیے کوئی اور طریقہ بھی اپنا سکتے ہیں۔" لیکن یہ اختیار والی بات آپ کے کس طرزِ عمل سے جناب غامدی صاحب کو معلوم ہوئی ہے؟ اس کی دلیل کیا ہے؟ ورنہ اس اعتراف کے باوجود کہ "یہ اذکار نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پسندیدہ ہیں۔ نیز ان سے بہتر کوئی چیز تصور نہیں کی جا سکتی۔" کون بدبخت مسلمان ایسا ہو گا کہ وہ ان کو چھوڑ کر دعا و مناجات کا اپنا طریقہ اختیار کرے گا؟ اور زبانِ رسالت سے نکلے ہوئے مبارک الفاظ کی جگہ اپنے الفاظ میں دعا کرنا پسند کرے گا؟ یہ تو

غامدی صاحب ہی کا حوصلہ یاان کی جسارت بے جا ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے اور دعائیہ کلمات کے مقابلے میں ہر کہ ومہ کو اپنا طریقہ اور خود ساختہ دعائیہ کلمات اپنانے کی اجازت اور ترغیب دے رہے ہیں۔ (کَبُرَتْ کَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ اِنْ یَّقُوْلُوْنَ اِلَّا کَذِبًا} [الکھف: ۵)

اہلِ اسلام کے نزدیک حدیث وسنت کا مفہوم اور غامدی صاحب کا مفہوم: غامدی صاحب کے اندر اس شوخ چشمانہ جسارت کا حوصلہ کیوں پیدا ہوا؟ اس لیے کہ وہ آپ کے طریقے اور عمل کو "سنت" سمجھنے کے لیے تیار نہیں، چناں چہ ان کے ٹیپ کا بند ملاحظہ فرمائیں": لہٰذا سنت صرف یہی ہے کہ ہر نماز کی دوسری اور آخری رکعت میں نماز پڑھنے والا دوزانو ہو کر قعدے کے لیے بیٹھے، اس کے علاوہ کوئی چیز بھی اس موقع پر سنت کی حیثیت سے مقرر نہیں کی گئی۔" ہم نے الحمد للہ مکمل اقتباس دے کر اس کے مختلف ٹکڑوں کی وضاحت کی ہے، اس میں کمی بیشی نہیں کی ہے، تاکہ ان کا حلقۂ ارادت یا وہ خود یہ نہ کہہ سکیں کہ سیاق وسباق کو حذف کر کے ان کے مفہوم یا الفاظ کو غلط رنگ میں پیش کیا گیا ہے۔ ہم نے ایسا کیا ہے نہ ہم ایسا کرنا جائز ہی سمجھتے ہیں۔ یہ علمی بددیانتی ہے، جو اہلِ علم کے شایان نہیں، بلکہ ہم تو یہاں تک کہتے ہیں کہ غامدی صاحب یا ان کے "استاذ امام" کے "منصوص کلمات" کی شرح وتوضیح میں بھی کوئی تجاوز ایسا ہوا ہو کہ بات " توجیہ القول بما لا یرضیٰ بہ القائل " کے درجے تک پہنچ گئی ہو تو ہمیں ان شاء اللہ اس پر بھی معذرت کرنے میں کوئی تأمل نہیں ہوگا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ استاذ اور شاگرد؛ ان دونوں حضرات نے اپنی گمراہی

کا اظہار اور سلف کی راہِ ہدایت سے ہٹ کر زیغ وضلال کی راہ نوردی اتنے واشگاف الفاظ میں اور اتنی بے باکی اور بلند آہنگی سے کی ہے کہ ان کی عبارتوں کو توڑ مروڑ کر پیش کرنے کی ضرورت ہی نہیں ہے، وہ اپنے مفہوم میں بالکل واضح ہیں اور چیخ چیخ کر کہہ رہی ہیں کہ ہمارا نظریہ حدیث وسنت وہ نہیں ہے جو چودہ سو سال سے اُمتِ مسلمہ میں مسلّمہ چلا آرہا ہے، بلکہ امت کے ائمہ سلف، علما وفقہا اور محدثین کو حدیث وسنت کا نہ مفہوم سمجھ میں آیا ہے اور نہ وہ ان کے مقام ومرتبے ہی کو پہچان سکے ہیں، بلکہ چودہ سو سال کے بعد یہ "سعادت" تو امامِ اول فراہی صاحب کو، دوسرے نمبر پر "امامِ ثانی" اصلاحی صاحب کو اور "امامِ ثالث" غامدی صاحب اور اُن کے ہمنواؤں کو حاصل ہوئی ہے عیہ نصیب اللہ اکبر لوٹنے کی جائے ہے! اور حدیث کا وہ مقام جو ان کی سمجھ میں آیا ہے کہ یہ باسند سلسلۂ روایات غیر معتبر اور ثانوی اہمیت کا حامل ہے اور قرآن فہمی میں بے سند شعرائے عرب کا جاہلی کلام یا پھر تحریف شدہ تورات وانجیل وغیرہ کو سب سے زیادہ اہمیت حاصل ہے۔ اس طرفہ تماشے کے باوجود دعویٰ یہ ہے کہ ہمارے اور ائمۂ سلف کے درمیان سر مو فرق نہیں ہے۔ صرف اصطلاحات کا فرق ہے۔ یہ گویا اپنے سوا سب کو بے وقوف سمجھنے والی بات ہے۔ محترم! اصطلاحات کا فرق ہی تو اختلاف کی اصل بنیاد ہے۔ جب ائمہ سلف کے نزدیک حدیث وسنت کا مفہوم کچھ اور ہے، جس کی رُو سے ایک تو حدیث وسنت ایک ہی چیز کا نام ہے۔ دوسرے، سارے دین کی بنیاد حدیث ہے اور اس کے بغیر نہ قرآن کو سمجھا جاسکتا ہے اور نہ قرآن پر عمل ہی کیا جاسکتا ہے۔ نیز تمام احادیثِ صحیحہ حجتِ شرعیہ اور ماخذِ شرعی ہیں۔ احادیث

جس طرح قرآن کے اجمالات کی شرح و توضیح کرتی ہیں، اسی طرح قرآن کے عمومات کی تخصیص بھی کرتی ہیں۔ علاوہ ازیں لغت یا عرب شعرا کے کلام سے حسبِ ضرورت استفادہ واستشہاد تو کیا جا سکتا ہے، لیکن اسے قرآن فہمی میں اصل اہمیت اور اصل بنیاد نہیں بنایا جا سکتا۔ اصل بنیاد تو صحیح احادیث، آثارِ صحابہ اور سلف کی تعبیر ہے۔ جو تفسیر اس طریقۂ ماثور سے ہٹ کر ہوگی، وہ قرآن کی تفسیر نہیں، قرآن کے نام پر اسی طرح گمراہی ہے، جیسے: سر سید کی تفسیر یا پرویز کی تفسیر گمراہیوں کا مجموعہ ہے۔ اور "تدبرِ قرآن" بھی اسی سلسلۃ الضلال کی ایک کڑی ہے اور رجم کا بطورِ حد انکار ام الضلال ہے، جو "تدبرِ قرآن" میں بڑے شدّ ومد سے کیا گیا ہے۔ جب کہ غامدی صاحب کی اصطلاح میں سنت وحدیث کا مفہوم مذکورہ مفہوم سے یکسر مختلف ہے۔ ان کے نزدیک حدیث، اول تو معتبر ذرائع سے ثابت نہیں، اگر کوئی ثابت ہو جائے تو اس کی کوئی حیثیت نہیں، اس سے کوئی عقیدہ و عمل ثابت نہیں ہوتا۔ اسی طرح سنت ہے، وہ بھی ان کے نزدیک تعداد میں چند ہی ہیں، اس لیے کہ سنت سے مراد نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث نہیں ہے، جو سات، آٹھ ہزار کی تعداد میں صحیحین (بخاری و مسلم) میں ہیں اور ایک معقول تعداد سننِ اربعہ اور دیگر بعض کتبِ حدیث میں ہے۔ ائمہ سلف اور محدثین کے نزدیک ان میں موجود تمام صحیح احادیث دین ہیں اور ان سے ثابت شدہ احکام اسی طرح قابلِ عمل ہیں، جس طرح قرآنی احکام ہیں۔ غامدی صاحب کے نزدیک سنت "دینِ ابراہیمی کی وہ روایت ہے جسے نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تجدید واصلاح کے بعد اور اس میں بعض اضافوں کے ساتھ اپنے ماننے والوں میں دین کی حیثیت سے جاری فرمایا ہے۔" (میزان، ص: ۱۴) سنت کی یہ تعریف ائمہ سلف کی تعریف سے یکسر مختلف اور نہایت مبہم ہے۔

اس تعریف کی رُو سے نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم صاحبِ شریعت پیغمبر تو نہیں رہتے، صرف دینِ ابراہیمی کے مجدد اور مصلح قرار پاتے ہیں۔ ثانیاً: دینِ ابراہیمی کی روایات کیا ہیں؟ ان کا ماخذ کیا ہے؟ ہماری احادیث یا سنتیں تو الحمد للہ مذکورہ چھے کتابوں اور کچھ ان کے علاوہ بھی دیگر کتبِ حدیث میں مدون اور محفوظ ہیں، لیکن غامدی صاحب کی مفروضہ یا موہومہ سنتیں اگر دیکھنی ہوں تو وہ کون سی کتاب ہے، جس میں ان کو ملاحظہ کیا جا سکے؟ ان کی تعداد بھی ماشاء اللہ انھوں نے متعین کی ہوئی ہے، وہ تقریباً ۲۷ ہیں۔

ان کے نام بھی انھوں نے "میزان" میں لکھے ہیں، یعنی ان کی مکمل فہرست درج کی ہے۔ ملاحظہ فرمائیں: عبادات میں:

1. نماز۔

2. زکات اور صدقۂ فطر

3. روزہ واعتکاف۔

4. حج وعمرہ۔

5. قربانی اور ایامِ تشریق کی تکبیریں۔

معاشرت میں:

1. نکاح وطلاق اور ان کے متعلقات۔

2. حیض و نفاس میں زن و شوہر کے تعلق سے اجتناب۔

خور و نوش میں:

1. سور، خون، مردار اور خدا کے سوا کسی اور کے نام پر ذبح کیے گئے جانور کی حرمت۔

2. اللہ کا نام لے کر جانوروں کا تزکیہ۔

رسوم و آداب میں:

1. اللہ کا نام لے کر اور دائیں ہاتھ سے کھانا پینا۔

2. ملاقات کے موقعے پر السلام علیکم اور اس کا جواب۔

3. چھینک آنے پر ''الحمد للہ'' اور اس کے جواب میں ''یرحمک اللہ''

4. نومولود میں دائیں کان میں اذان اور بائیں میں اقامت۔

5. مونچھیں پست رکھنا۔

6. زیرِ ناف کے بال کاٹنا۔

7. بغل کے بال صاف کرنا۔

8. بڑھے ہوئے ناخن کاٹنا۔

9. لڑکوں کا ختنہ کرنا۔

10. ناک منہ اور دانتوں کی صفائی ۔

11. استنجا۔

12. حیض و نفاس کے بعد غسل۔

13. غسلِ جنابت۔

14. میت کا غسل ۔

15. تجہیز و تکفین ۔

16. تدفین ۔

17. عید الفطر۔

18. عید الاضحیٰ۔

اس فہرست پر نظر ڈالیں تو آپ دیکھیں گے کہ سوائے ایک آیتِ قرآنی : (حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ } [المائدة: ٣) کے ترجمے کے، سب وہ احکام ہیں جو احادیث کی کتابوں میں درج ہے، حالاں کہ یہ کتابیں ان کے نزدیک غیر معتبر ہیں، علاوہ ازیں احادیث کی ان کتابوں میں یہ سارے احکام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان فرمودہ ہیں۔

ان میں سے کسی ایک حکم کی بابت بھی یہ وضاحت نہیں ہے کہ یہ دینِ ابراہیمی کی وہ روایات ہیں، جن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اصلاح و تجدید یا اضافہ کر کے دین کے طور پر جاری فرمائی ہیں۔ آخر اس دعوے کی دلیل سوائے ایک شخص کی ذہنی اپج یا دماغی اختراع کے کیا ہے ؟ان میں سے بیشتر احکام تو وہ ہیں، جو ہر نبی کی شریعت میں رہے ہیں، جس کی صراحت خود قرآن میں موجود ہے : (شَرَعَ لَكُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا وَصّٰى بِهٖ نُوْحًا وَّالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهٖٓ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيْسٰٓى اَنْ اَقِيْمُوا الدِّيْنَ } (الشوریٰ: ١٣) ”تمھارے لیے وہی دین اللہ نے مقرر کیا ہے، جس کا حکم اس نے نوح کو دیا اور وہ جس کی وحی ہم نے آپ کی طرف کی اور وہ جس کا حکم ہم نے ابراہیم، موسیٰ اور عیسیٰ کو دیا کہ تم دین کو قائم کرو۔“ اس آیت سے واضح ہوا کہ چند جزوی مسائل کے علاوہ تمام انبیا کا دین ایک ہی رہا ہے اور وہ ”الاسلام“ ہی ہے تو کیا مذکورہ احکام دیگر انبیا کے دین میں نہیں رہے ہوں گے ؟

ان سنتوں کا آغاز تو پھر حضرت نوح سے یا حضرت آدم سے کرنا چاہیے، قربانی اور تدفین وغیرہ کا ذکر تو حضرت آدم سے بھی ملتا ہے۔ پھر ان احکام کو دینِ ابراہیمی کی روایات کیوں کر کہا جا سکتا ہے ؟ان سب سوالات کا جواب غامدی صاحب کے ذمے ہے۔

فتنہ کی علامتیں

1۔ پہلی علامت : لوگوں کا عبادت سے منحرف ہونا

2: ۔فتنہ کی سب سے پہلی نشانی انسانوں کا اللہ تعالیٰ کی عبادت سے روگردانی کرنا ہے،اس لئے کہ جب فتنہ کی آگ دل میں لگی ہوئی ہو تو لوگوں کیلئے اللہ تعالیٰ کی عبادت میں، جس کے لئے وہ پیدا کئے گئے ہیں، کوئی لذت باقی نہیں رہتی۔

اگر کوئی عبادت بھی کرے تو وہ اس کی روح سے خالی رہتی ہے۔جب کہ ایک مومن اللہ تعالیٰ کی عبادت کے بغیر اسی طرح تڑپتا ہے جیسے مچھلی پانی کے بغیر اور جاندار ہوا اور آکسیجن کے بغیر۔اور حقیقت یہ ہے اطمینان وسکون کی دولت اللہ کی یاد سے ہی نصیب ہتی ہے۔فرمان الٰہی ہے : ﴿أَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ﴾ (الرعد :28)

ترجمہ : آگاہ رہئے کہ اللہ کی یاد ہی سے دلوں کو اطمینان ملتا ہے۔لیکن جب فتنہ کی آگ دلوں میں بھڑک رہی ہو تو انسان اللہ کو بھول کر دن اور رات بیکار کی بحثوں، سیاسی باتوں، فیس بک، ٹویٹر، گوگل، واٹس اپ اور ان جیسے دیگر غیر ضروری امور میں گھنٹوں اپنے شب وروز کو تباہ وبرباد کرتا ہے، خبروں کے نام پر دن بھر TV سے چپکا رہتا ہے، لیکن اللہ کی عبادت کیلئے اسکا پل پل بھاری ہو جاتا ہے۔جسکا مشاہدہ آج کل عموما کیا جاتا ہے۔

2۔اضطراب وتشویش کے اس دور میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کی فضیلت واہمیت بھی بڑھ جاتی ہے،اس لئے کہ جو چیز جس قدر کم ہو جاتی ہے تو اسی قدر اس کی قیمت بھی بڑھ جاتی ہے، جیسا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے :عِبَادَةٌ فِي الْهَرْجِ كَهِجْرَةٍ إِلَيَّ۔(طبرانی 20/ 213وصححه الألبانی فی صحیح الجامع3974:)

ترجمہ : قتل وغارت گری (فتنہ) کے زمانے میں عبادت کرنے کا ثواب میرے دور میں مدینہ منورہ ہجرت کرکے آنے کے برابر ہے۔

3۔اور نیک بخت کی یہ پہچان بتائی گئی ہے کہ وہ فتنوں سے دور رہتا ہے۔جیسا کہ حدیث میں ہے": إِنَّ السَّعِيْدَ لَمَنْ جُنِّبَ الْفِتَنَ" (ابو داؤد :4263 وصححه الألبانی فی الصحیحة975:) ترجمہ : نیک بخت وہ ہے جو فتنوں سے کنارہ کش رہا۔

4۔عبادات میں بالخصوص نماز کا سب سے اونچا مقام ہے،اس لئے کہ اس کے ذریعے سے ایک مومن فتنوں میں مبتلا ہونے سے محفوظ ہو جاتا ہے۔عن أم سلمة رضي الله عنها زَوْجُ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم إِنَّهَا قَالَتْ : إِسْتَيْقَظَ رسول الله صلى الله عليه وسلم لَيْلَةً فَزِعًا يَقُوْلُ : سُبْحَانَ اللّٰهِ ! مَا أَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ الْخَزَائِنِ، مَاذَا أَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ الْفِتَنِ، مَنْ يُوْقِظُ صَوَاحِبَ الْحُجُرَاتِ يُصَلِّيْنَ (يعني أَزْوَاجَهُ) رُبَّ كَاسِيَةٍ فِي الدُّنْيَا عَارِيَةٍ فِي الْآخِرَةِ(بخاری 1126۔115 7069۔6218۔5844۔

ترجمہ : سیدہ اُم سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک رات رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم گھبرائے ہوئے نیند سے بیدار ہوئے اور فرمایا: اللہ کی ذات پاک ہے ! اللہ تعالیٰ کتنے خزانے اتارے ہیں اور (اسی کے ساتھ) اللہ تعالیٰ نے کتنے فتنے بھی نازل کئے۔کون ہے جو کمرہ والیوں (ازواج مطہرات) کو نماز کے لئے بیدار کرے ؟ کتنی ہی ایسی

عورتیں جو دنیا میں صاحب لباس ہیں آخرت میں بے لباس ہوں گی۔اس حدیث سے معلوم ہوا کہ دور فتن میں تمام عبادات بالخصوص نماز ایک ایسی عبادت ہے جسکے ذریعے مسلمان فتنوں سے دور رہتا ہے۔

5۔ بَادِرُوْا بِالْأَعْمَالِ فِتَنٌ كَقَطَعِ اللَّيْلِ الْمُظْلِمِ۔(مسلم عن أبی ہریرۃ رضی اللہ عنہ118)

ترجمہ: ان فتنوں کے ظہور پذیر ہونے سے پہلے اعمال صالحہ میں جلدی کرو، جو تاریک رات کے ٹکڑوں کی طرح سیاہ در سیاہ ہو گی۔

6۔ظالم حکمرانوں کا ظلم بھی ایک طرح کا فتنہ ہے اور اس فتنہ سے نبرد آزما ہونے کا موئثر ترین ذریعہ اللہ تعالیٰ کے سامنے رونا، گڑگڑانا اور تضرع وآہ وزاری کرنا ہے۔ جیسا کہ سید التابعین امام حسن بصری رحمہ اللہ نے اس کی تلقین ان لوگوں کو کی جو حجاج بن یوسف کے ظلم کا مقابلہ اپنی تلواروں سے کرنا چاہتے تھے۔ قَالَ الْحَسَنُ الْبَصْرِيُّ : يَا أَيُّهَا النَّاسُ ! إِنَّهُ مَا سَلَّطَ اللّٰهُ الْحَجَّاجَ عَلَيْكُمْ إِلَّا عُقُوْبَةً فَلَا تُعَارِضُوْا عُقُوْبَةَ اللّٰهِ بِالسَّيْفِ وَلٰكِنْ عَلَيْكُمْ بِالسَّكِيْنَةِ وَالتَّضَرُّعِ فَإِنَّ اللّٰهَ يَقُوْلُ : ﴿وَلَقَدْ أَخَذْنَاهُمْ بِالْعَذَابِ فَمَا اسْتَكَانُوْا لِرَبِّهِمْ وَمَا يَتَضَرَّعُوْنَ﴾ (المؤمنون 76:)

ترجمہ: امام حسن بصری رحمہ اللہ نے فرمایا: اے لوگو! اللہ تعالیٰ نے حجاج بن یوسف کو تم پر بطور سزا مسلط کیا ہے، اللہ کی سزا کا تلوار سے مقابلہ نہ کرو، بلکہ تم عاجزی اور گریہ وزاری کو اپنالو، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: اور ہم نے انہیں عذاب میں گرفتار کیا، لیکن وہ اپنے رب کے سامنے نہیں جھکے اور نہ وہ گریہ وزاری کرتے ہیں۔

7۔ تَكُوْنُ فِتَنٌ لَا يُنْجِيْ مِنْهَا إِلَّا دُعَاءٌ كَدُعَاءِ الْغَرِيْقِ " (ابن أبي شيبة 7:/531۔حاکم 1:/687)

ترجمہ :ایسے فتنے اٹھیں گے کہ جن سے نجات پانے کا واحد ذریعہ اللہ کے آگے اسطرح گڑگڑا کر دعائیں مانگنا ہے، جیسے کہ ڈوبتا ہوا شخص مانگتا ہے۔

2۔دوسری علامت: علم اور علماء سے عدم رغبت فتنہ کی علامتوں میں سے ایک بہت بڑی علامت، علمی مجلسوں اور علماء کی صحبت، دین اور شرعی احکام سے لوگوں کی عدم رغبت ہے۔اس لئے کہ جب دل مشغول ہوں ہوں گے اور اس میں فتنوں کی آگ بھڑک رہی ہو گی تو دل تحصیل علم کیلئے فارغ نہیں ہوتا اور نہ ہی علماء کی صحبت پر آمادہ ہوتا ہے، بلکہ علماء کی شان میں گستاخی، انہیں ذلیل سمجھنے، ان کی ناقدری کرنے، انکی عزتوں پر حملے کرنے اور انکی غیبت کرنے پر آمادہ کرتا ہے۔حالانکہ علماء کی عزت اور تکریم دینی واجبات میں سے ایک ہے۔رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

1: ۔ "لَيْسَ مِنَّا مَنْ لَّمْ يَرْحَمْ صَغِيْرَنَا وَلَمْ يُوَقِّرْ كَبِيْرَنَا وَيَعْرِفْ لِعَالِمِنَا حَقَّهُ"(احمد 22755. : حاکم :1/211۔ صحیح الجامع 1:/ 211عن عبادة الصامت۔ **حسن مسند البزار کی روایت میں "وَيَفِ لِعَالِمِنَا "**)

کے الفاظ بھی آئے ہوئے ہیں۔ترجمہ : وہ ہم مسلمانوں میں سے نہیں جس نے ہمارے چھوٹے پر رحم نہیں کیا،اور بڑے کا احترام نہیں کیا۔

اور ہمارے عالم کا حق نہیں پہچانا۔ایک روایت میں ہے کہ : ہمارے عالم کا پاس ولحاظ نہیں کیا۔عموماً دیکھا جاتا ہے اگر علماء کرام ایسی باتیں کہیں جو عوام کی خواہشات کے موافق نہیں ہوتیں تو وہ نہ صرف علمائے کرام کی بے عزتی پر اتر آتے ہیں بلکہ انہیں مختلف طریقوں سے ہراساں کرتے، دھمکیاں دیتے، ان پر کسی کا ایجنٹ ہونے، دین میں مداہنت کا الزام لگاتے ہیں، ان کے ساتھ گالی گلوچ بلکہ بسا اوقات ان کے ساتھ مار پیٹ کرنے سے بھی نہیں چوکتے۔اور ایک ایسا ہی واقعہ امام حسن بصری رحمہ اللہ کے ساتھ بھی پیش آیا تھا:

2۔جب عبدالرحمٰن بن اشعث کا فتنہ اٹھا تو اس فتنے میں بہت سے حفاظ قرآن شامل ہوگئے اور وہ سید التابعین امام حسن بصری رحمہ اللہ کے پاس آکر کہنے لگے ": مَاتَقُوْلُ فِيْ هٰذِهِ الطَّاغِيَةِ الَّذِيْ أَكَلَ مَالَ الْحَرَامَ وَسَفَكَ الدَّمَ الْحَرَامَ وَتَرَكَ الصَّلَاةَ وَفَعَلَ وَفَعَلَ۔ فَقَالَ الْحَسَنُ: أَرَى أَلَّا تُقَاتِلُوْهُ فَإِنَّهَا إِنْ تَكُنْ عُقُوْبَةً مِّنَ اللّٰهِ تَعَالىٰ فَمَا أَنْتُمْ بَرَادِّيْ عُقُوْبَةَ اللّٰهِ بِأَسْيَافِكُمْ، وَأَنْ يَكُنْ بَلَاءً فَاصْبِرُوْا حَتّٰى يَحْكُمُ اللّٰهُ وَهُوَ خَيْرُ الْحَاكِمِيْنَ۔ فَخَرَجُوْا مِنْ عِنْدِهِ وَهُمْ يَقُوْلُوْنَ أَنُطِيْعُ هٰذَا الْعِلْجَ؟الطبقات الکبری لإبن سعد : 163/7۔ الأسماء والکنٰی للدولابی 3:/ 1035 تاریخ دمشق 12:/ 178

ترجمہ : آپ اس طاغوت (حجاج بن یوسف) کے متعلق کیا فرماتے ہیں جس نے خونِ ناحق بہایا اور ظلم سے مال حاصل کیا اور نماز چھوڑ دیا اور فلاں فلاں کام کیا؟ تو آپ نے جواب دیا : میری رائے یہ ہے کہ تم اس سے جنگ نہ کرو۔اس لئے کہ حجاج کا تم پر مسلط ہونا اگر اللہ تعالیٰ کی جانب سے سزا ہے تو پھر تم اللہ کے عذاب کو اپنی تلوار سے پھیر نہیں سکتے۔اگر یہ ایک مصیبت ہے تو پھر اللہ کے فیصلے تک صبر کرو اور وہ بہترین فیصلہ کرنے والا ہے۔یہ سننا تھا تو لوگ ان کے پاس سے یہ کہتے ہوئے بھاگ کھڑے ہوئے : کیا اس جنگلی گدھے کی ہم بات مانیں گے ؟ پھر نتیجہ کیا نکلا؟ یہ سب کے سب حجاج کی فوجوں کا لقمہ بن کر دوسروں کے لئے عبرت و موعظت کی داستان رقم کر گئے۔

3۔ حقیقت یہ ہے کہ علماء کا عدم احترام اور انکی غیبت ایک ایسی وبا ہے اکثر لوگ اس کا شکار ہیں جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان کو قساوت قلبی کے عذاب میں مبتلا کر دیا ہے۔جیسا کہ حافظ ابن عساکر رحمہ اللہ فرماتے ہیں": إِعْلَمْ يَا أَخِيْ ! إِنَّ لُحُوْمَ الْعُلَمَاءِ مَسْمُوْمَةٌ، وَعَادَةُ اللّٰهِ فِيْ هَتْكِ مُنْتَقِصِيْهِمْ مَعْلُوْمَةٌ، وَإِنَّ مَنْ أَطْلَقَ لِسَانَهُ فِي الْعُلَمَاءِ بِالثَّلْبِ بَلَاهُ اللّٰهُ قَبْلَ مَوْتِهِ بِمَوْتِ الْقَلْبِ"۔ترجمہ : اے میرے بھائی ! یہ بات اچھی طرح جان لو کہ علماء کے گوشت زہریلے ہوتے ہیں اور ان لوگوں کی شان میں گستاخی کرنے والوں کے متعلق اللہ تعالیٰ

کا دستور سبھی جانتے ہیں۔ جو شخص اپنی زبان سے علمائے کرام کو تکلیف پہنچاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسکی موت سے قبل اسکے دل کو مردہ کر دیتا ہے۔

3۔ تیسری علامت: نادانوں کی چودھراہٹ ایسے نوجوان جن کا نہ تو دین پختہ ہے اور نہ عقل، اور جو جذبات و عواطف کی مخلوق ہیں، جو چلنے کی جگہ پر بہنے لگتے ہیں اور رُکنے کی جگہ پر گر پڑتے ہیں۔ جن کے پاس نہ علم ہے، نہ دین کی سمجھ اور تجربہ۔ جو بے تکی باتوں پر احکام صادر کرتے ہیں اور افواہوں پر بھروسہ کر لیتے ہیں اور فتوی دینے میں نہایت جری ہوتے ہیں۔ ان لوگوں کی پہچان نہ علم سے ہے اور نہ ہی حلم سے۔ ان کا جوش وجذبہ انہیں فتنے کی طرف کھینچ لاتا ہے اور وہ اپنے جوش وجنوں اور ظاہری شکل وصورت سے اچھے اچھے لوگوں کو اپنے دام فریب میں گرفتار کر لیتے ہیں۔ اور اسی طرح کے نادانوں کے متعلق اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے : ﴿وَاتَّقُوْا فِتْنَةً لَّا تُصِيْبَنَّ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنكُمْ خَآصَّةً﴾ (الأنفال 25): **ترجمه** : اور تم لوگ ایسے فتنہ سے بچتے رہو جس کا اثر تم میں سے صرف ظالموں تک ہی محدود نہیں رہے گا۔ ایسے سر پھرے نوجوان جب فتنوں کے سر براہ بن جائیں تو پھر عقل مندوں کی ان کے سامنے ایک نہیں چلتی اور وہ سب ان کے آگے عاجز ودرماندہ رہ جاتے ہیں۔ جیسا کہ شیخ الإسلام امام إبن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں ": وَالْفِتْنَةُ إِذَا وَقَعَتْ عَجَزَ الْعُقَلَاءُ فِيْهَا عَنْ دَفْعِ السُّفَهَاءِ) (" المنهاج 4:/187)

ترجمہ : جب فتنہ ظہور پذیر ہوتا ہے تو عقل مند، نادانوں کو اس سے باز رکھنے کے معاملے میں عاجز رہ جاتے ہیں۔

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں": لَا يَزَالُ النَّاسُ بِخَيْرٍ مَا أَتَاهُمُ الْعِلْمُ مِنْ عُلَمَائِهِمْ وَكُبَرَائِهِمْ وَذَوِيْ أَسْنَانِهِمْ فَإِذَا أَتَاهُمُ الْعِلْمُ عَنْ صِغَارِهِمْ وَسُفَهَائِهِمْ فَقَدْ هَلَكُوْا" (رواه الطبراني في الكبير والأوسط وأبو نعيم في حلية الأولياء.)

ترجمه : لوگ اس وقت تک بھلائی پر رہیں گے جب تک علم، انکے پاس علماء، اکابرین اور عمر دراز بزرگوں سے آتا رہے گا، لیکن جب یہی علم انہیں نو عمر لوگوں اور نادانوں سے آنا شروع ہو جائے تو پھر وہ برباد ہو جائیں گے۔

اور یہ عام مشاہدہ ہے کہ اس طرح کے بے لگام نوجوان ہر جماعت بالخصوص جماعت اہل حدیث کے لئے ایک بہت بڑی مصیبت ہیں۔

4۔ چوتھی علامت : فتنہ پروروں کا بدترین خاتمہ ہر دور میں فتنہ پروروں کا، جو مسلمان خلیفہ یا بادشاہ کے خلاف علم بغاوت بلند کرتے ہیں، بدترین خاتمہ ہوا ہے اور اس بات پر ہر دور کی تاریخ کے صفحات گواہ ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور بنو امیہ کے دور میں خوارج نے سر اٹھایا، اس بغاوت نے نہ صرف انہیں نقصان پہنچایا بلکہ ان کا عبرت ناک خاتمہ ہو گیا۔ شیخ الإسلام امام إبن تیمیہ رحمہ اللہ، جنکی اسلامی تاریخ میں ان کے دور تک اٹھنے والے تمام فتنوں پر گہری نظر ہے، اپنی کتاب " منہاج السنۃ " میں ان تمام فتنوں کا جائزہ لیکر فرماتے ہیں":

قَلَّ مَنْ خَرَجَ عَلٰی إِمَامٍ ذِی السُّلْطَانِ إِلَّا کَانَ تَوَلَّدَ عَلٰی فَعْلِهٖ مِنَ الشَّرِّ أَعْظَمَ مِمَّا تَوَلَّدَ مِنَ الْخَیْرِ
"ترجمہ : کہ جس نے بھی کسی اقتدار والے امام (خلیفہ یا بادشاہ) کے خلاف خروج کیا تو اس نے اپنی اس حرکت سے خیر کی بنسبت شر زیادہ پیدا کیا۔ پھر کئی فتنوں کی مثال دیتے ہوئے آپ نے فرمایا ": فَلَا أَقَامُوْا دِیْنًا وَلَا أَبْقُوْا دُنْیَا "(منہاج السنۃ 4:/527-8) ترجمہ : نہ تو انہوں نے دین قائم کیا اور نہ ہی دنیا کو باقی رکھ سکے۔

1۔ عبد الرحمٰن بن اشعث کے فتنے میں جن حفاظ قرآن نے امام حسن بصری رحمہ اللہ کی خیر خواہی کو ٹھکرایا وہ اپنے بدترین انجام کو پہنچے۔

2۔ یہی حال ان لوگوں کا ہوا جنہوں نے فتنۂ خلق قرآن کے زمانے میں امام اہل السنۃ سیدنا احمد بن حنبل رحمہ اللہ کی نصیحت کو ٹھکرایا اور معتصم کی افواج کا مقابلہ کیا اور پھر سارے کے سارے کھیت رہے۔

3۔ اندلس میں حکم بن ہشام بن عبد الرحمٰن الداخل الاُموی، علمائے کرام کا قدر دان اور علم سے محبت کرنے والا بادشاہ تھا، اسکے زمانۂ حکومت میں اندلس میں علمائے کرام کی بہتات ہو گئی، صرف قرطبہ میں ہی چار ہزار سے زیادہ علمائے کرام اور طلبۃ العلم موجود تھے۔ حکم بن ہشام کی اس قدر علم دوستی کے باوجود علمائے کرام نے اس کی بعض بد عملیوں کی سر عام نکیر کرنی شروع کر دی، پھر اس کو تخت سے اتارنے کے لئے ایک لشکر تیار کیا، ایک شخص کو خلافت کے لئے کھڑا کیا اور اندلس میں اسلام اور مسلمانوں کے لئے ایک عظیم فتنہ برپا کیا اور اس طرح اپنی بربادی کے سارے اسباب انہوں نے اپنے ہی ہاتھوں سے اکٹھے کر لئے، لیکن جس شخص کو انہوں نے خلافت کے لئے نامزد کیا تھا وہ اندر سے خلیفۂ وقت سے ملا ہوا تھا، اس نے علمائے کرام کی تمام سازشوں کی خبر خلیفہ کو کر دی۔ پھر جب افواج شاہی سے ان کا مقابلہ ہوا تو ان کی اکثریت قتل کر دی گئی، کچھ بھاگ کھڑے ہوئے اور جو ملے وہ قیدی بنا لئے گئے۔ اس طرح وہ اپنے اس فتنہ سے نہ دین قائم کر سکے اور نہ ہی دنیا آباد کر سکے۔

(سیر أعلام النبلاء :ج 8 ترجمہ: حکم بن ہشام 4 ۔ شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:"

هٰکَذَا کَانَ عَامَّةَ السَّابِقِیْنَ نَدَمُوْا عَلٰی مَا دَخَلُوْا فِیْهِ مِنَ الْقِتَالِ"۔

ترجمہ : اور یہی حال ان تمام لوگوں کا ہوا جو ان سے پہلے اس طرح کی لڑائیوں میں شریک ہوئے تھے، اپنی شرکت پر شرمندہ ہوئے۔

5۔ امام ایوب سختیانی رحمہ اللہ، ان لوگوں کے متعلق فرماتے ہیں جو عبد الرحمٰن بن اشعث کے فتنہ میں نکلے تھے ": لَا أَعْلَمُ أَحَدًا مِّنْهُمْ قُتِلَ إِلَّا قَدْ رَغِبَ لَهٗ عَنْ مَصْرِعِهٖ، وَلَا نَجَا مِنْهُمْ أَحَدًا إِلَّا حَمِدَ اللّٰهَ الَّذِیْ

سَلَّمَهُ) "تاریخ خلیفہ بن خیاط 76:)ترجمہ : میں ان کسی شخص کو نہیں جانتا جو اسمیں مارا گیا ہو تو اس کی خواہش تھی کہ وہ یہاں نہ مارا جاتا۔ اور جو بھی قتل سے بچا تو اس نے اپنے نجات پانے پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔

6۔ زبید بن حارث الیامی، ان لوگوں میں سے تھے جو ابن اشعث کے فتنہ میں شریک تھے، لیکن قتل سے بچ گئے تھے۔ محمد بن طلحہ کہتے ہیں " : رَآنِيْ زُبَيْدُ مَعَ الْعَلَاءِ بْنِ عَبْدِ الْكَرِيْمِ وَنَحْنُ نَضْحَكُ۔ فَقَالَ : لَوْ شَهِدْتَ الْجَمَاجِمَ مَا ضَحِكْتَ۔ ثُمَّ قَالَ : وَلَوْ وَدِدْتُ أَنَّ يَمِيْنِيْ قُطِعَتْ مِنَ الْعَضُدِ وَلَمْ أَكُنْ شَهِدْتُ ذٰلِكَ۔ وَلَمَّا دُعِيَ إِلىٰ فِتْنَةِ زَيْدَ بْنِ عَلِيٍّ فَقَالَ : مَا أَنَا بِخَارِجٍ إِلَّا مَعَ نَبِيٍّ وَمَا أَنَا بِوَاجِدِهِ۔ ترجمہ : مجھے زبید بن حارث نے علاء بن عبد الکریم کے ساتھ ہنستے ہوئے دیکھا تو فرمایا: اگر تم معرکۂ جماجم میں شریک ہوئے ہوتے تو کبھی نہیں ہنستے۔ پھر کہا: میری خواہش ہے کہ میرا ہاتھ بازو سے کاٹ دیا جاتا تو بہتر تھا لیکن میں اس معرکہ میں شریک نہ ہوتا۔ جب انہیں زید بن علی کے فتنہ کی طرف بلایا گیا تو کہا: اب تو میں کسی نبی کے ساتھ ہی خروج کر سکتا ہوں لیکن اب تو نبی نہیں ملیں گے۔

5۔ پانچویں علامت : حق کا باطل سے گڈمڈ ہو جانا فتنوں کی ایک بہت بڑی علامت یہ ہے کہ لوگوں پر ان کا معاملہ مشتبہ اور مختلط ہو جاتا ہے، بہت سے لوگ حق اور باطل کے درمیان تمیز نہیں کر سکتے، لوگوں پر اس فتنے کا خمار اس طرح چھایا ہوا رہتا ہے کہ ایک قاتل کسی کو ناحق قتل کر دے گا اور اسے پتہ بھی نہیں ہوگا کہ اس نے فلاں شخص کو کیوں قتل کیا ہے ؟ اور اگر اسے کوئی مار دے گا تو اسے پتہ نہیں ہوگا کہ اس نے مجھے کیوں مارا ہے ؟ لیکن بھڑکتے ہوئے فتنے لوگوں کو بھڑکا دیں گے، دلوں کو بدل دیں گے، خطروں کو بڑھا دیں گے اور لوگوں پر شر وفساد کی بوچھاڑ کر دیں گے۔ اسی لئے سیدنا ابو موسیٰ اشعری فرمایا کرتے تھے :

"إِنَّ الْفِتْنَةَ إِذَا أَقْبَلَتْ شَبَّهَتْ وَإِذَا أَدْبَرَتْ تَبَيَّنَتْ) " تاریخ الطبری 3:/ 26)

ترجمہ : فتنہ جب آتا ہے تو لوگوں پر اس کا حال مشتبہ ہوتا ہے لیکن جس وقت چلا جاتا ہے تو واضح ہو جاتا ہے کہ وہ فتنہ تھا۔ مطرف بن عبد اللہ الشخّیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"إِنَّ الْفِتْنَةَ لَا تَجِيْءُ حِيْنَ تَجِيْءُ لِتَهْدِيَ النَّاسَ وَلٰكِنْ تُقَارِعُ الْمُؤْمِنَ عَلىٰ دِيْنِهِ " (طبقات ابن سعد 7:/ 142)

ترجمہ : فتنہ جب بھی آتا ہے تو وہ اس لئے نہیں آتا کہ اس کے ذریعے لوگوں کو ہدایت ملے، بلکہ وہ وہ مومن کو اس کے دین سے اکھاڑ پھینکنے کے لئے آتا ہے۔ فتنوں میں سب سے عظیم فتنہ، دجال کا فتنہ ہے جس سے حفاظت طلب کرنے کا ہمیں ہر نماز میں حکم دیا گیا ہے۔ کیونکہ یہ وہ عظیم فتنہ ہے جو مومنوں کے ایمان کو بھی شبہات میں مبتلا کر کے اپنے جال میں پھانس لے گا۔ اسی لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں حکم دیا کہ": مَنْ سَمِعَ بِالدَّجَّالِ فَلْيَنْأَ عَنْهُ۔ فَوَاللهِ ! إِنَّ الرَّجُلَ لَيَأْتِهِ وَهُوَ يَحْسَبُ أَنَّهُ مُؤْمِنٌ فَيَتَّبِعُهُ مِمَّا يَبْعَثُ بِهِ مِنَ الشُّبُهَاتِ "

(أحمد 19968:أبو داؤد 4319 :صحيح الجامع 6301) :

ترجمہ : اگر تم میں سے کوئی شخص دجال کی آمد کی خبر سنے تو اس سے دور رہے (اس کے پاس نہ جائے) اس لئے کہ اللہ کی قسم ! کوئی شخص جو اپنے آپ کو مومن سمجھ رہا ہو گا، جب دجال کے پاس جائے گا تو اس کے شبہ میں ڈالنے والے کاموں (مثلا : آسمان سے بارش برسانا، زمین سے پودے اگانا وغیر) کو دیکھ کر اس کا پیرو کار بن جائے گا۔اسی طرح ہر وہ تحریک جس کے مقاصد غیر واضح، اور ہر وہ لڑائی جو مسلمانوں کو آپس میں لڑا دے، اور ہر وہ عصبیت چاہے وہ قومی ہو یا وطنی، علاقائی ہو یا لسانی، مسلکی ہو یا مذہبی۔ فتنہ ہے۔ جس سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں دور رہنے کا حکم دیا ہے۔ "مَنْ قَاتَلَ تَحْتَ رَايَةٍ عِمِيَّةٍ، يَغْضَبُ لِعَصَبَةٍ أَوْ يَدْعُو إِلَىٰ عَصَبَةٍ أَوْ يَنْصُرُ عَصَبَةً فَقُتِلَ، فَقِتْلَةٌ جَاهِلِيَّةٌ" (مسلم 1848):**ترجمہ** : جو کسی اندھے جھنڈے (یعنی ایسے معاملے میں جس کا حال نہ معلوم اور مقصد غیر واضح ہو) کی ماتحتی میں لڑتا ہے، یا کسی تعصب کی بنا پر غضبناک ہوتا ہے، یا کسی عصبیت کی دعوت دیتا ہے یا اسے مدد پہنچاتے ہوئے مارا جاتا ہے تو اس کی موت جاہلیت پر ہو گی۔

اس سے متعلق عظیم صحابی، سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ، (جن کا شمار عشرۂ مبشرہ میں ہوتا ہے اور جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ماموں، فاتح عراق اور کوفہ کے گورنر تھے اور سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اور سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے درمیان ہونے والے معرکوں سے بالکل الگ تھلگ رہے) کا واقعہ ذکر کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے امام ابن سیرین کہتے ہیں : کہ سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے کہا گیا : کیا آپ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اور سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے درمیان ہونے والی جنگوں میں حصہ نہیں لیں گے ؟ جب کہ آپ اہل شوریٰ میں سے ہیں اور دوسروں کی بنسبت خلافت کے زیادہ مستحق ہیں ؟ آپ نے **فرمایا** :

" لَا أُقَاتِلُ حَتّٰى تَأْتُونِي بِسَيْفٍ لَهُ عَيْنَانِ وَلِسَانٌ وَشَفَتَانِ، يَعْرِفُ الْمُؤْمِنَ مِنَ الْكَافِرِ، إِنْ ضَرَبْتُ مُسْلِمًا نَبَّأَ عَنْهُ لَا يَقْتُلُهُ، وَإِنْ ضَرَبْتُ كَافِرًا قَتَلَهُ۔ ثُمَّ قَالَ : فَقَدْ جَاهَدْتُ وَأَنَا أَعْرِفُ الْجِهَادَ"

میں اس وقت تک ان معرکوں میں شرکت نہیں کروں گا جب تک کہ تم مجھے کوئی ایسی تلوار نہ دو، جس کی دو آنکھیں، ایک زبان اور دو ہونٹ ہوں اور جو مومن اور کافر کو پہنچانتی ہو۔ پھر فرمایا : میں نے جہاد کیا اور میں اس کے معنیٰ و مفہوم سے خوب واقف تھا۔ لیکن یہ جنگیں جس میں دونوں طرف سے مسلمانوں کے سر کٹیں، اور وہ ایک دوسرے کو قتل کریں، اس میں میں اس وقت تک شریک نہیں ہو سکتا جب تک تم مجھے مذکورہ صفات والی تلوار لا کر نہ دو۔ پھر ایک عجیب مثال دیتے ہوئے فرمایا" :

ہماری اور تمہاری مثال اس قوم کی طرح ہے، جو ایک روشن راہ پر تھی اور وہ اسی پر گامزن تھی کہ اتنے میں گرد وغبار کا ایک طوفان اٹھا اور اسی میں وہ راستہ بھٹک گئی۔ گرد وغبار کی وجہ سے راستہ اس پر مشتبہ ہو گیا، ان میں سے کچھ نے کہا کہ راستہ

دائیں طرف ہے، وہ ادھر لپکے اور بھٹک گئے۔ کچھ لوگوں نے کہا کہ راستہ بائیں جانب ہے، وہ اس پر چل پڑے اور گمراہ ہوگئے۔ باقی لوگوں نے کہا کہ جس وقت آندھی چلی تھی تو اس وقت ہم شاہراہ پر تھے، ہم اسی جگہ اپنی اونٹنیوں کو بٹھادیتے ہیں اور انہوں نے یہی کیا اور صبح ہونے تک وہیں رکے رہے۔ اس دوران آندھی تھم گئی اور راستہ واضح ہوگیا۔ اور یہی لوگ جماعت ہیں جنھوں نے کہا کہ : ہم اسی راہ پر گامزن رہیں گے جس پر کہ ہمیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے چھوڑا تھا، یہاں تک کہ ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کرلیں۔ اور کسی بھی فتنے میں ہرگز داخل نہیں ہوں گے۔ (معجم تمام بن الأعرابی 713: العزلة للخطابی 73:۔ تاریخ دمشق لإبن عساکر 496: /39)

سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اور سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے درمیان ہونے والے معرکوں کے متعلق سیدنا سعد بن ابی وقاص، سیدنا عبد اللہ بن عمر اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک بڑی تعداد کا منہج یہ تھا کہ جنگ اور تلوار اس کا حل نہیں، بلکہ اس کا حل صلح وصفائی کی کوشش اور تمام معاملات کی مکمل جانچ پڑتال میں ہے۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا اپنا اجتہاد تھا تو سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کا اپنا اجتہاد۔ اور ہر وہ شخص جو اپنے اجتہاد سے حق اور صواب کو پہنچنے کی کوشش کرے، وہ اجر وثواب سے محروم نہیں رہے گا، چاہے اپنے اجتہاد سے حق کو پالے، یا اجتہاد میں غلطی کرے۔ جیسا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے ": **إِذَا حَكَمَ الْحَاكِمُ فَاجْتَهَدَ فَأَصَابَ فَلَهُ أَجْرَانِ۔ وَإِذَا إِجْتَهَدَ فَأَخْطَأَ فَلَهُ أَجْرٌ**"۔ (بخاری 7352: مسلم 1716 :) **ترجمہ** : جب حاکم کوئی فیصلہ کرتے ہوئے اجتہاد کرے اور وہ اس میں درست ہو تو اس کو دوہرا ثواب ملے گا، اگر اجتہاد کرتے ہوئے غلطی کرے تو اسے ایک

(اجتہاد کرنے کا) ثواب ضرور ملے گا۔

6۔ نوجوانوں کو دھوکے اور فریب میں مبتلا کرنا فتنوں کی ایک بہت بڑی خرابی یہ بھی ہے کہ وہ بہت جلد، نوعمر اور کم عمر و کم فہم نوجوانوں کو، مختلفوسائل اور مختلف ذرائع سے دھوکے وفریب میں مبتلا کردیتا ہے، جس کی وجہ سے ان کا انجام انتہائی بھیانک اور ان کا خاتمہ نہایت ہی افسوسناک ہوتا ہے۔ اس لئے نوجوانوں کے لئے ضروری ہے کہ وہ نت نئے دعوؤں، انتقامی للکار اور دل کو موہ لینے والے نعرے لیکر اٹھنے والی تحریکوں سے اپنے آپ کو دور رکھیں۔ اگر کوئی اس کی دعوت دے تو اکابر اہل علم کی طرف رجوع کرے، اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے **فرمایا** : **اَلْبَرَكَةُ مَعَ أَكَابِرِكُمْ**۔ (إبن حبان : 559 طبرانی فی الأوسط 8991 : حاکم 1 :/ 131 سلسلة الأحاديث الصحيحة 1778:)

ترجمہ : برکت تمہارے عمر دراز لوگوں کے ساتھ ہے۔ اکابر سے مراد، وہ سن رسیدہ، عمر دراز علمائے کرام ہیں، جنہوں نے حصول علم، درس وتدریس، احادیث نبویہ کے پڑھنے پڑھانے اور فتوے دینے میں اپنی عمر کا ایک بہت بڑا حصہ لگادیا۔ اگر کسی نوجوان کو اس طرح کا کوئی مسئلہ پیش آجائے کہ کوئی نئی جماعت اسے اپنی تنظیم کی طرف بلائے تو وہ انکے متعلق اکابر علماء سے مشورہ لے۔ اس لئے کہ فتنہ پرور لوگ اپنی شروعات معروف امور سے کرتے ہیں : مثلاً :

کچھ لوگ جمع ہو کر یہ عہد و پیاں باندھتے ہیں کہ ہم اللہ اور اس کے فرشتوں پر ایمان رکھیں گے، نماز قائم کریں گے اور زکاۃ دیں گے وغیرہ۔ پھر نوجوانوں کو اس کی دعوت دیتے ہیں، جب وہ ان باتوں پر عہد کر لیتے ہیں تو پھر ان میں کچھ ایسی چیزوں کا اضافہ کرنا شروع کر دیتے ہیں جسے وہ پہلے سے نہیں جانتے تھے۔ چند ماہ یا چند سال کے بعد ان نوجوانوں کو پتہ چلتا ہے کہ ہم اس تنظیم میں گھر چکے ہیں اور ایسی جگہ پر پہنچ چکے ہیں جہاں سے کہ واپسی مشکل یا ناممکن ہے۔

زمانۂ تابعین کا ایک ایسا ہی واقعہ حضرت مطرّف بن عبد اللہ الشخّیر بیان کرتے ہیں: ہم زید بن صوحان کے ساتھ اٹھا بیٹھا کرتے تھے۔ وہ ایک واعظ تھے جو لوگوں کو اپنے وعظ وارشاد سے اللہ کا خوف دلاتے اور عبادت واطاعت کی ترغیب دیتے تھے۔ ایک بار میں انکے پاس آیا تو انہوں نے ایک تحریر لکھی، جسکی عبارت یہ تھی:

"اللہ ہمارا رب ہے۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے نبی ہیں۔ قرآن ہمارا قائد ہے۔ جو ان باتوں پر ہمارا ساتھ دے تو ہم اس کے ساتھ ہیں اور جو ہماری مخالفت کرے تو پھر ہمارا ہاتھ ان کے خلاف اٹھے گا۔"

یعنی اس طرح کی تحریر تھی کہ بظاہر اس میں کوئی خرابی نہیں تھی اور وہ اس بات پر ایک ایک شخص سے اقرار لے رہے تھے اور جو اقرار کرتا تو اسے اپنی جماعت میں داخل کر لیتے۔

اس طرح وہ لوگوں کو اپنی تنظیم میں داخل کرتے کرتے مجھ تک پہنچے۔ اور مذکورہ عبارت مجھے سنا کر پوچھنے لگے کہ کیا تم نے ان باتوں کا اقرار کیا؟ میں نے کہا: نہیں۔

کچھ لوگ میرے طرف لپکے تو زید بن صوحان نے کہا: اس لڑکے کے بارے میں جلدی بازی نہ کرو۔ پھر انہوں نے مجھ سے پوچھا: اے لڑکے! تمہاری کیا رائے ہے؟ میں نے کہا: اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں ہم تمام سے جو عہد لیا ہے، وہی میرے لئے کافی ہے۔ اس پر میں مزید کوئی نیا عہد لینا نہیں چاہتا۔ میری یہ بات سن کر دیگر نوجوان بھی جو تعداد میں تقریبا تیس تھے وہ بھی اپنے عہد سے مکر گئے اور کہنے لگے کہ اللہ نے ہم سے جو عہد لیا وہی ہمارے لئے کافی ہے۔ تجربہ یہی ہے کہ اس طرح کے فتنہ پرور لوگ عموما نوخیز لڑکوں کو پکڑ کر انہیں اپنی تنظیموں، گروپوں میں داخل کرتے ہیں اور ایسی مصیبتوں میں مبتلا کر دیتے ہیں کہ جس کا انجام اچھا نہیں ہوتا ہے۔

7۔ ایمانی اخوت کی کمزوری فتنوں کا ایک بہت بڑا نقصان، اسلامی معاشرے میں ایمانی اخوت اور دینی رابطے کی کمزوری ہے، اور وہ اسلامی اخوت جس کے متعلق رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: **مَثَلُ الْمُؤْمِنِيْنَ فِيْ تَوَادُّہِمْ وَتَرَاحُمِهِمْ وَتَعَاطُفِهِمْ كَالْجَسَدِ الْوَاحِدِ، إِذَا اشْتَكٰى مِنْهُ عُضْوٌ تَدَاعٰى لَهٗ سَائِرَ الْجَسَدِ بِالسَّهْرِ وَالْحُمّٰى۔ (متفق علیہ) ترجمہ**: مومنوں کی آپسی محبت، رحم دلی اور مہربانی کی مثال، ایک جسم کی طرح ہے، اگر ان میں سے ایک عضو (انگ، حصہ) بیمار ہو جائے تو سارا جسم اس کی وجہ سے بخار میں مبتلا رہتا اور رات جاگتا ہے۔

اور کبھی جس کا یہ اثر تھا کہ صحرائے نجد وحجاز اور وادئ نیل وفرات میں کسی مسلمان کے پیر میں کانٹا بھی چبھتا تو ہندوستان کا مسلمان اسے اپنے دل میں محسوس کرتا تھا اور عرب وافریقہ کے مسلمان بخارا و تاشقند کے کلمہ گو بھائیوں کی ادنیٰ سی تکلیف پر تڑپ اٹھتے تھے۔ اور یہ حقیقت ہے کہ اگر فلسطین وشام میں کسی مسلمان کے سینے پر گولی چلتی ہے تو مشرق بعید انڈونیشیا اور جاپان کا مسلمان اس وقت تک مسلمان ہو ہی نہیں سکتا جب تک کہ اس کا درد اپنے سینے میں محسوس نہ کرے اور اسی طرح ترکی، یورپ اور امریکہ کا مسلمان اس وقت تک مسلمان نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ برما کے مسلمانوں پر ہونے والے ظلم پر تڑپ نہ اٹھے۔ بقول امیر مینائی: خنجر چلے کسی پہ تڑپتے ہیں ہم امیر سارے جہاں کا درد ہمارے جگر میں ہے۔ لیکن برا ہو ان فتنوں کا، انہوں نے اسلامی معاشرے کی بے مثال محبت اور اخوت کی مضبوط کڑیوں کو توڑ توڑ کر رکھ دیا۔ بلکہ مسلمانوں کے اندر آپسی حسد، بغض، نفرت اور عداوت کے بیج بوئے، اور انہیں مختلف فرقوں میں بانٹ دیا، ان کے درمیان قومی، قبائلی، لسانی، علاقائی اور مسلکی تعصب و تنگ نظری پیدا کر دیا، جس کا اثر یہ ہے کہ اگر کہیں مسلمانوں پر ظلم ہو رہا ہے تو عام مسلمانوں کے سر پر جوں تک نہیں رینگتی۔ بلکہ بہت سی کمینہ روحیں خوش ہوتی ہیں کہ جو کچھ ہوا اچھا ہوا، اس لئے کہ وہ ہمارے مسلک ومذہب کے نہیں تھے۔

یہ بالکل وہی صورت حال ہے جس کی خبر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دی ہے۔ سیدنا حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ آپ سے خیر اور بھلائیوں کے متعلق پوچھتے تھے اور میں آپ سے شر اور برائیوں کے متعلق اس خدشے کی بنا پوچھا کرتا تھا کہ کہیں میں اس میں گرفتار نہ ہو جاؤں۔

میں نے کہا: یَارسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم!

إِنَّا كُنَّا فِيْ جَاهِلِيَّةٍ وَشَرٍّ، فَجَاءَ نَا اللّٰهُ بِهٰذَا الْخَيْرِ، فَهَلْ بَعْدَ هٰذَا الْخَيْرِ مِنْ شَرٍّ؟ قَالَ: نَعَمْ۔ فَقُلْتُ: يَارسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم! وَهَلْ بَعْدَ هٰذَا الشَّرِّ مِنْ خَيْرٍ؟ قَالَ: نَعَمْ، وَفِيْهِ دَخَنٌ۔

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہم پہلے جاہلیت اور برائی میں تھے، اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ خیر عطا کیا۔ کیا اس خیر کے بعد بھی کوئی شر ہوگا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں ہوگا۔

میں نے کہا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا اس شر کے بعد بھی کوئی خیر ہوگا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں ہوگا، لیکن اس میں کدورت ہوگی۔ بعض روایتوں میں ہے: مصالحت ہوگی لیکن کدورت کے ساتھ۔ اور ایک روایت میں ہے: کہ دل پہلی جیسی حالت پر نہیں لوٹیں گے۔ آج بالکل یہی حالت ہے کہ فتنوں کی آگ نے اسلامی اخوت کو تار تار کر دیا ہے اور مسلمان

﴿إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ﴾ کا درس بھول چکے ہیں۔ آج ایک مسلمان کو ذلیل کرنے والا، حقیر جاننے والا، اس پر ظلم ڈھانے والا، بلکہ اسے ظالم کے حوالے کرنے والا اور سب سے بڑھ کر اسے قتل کرنے والا بھی ایک مسلمان ہی ہے اور انہوں نے یہ فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم بھلا دیا ہے:

"اَلْمُسْلِمُ أَخُ الْمُسْلِمِ، لَا يَخْذُلُهُ وَلَا يَظْلِمُهُ وَلَا يَحْقِرُهُ، بِحَسْبِ امْرِئٍ مِنَ الشَّرِّ أَنْ يَحْقِرَ أَخَاهُ الْمُسْلِمَ۔ (مسلم :3564) ترجمہ : ایک مسلمان، دوسرے مسلمان کا بھائی ہے۔ وہ اسے ذلیل نہیں کر سکتا، اس پر ظلم نہیں کر سکتا اور اسے حقیر نہیں جان سکتا۔ کسی شخص کے برے ہونے کے لئے بس یہی کافی ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کو حقیر سمجھے۔

8۔ قتل وغارت گری پر جراء تفتنوں کی تباہی وبربادی کا ایک بڑا ذریعہ خون مسلم کی ارزانی اور قتل وغارت گری پر لوگوں کی جراءت وبے باکی، اور ایک دوسرے کے خون کو حلال سمجھنا ہے۔ جیسا کہ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں " : فِي الْفِتْنَةِ لَا تَرَوْنَ الْقَتْلَ شَيْئًا "(أحمد 4871:) فتنوں کے دور میں تم لوگ قتل کو گناہ نہیں سمجھو گے۔

ایک شخص نے سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو خط لکھا کہ آپ مجھے مکمل علم لکھ کر روانہ فرمائیں۔

آپ رضی اللہ عنہ نے انہیں جواب میں لکھا : إِنَّ الْعِلْمَ كَثِيرٌ، وَلٰكِنْ إِنِ اسْتَطَعْتَ أَنْ تَلْقَى اللّٰهَ خَفِيفَ الظَّهْرِ مِنْ دِمَاءِ النَّاسِ، خَمِيصَ الْبَطْنِ مِنْ أَمْوَالِهِمْ، كَافَّا لِسَانَكَ عَنْ أَعْرَاضِهِمْ، لَازِمًا لِأَمْرِ جَمَاعَتِهِمْ، فَافْعَلْ۔ "علم کئی طرح کے ہیں۔ لیکن تم کوشش کرنا کہ اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملاقات کرو کہ تمہاری پیٹھ مسلمانوں کے خون سے بوجھل نہ ہو، تمہارا پیٹ ان کے مال سے خالی ہو، تمہاری زبان ان کی عزتوں سے محفوظ ہو اور تم مسلمانوں کی جماعت کو لازم پکڑے ہوئے ہو۔ اگر کر سکتے ہو تو کرو کیونکہ یہی علم ہے"۔

(سیر أعلام النبلاء 3 :/ 2229)۔ امن کا بگاڑ ملک اور وطن میں امن واستقرار بھی اللہ تعالیٰ کی ایک بڑی نعمت ہے جو اس نے اپنے بندوں کو عطا کر رکھا ہے، اور اس امن کی نعمت کو بارہا یاد بھی دلایا ہے، تاکہ اس کے بندے اس کی اس نعمت پر اس کا شکر وسپاس بجالائیں۔ ارشاد باری ہے: ﴿فَلْيَعْبُدُوا رَبَّ هٰذَا الْبَيْتِ * الَّذِي أَطْعَمَهُم مِّن جُوعٍ وَآمَنَهُم مِّنْ خَوْفٍ﴾ (سورہ قریش) ترجمہ : انہیں چاہئے کہ وہ اس گھر کے رب کی عبادت کریں، جس نے انہیں بھوک دور کرنے کے لئے کھانا دیا اور خوف سے امن عطا کیا۔

امن کی نعمت انسانی ضروریات میں سے ایک ضرورت، اور شریعت کے مقاصد میں سے ایک مقصد ہے۔ نعمت امن کی وجہ سے ہی بندہ اپنے رب کی عبادت کرتا، اور اپنی ذمہ داریوں کی تکمیل کر سکتا ہے۔

اسی نعمت کے ذریعے سے ہی طالب علم پڑھتا ہے، داعی، دعوت کا کام کرتا ہے، اور ہر کوشش کرنے والا دنیا اور آخرت میں جو چیزیں اس کے لئے موجب سعادت ہیں، اس کے حصول کے لئے کوششیں کرتا ہے۔

امن سے ہی روح کو اطمینان اور دل کو چین وسکون نصیب ہوتا ہے، اور اسی سے لوگ اپنی دینی ودنیوی ضروریات کی تکمیل کرتے ہیں۔ لیکن جب امن تباہ وبرباد ہو جائے تو پھر ناحق خون بہے گا۔ فتنے جوان ہو جائیں گے، مال لوٹ لئے جائیں گے، جانیں تلف ہوں گی اور بچے یتیم ہوں گے اور عورتیں بیوہ ہوں گی اور عصمتیں تار تار ہوں گی نیز سیکڑوں ایسی خرابیاں پیدا ہو جائیں گی جن کا انجام نہایت ہی بھیانک ہوگا۔

اگر اس کا نظارہ کرنا ہو تو ذرا ان ممالک میں چلے جائیں جن سے امن کی نعمت چھن چکی ہے، مثلاً : عراق، شام، یمن، فلسطین، صومال اور برما وغیرہ۔ جہاں کہ لوگ دن کے اجالے میں، اپنے گھر کے اندر خوف وہراس میں مبتلا ہیں۔ جب کوئی گھر سے باہر نکلتا ہے تو اس کے واپس آنے تک اس کی زندگی کی کوئی ضمانت نہیں۔ اور اپنے گھر کے اندر بھی انسان محفوظ رہے گا، اس کی بھی کوئی گیارنٹی نہیں۔ اسی لئے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے امن کو اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت قرار دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے ": مَنْ أَصْبَحَ مِنْكُمْ آمِنًا فِي سِرْبِهِ، مُعَافًى فِي جَسَدِهِ، عِنْدَهُ قُوتُ يَوْمِهِ، فَكَأَنَّمَا حِيزَتْ لَهُ الدُّنْيَا بِحَذَافِيرِهَا" (ترمذی 2246:ابن ماجہ 4141:) " جس شخص نے اپنی قوم میں امن کے ساتھ، اپنے جسم میں صحت وعافیت کے ساتھ صبح کی، اور اسکے پاس دن اور رات کی روٹی روزی کا انتظام ہے، گویا دنیا اپنی ساری وسعتوں کے ساتھ اس کے پاس آگئی۔"

10۔ اہل باطل کا بے باک ہو جانا فتنوں کا بہت برا اثر لوگوں کے عقیدے اور اخلاق پر پڑے گا، اس لئے کہ اہل باطل، مسلم معاشرے میں اپنے باطل افکار ونظریات شرک، بدعات وخرافات اور غیر مسلم معاشرے کی رسوم ورواج کے پھیلانے میں بیباک ہو جائیں گے اور اسی طرح اہل شہوات، اس موقعہ کو غنیمت جان کر اخلاقی انارکی اور جنسی بے راہ روی کو مختلف ذرائع سے پھیلانے کی بھرپور کوشش کریں گے، جیسا کہ آج کل ہم دیکھ رہے اسلامی معاشرے پر اہل باطل کی فکری یلغار اور اہل ہوا وہوس کے جنسی دھاوے، سٹلائیٹس، چینلس، انٹرنیٹ، ٹی وی، اخبار، مجلات، رسائل وجرائد، پرنٹ اور الیٹرانکس میڈیا کے ذریعے دائیں بائیں، آگے پیچھے اور اوپر نیچے، غرضیکہ شش جہت سے ہو رہے ہیں اور بہت سے اسلامی ممالک اور مسلم معاشرے اس کے سامنے اپنے ہتھیار ڈال چکے ہیں، اور بہت سے مسلم ممالک اس کی روک تھام سے تقریبا عاجز آچکے ہیں۔ اسی کا اثر ہم دیکھ رہے ہیں کہ اگر کوئی برائی کے لئے اٹھ کھڑا ہوتا ہے تو ہزاروں لوگ اس کا ساتھ دیتا ہیں، لیکن اگر کوئی کسی کار خیر کو لیکر اٹھ کھڑا ہوتا ہے تو سب سے پہلے حکومت کے کان کھڑے ہو جاتے ہیں، اور اہل باطل اپنی پوری فوج کے ساتھ اس پر ٹوٹ پڑتے ہیں، اسے بنیاد پرست، مذہبی جنونی اور دہشت گرد کا نام دے کر نہ صرف بدنام کرتے ہیں بلکہ اسے جیل پہنچا کر ہی دم لیتے ہیں، جہاں کہ اس طرح کے مظلوموں کو فرضی انکاؤنٹر کے ذریعے ہلاک کر دیا جاتا ہے۔ کل تک جو چیزیں باعث تکریم تھیں، مثلاً : شرعی لباس،

داڑھی، ٹوپی، برقعہ اور بڑھاپا وغیرہ، افسوس کہ اب وہی چیزیں توہین اور اذیت کا باعث بن گئی ہیں۔ اور اس کے مشاہدات ساری دنیا میں بالعموم اور ہمارے ملک میں بالخصوص ہر طرف ہو رہے ہیں۔

11۔ دشمنوں کا مسلط ہونا فتنوں کا سب سے بدترین انجام مسلمانوں پر ان کے دشمنوں کا مسلط ہو جانا ہے، آج ہم دیکھ رہے ہیں کہ امّت اسلامیہ عقائد اور دیگر امورِ شرعیہ وغیر شرعیہ، سیاسی، سماجی اور ملّی مسائل میں کئی زاویوں میں منقسم ہو چکی ہے، اس کے راستے الگ ہو گئے ہیں، نزاعی معاملات میں کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم نہ بنانے کی وجہ سے اسکی صفوں میں انتشار پڑ گیا، آپسی اختلافات کی آگ بھڑک اٹھی، پھر اسلام دشمن طاقتیں انکے وطنوں اور ملکوں پر غالب آ گئیں، جنہوں نے انکی عزتوں کو پامال کیا، انہیں غلام بنایا اور ذلیل کیا، جسکی واضح مثال افغانستان، عراق، شام، فلسطین، کشمیر، برما اور یمن وغیرہ ہیں، جہاں کہ اسلام دشمن طاقتیں مسلمانوں پر مسلط ہو چکی ہیں اور اللہ جانے یہ سلسلہ اور کہاں تک دراز ہو گا؟ اس عظیم شاہراہ، یعنی کتاب وسنت کو چھوڑنے کا نتیجہ یہ نکلا کہ مسلمان، فرمان رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق سیلاب کے جھاگ کی طرح بے حقیقت ہو گئے":

"يُوْشِكُ أَنْ تَتَدَاعٰى عَلَيْكُمُ الْأُمَمُ كَمَا تَتَدَاعٰى الْأَكَلَةُ إِلٰى قَصْعَتِهَا ' فَقَالَ قَائِلٌ: "وَمِنْ قِلَّةٍ نَحْنُ يَوْمَئِذٍ" قَالَ بَلْ أَنْتُمْ يَوْمَئِذٍ كَثِيْرٌ وَلٰكِنَّكُمْ غُثَاءٌ كَغُثَاءِ السَّيْلِ وَلَيَنْزِعَنَّ اللّٰهُ مِنْ صُدُوْرِ عَدُوِّكُمُ الْمَهَابَةَ مِنْكُمْ وَلَيَقْذِفَنَّ فِيْ قُلُوْبِكُمُ الْوَهَنَ "فَقَالَ قَائِلٌ: "وَمَا الْوَهَنُ" قَالَ: "حُبُّ الدُّنْيَا وَكَرَاهِيَةُ الْمَوْتِ " (أبو داؤد: كتاب الملاحم ' حديث 4297۔ أحمد 5/:278۔ حلية الأولياء لأبي نعيم 1/:182)

ترجمہ: ہو سکتا ہے کہ قومیں، تم پر ہلّہ بولنے کیلئے ایک دوسرے کو اسطرح دعوت دیں گی جیسے کھانے والوں کو دستر خوان کی طرف بلایا جاتا ہے، کسی صحابی نے پوچھا: "کیا یہ ہماری قلّتِ تعداد کے سبب ہو گا؟ فرمایا: "تم اُس وقت بہت زیادہ رہو گے، لیکن تمہاری یہ کثرتِ تعداد سیلاب کے جھاگ کے مانند ہو گی اور اللہ تعالیٰ تمہارے دشمنوں کے دلوں سے تمہارے رعب ودبدبہ کو نکال دے گا اور تمہارے دل میں وہن ڈال دے گا" پوچھا گیا: "یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! وہن کیا ہے؟ فرمایا: "دنیا کی محبت اور موت سے نفرت"۔ بے شک مسلمان سیلاب کے جھاگ کی طرح بے حقیقت ہو گئے اور ان پر قومیں ایسی ہی ٹوٹ پڑیں جیسا کہ بھوکے کھانے پر ٹوٹ پڑتے ہیں۔ انہوں نے مسلمانوں کو انکے اپنے ہی آنگن میں اُدھیڑا، کھدیڑا، ذلیل کیا، غلام بنایا اور خود انکے وطنوں میں ان کی جان اور مال کے مالک بن بیٹھے اور انکے اخلاق کو بری طرح تباہ کیا، اور یہ اللہ تعالیٰ اور انبیاء علیہم السلام کے منہج سے ہٹنے کا لازمی نتیجہ تھا۔ اس لئے اہل ایمان کے ضروری ہے کہ وہ فتنوں سے انتہائی چوکنّا رہیں اور اللہ تعالیٰ سے سچے دل کے ساتھ ہر قسم کے ظاہری اور باطنی فتنوں سے بچنے، ان کے احوال وظروف کی اصلاح اور انہیں حق وہدایت پر جمع ہونے کی دعائیں مانگتے رہیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں ہر طرح کے شر وفتن سے محفوظ رکھے، حق کو واضح کرے اور اس کی اتباع کی توفیق دے

اور باطل کو باطل جان کر اس سے دور رہنے کی توفیق مرحمت فرمائے۔آمین وصلی اللہ علی سیدنا ونبینا محمد صلی اللہ علیہ وسلم ! وآخر دعوانا أن الحمد للہ رب العالمین۔

فتنوں سے اللہ تعالیٰ کی حفاظت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہر نماز میں تشہّد کے آخر میں ہر طرح کے فتنوں سے اللہ کی حفاظت طلب کرتے تھے۔

1۔اَللّٰھُمَّ اِنِّی اَعُوْذُبِکَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِوَاَعُوْذُبِکَ مِنْ فِتْنَۃِ الْمَسِیْحِ الدَّجَّالِ وَاَعُوْذُبِکَ مِنْ فِتْنَۃِ الْمَحْیَا وَالْمَمَاتِ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنَ الْمَأْثَمِ وَالْمَغْرَمِ ۔ ترجمہ :اے اللہ ! میں تیری پناہ میں آتا ہوں عذابِ قبر سے اور تیری پناہ میں آتا ہوں دجّال کے فتنہ سے اور تیری پناہ میں آتا ہوں موت اور حیات کے فتنہ سے اور اے اللہ میں گناہ اور قرض سے تیری پناہ مانگتا ہوں (بخاری ومسلم) ایک اور روایت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا.

2: ۔ تَعَوَّذُوْا بِاللّٰہِ مِنَ الْفِتَنِ مَا ظَھَرَ مِنْھَا وَمَا بَطَنَ۔ فَقَالَ الصَّحَابَۃُ نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الْفِتَنِ مَا ظَھَرَ مِنْھَا وَمَا بَطَنَ۔

ترجمہ : ہر قسم کے ظاہری اور باطنی فتنوں سے اللہ تعالیٰ کی حفاظت طلب کرو۔ تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا: ہم ہر قسم کے ظاہری اور باطنی فتنوں سے اللہ تعالیٰ کی حفاظت طلب کرتے ہیں۔(مسلم :32867)۔

عن حذیفة رضی الله عنه :تُعْرَضُ الْفِتَنُ عَلَی الْقُلُوْبِ کَالْحَصِیْرِعُوْدًا عُوْدًا ، فَأَیُّ قَلْبٍ أُشْرِبَھَا نُکِتَ فِیْہِ نُکْتَۃٌ سَوْدَائُ، فَأَیُّ قَلْبٍ أَنْکَرَھَا نُکِتَ فِیْہِ نُکْتَۃٌ بَیْضَائُ۔ حَتّٰی تَصِیْرُ عَلٰی قَلْبَیْنِ، عَلٰی أَبْیَضَ مِثْلَ الصَّفَا فَلَا تَضُرُّہُ فِتْنَۃٌ مَا دَامَتِ السَّمٰوَاتُ وَالْأَرْضُ وَالْآخَرُ أَسْوَدُ مُرْبَادًّا کَالْکُوْزِ مَجْخِیًّا لَا یَعْرِفُ مَعْرُوْفًا وَلَا یُنْکِرُ مُنْکَرًا إِلَّا مَا أُشْرِبَ مِنْ ہَوَاہُ۔(مسلم 386:) ترجمہ : فتنے دلوں پر مسلسل اس طرح پیش کئے جاتے ہیں جس طرح کہ چٹائی کی کاڑیاں یکے بعد دیگرے نکلتی رہتی ہیں۔

جو دل ان فتنوں کو قبول کرے گا تو اس میں ایک سیاہ نکتہ بٹھادیا جاتا ہے اور جو دل ان کو نہیں قبول کرتا تو اس کے دل میں ایک سفید نکتہ لگادیا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ دو ایسے دل ہو جاتے ہیں ایک بالکل سفید، چٹان کی طرح جس پر جب تک آسمان اور زمین قائم ہے، کوئی فتنہ اثر انداز نہیں ہو سکتا۔ اور دوسرا بالکل

جبریل کاآخری سوال: قیامت وعلاماتِ قیامت کے متعلق جبریل امین علیہ السلام کا اس حدیث میں آخری سوال قیامت اور علاماتِ قیامت کے بارہ میں ہے۔ جبریل علیہ السلام نے فرمایا: (فأخبرنی عن الساعة) یعنی: مجھے قیامت کے (وقوع) کے متعلق خبر دیجئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (ما المسئول عنها بأعلم من السائل)

یعنی: اس بارہ میں مسئول (جس سے سوال کیا جارہا ہے) سائل سے زیادہ نہیں جانتا۔ تب جبریل امین علیہ السلام نے سوال کیا(فأخبرني عن أماراتها: یعنی تو مجھے قیامت کی علامات ہی کی خبر دے دیجئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (أن تلد الأمة ربتها وأن ترى الحفاة العراة العالة رعاء الشاء يتطاولون في البنيان (یعنی): قیامت کی علامات یہ ہیں کہ) لونڈی اپنے آقا کو جنے اور تو دیکھے ننگے پاؤں، ننگے جسموں والے فقیروں کو، نیز بکریوں کے چرواہوں کو، بڑی بڑی عمارتوں میں فخر کرنے والے۔ قیامت، ایک خوفناک اور ہیبتناک منظر(الساعة) گھڑی کے معنی میں مستعمل ہے، یہاں مراد وہ گھڑی ہے جب لوگ اپنی قبروں سے نکل کر، اپنے پروردگار کیلئے ارضِ محشر میں جمع ہونگے، اس خوفناک اور ہیبتناک منظر کو (الساعة) یعنی گھڑی اس لئے کہا گیا کہ یہ انتہائی خطرناک اور مصیبت سے بھرپور وقت ہوگا، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: (يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ ۚ اِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَيْءٌ عَظِيْمٌ۔ يَوْمَ تَرَوْنَهَا تَذْهَلُ كُلُّ مُرْضِعَةٍ عَمَّآ اَرْضَعَتْ وَتَضَعُ كُلُّ ذَاتِ حَمْلٍ حَمْلَهَا وَتَرَى النَّاسَ سُكٰرٰي وَمَا هُمْ بِسُكٰرٰي وَلٰكِنَّ عَذَابَ اللّٰهِ شَدِيْدٌ)[1]

یعنی: لوگو! اپنے پروردگار سے ڈرو! بلاشبہ قیامت کا زلزلہ بہت ہی بڑی چیز ہے جس دن تم اسے دیکھ لوگے ہر دودھ پلانے والی اپنے دودھ پیتے بچے کو بھول جائے گی اور تمام حمل والیوں کے حمل گر جائیں گے اور تو دیکھے گا کہ لوگ مدہوش دکھائی دیں گے، حالانکہ درحقیقت وہ متوالے نہ ہوں گے لیکن اللہ کا عذاب بڑا ہی سخت ہے۔ اس کے علاوہ نفخ صور سے زندہ لوگوں پر جو موت واقع ہوگی وہ بھی (الساعة) یعنی: قیامت

[1] الحج: ۱،۲

کہلاتی ہے، ایک حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: (لا تقوم الساعة إلا على شرار الناس)[1]

یعنی: قیامت نہیں قائم ہوگی مگر انتہائی بُرے لوگوں پر۔ یہاں قیامت کے وقوع سے مراد، وہ زندہ لوگ ہیں جو صور پھونکنے سے موت کا شکار ہو جائیں گے، ان کی موت کو قیامت سے تعبیر کیا گیا ہے۔

نفخ صور سے قبل مرنے والے لوگوں کا مرنا بھی ان کیلئے وقوعِ قیامت ہے، چنانچہ جو شخص مرتا ہے اس کی قیامت قائم ہو جاتی ہے، کیونکہ موت کی صورت میں وہ دارالعمل یعنی دنیا سے دارالجزاء یعنی آخرت کی طرف منتقل ہو جاتا ہے۔ قیامت کے وقوع کا علم صرف اللہ تعالیٰ کے پاس ہے واضح ہو کہ قیامت کے وقوع کا علم صرف اللہ رب العزت کے پاس ہے، کوئی مخلوق وقوعِ قیامت کے وقت سے آگاہ نہیں ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: (يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَيَّانَ مُرْسٰىهَا ۭ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّيْ ۚ لَا يُجَلِّيْهَا لِوَقْتِهَآ اِلَّا هُوَ ۘ ثَقُلَتْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ لَا تَاْتِيْكُمْ اِلَّا بَغْتَةً ۭ يَسْـَٔلُوْنَكَ كَاَنَّكَ حَفِيٌّ عَنْهَا ۭ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللّٰهِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ)[2]

یعنی: یہ لوگ آپ سے قیامت کے متعلق سوال کرتے ہیں کہ اس کا وقوع کب ہوگا؟ آپ فرما دیجئے کہ اس کا علم صرف میرے رب ہی کے پاس ہے، اس کے وقت پر اس کو سوا اللہ کے کوئی اور ظاہر نہ کرے گا۔ وہ آسمانوں اور زمین میں بڑا بھاری (حادثہ) ہوگا وہ تم پر محض اچانک آپڑے گی۔

[1] صحیح مسلم: ۲۹۴۹ [2] الاعراف: ۱۸۷

وہ آپ سے اس طرح پوچھتے ہیں جیسے گویا آپ اس کی تحقیقات کر چکے ہیں۔ آپ فرما دیجئے کہ اس کا علم خاص اللہ ہی کے پاس ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔

نیز فرمایا: (اِنَّ اللہَ عِنْدَہٗ عِلْمُ السَّاعَۃِ ۚ وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ ۚ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْاَرْحَامِ ۭ وَمَا تَدْرِيْ نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا ۭ وَمَا تَدْرِيْ نَفْسٌۢ بِاَيِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ ۭ اِنَّ اللہَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ)[1]

یعنی: بے شک اللہ تعالیٰ ہی کے پاس قیامت کا علم ہے وہی بارش نازل فرماتا ہے اور ماں کے پیٹ میں جو ہے اسے جانتا ہے۔ کوئی (بھی) نہیں جانتا کہ کل کیا (کچھ) کرے گا؟ نہ کسی کو یہ معلوم ہے کہ کس زمین میں مرے گا۔

(یاد رکھو) اللہ تعالیٰ ہی پورے علم والا اور صحیح خبروں والا ہے۔ قیامت کا وقوع غیب کی چابی ہے بلکہ قیامت کا وقوع تو غیب کی چابی ہے، چنانچہ صحیح بخاری (۴۷۷۸) میں جناب عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (مفاتیح الغیب خمسۃ) یعنی: غیب کی چابیاں پانچ ہیں۔

ان میں سے ایک چابی قیامت کا علم ہے؛ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس موقع پر یہ آیت تلاوت فرمائی:

(اِنَّ اللہَ عِنْدَہٗ عِلْمُ السَّاعَۃِ)[2]

اس سے ثابت ہوا کہ قیامت کے وقوع کا علم، اللہ تعالیٰ کے علم غیب کی چابیوں میں سے ایک چابی ہے، اسی لئے افضل الملائکہ جبریل علیہ السلام نے جب افضل الرسل محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے قیامت کے وقوع

[1] لقمان: ۳۴۵ [2] لقمان: ۳۴

کے علم کا سوال کیا تو انہوں نے صاف صاف فرمادیا: (ما المسئول عنها بأعلم من السائل) قیامت کے وقوع کے علم کو غیب کی چابی قرار دینے کا معنی یہ ہے کہ جب قیامت کے وقوع کا علم کسی کے پاس نہیں ہے، حالانکہ وہ محض ایک چابی کے طور پر ہے، تو مابعد القیامۃ کا علم کسی کو کیسے ہو سکتا ہے، کون جان سکتا ہے کہ بندوں کا قیامت کے دن حساب کیسا ہوگا؟ کون کامیاب ہوگا اور کون ناکام ہوگا؟ کون جہنم میں ہمیشہ رہے گا اور کون ایک وقت مقرر کیلئے داخل کیا جائے گا؟ اگرچہ بہت سے شعبدہ باز، خاص طور پہ درگاہوں پر بیٹھے پیر اور ان کے مجاور، قیامت کی کامیابیوں یا

ناکامیوں کے تعلق سے مختلف دعوے کرتے ہیں، مگر وہ سب جھوٹے ہیں؛ کیونکہ قیامت ایک ایسی چیز ہے جس کی مفتاح یعنی چابی کا علم کسی کے پاس نہیں، تو بعد کی خبروں کا علم کیسے ہو سکتا ہے؟ قیامت کے وقوع کا سن یا تاریخ بتانے والے جھوٹے ہیں یہاں یہ بھی واضح کرنا ضروری ہے کہ آئے دن کوئی نہ کوئی شخص کھڑا ہو کر اپنے خودساختہ حساب وکتاب کی روشنی میں، قیامت کے وقوع کا سن یا تاریخ بتانے کی کوشش کرتا ہے، یا یہ بتانے کی جرأت کرتا ہے کہ دنیا کی کتنی عمر باقی رہ گئی ہے، اس قسم کے لوگوں کیلئے ہمارا رویہ یہ ہونا چاہئے کہ دل سے بھی اور زبان سے بھی انہیں جھوٹا کہا جائے۔ اگر کوئی شخص انہیں سچا جانے گا تو وہ کفر کا مرتکب ہوگا، جب افضل الرسل اور افضل الملائکہ تک کو وقوعِ قیامت کا علم نہیں تو کسی دوسرے کو بھلا کیسے ہو سکتا ہے۔

اصل مہم آخرت کی تیاری ہے ہمیں ہرگز یہ مہم نہیں سونپی گئی کہ ہم مختلف مفروضوں کو جمع کر کے قیامت کے وقوع کی تاریخ معلوم کرتے پھریں اور پھر اس کی تشہیر وتصویب پر اصرار کرتے رہیں، ہماری مہم تو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کے ذریعے، قیامت کی تیاری کرنا ہے، اور اپنی آخرت کو سنوارنا ہے

:عن أنس بن مالک رضی الله تعالیٰ عنه ،أن رجلا سأل النبی صلی الله علیه وسلم عن الساعة،فقال:متی الساعة؟قال :وماذا أعددت لها ؟قال: لاشئ، إلا أنی أحب الله ورسوله صلی الله علیه وسلم ، فقال:(أنت مع من أحببت)[1]

یعنی: انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے قیامت کے بارہ میں سوال کیا، اس نے کہا: قیامت کب آئے گی؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم نے قیامت کیلئے تیاری کیا کی ہے؟ اس نے کہا: کچھ خاص نہیں، البتہ میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت محبت کرتا ہوں۔

تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اسی کے ساتھ ہوگے جس کے ساتھ (دنیا میں) محبت کرتے ہو۔ قیامت، جمعہ کے دن قائم ہوگی قیامت کے علم کے بارہ میں احادیث سے صرف اتنی بات معلوم ہوئی ہے کہ وہ جمعہ کے دن قائم ہوگی: عن ابی هریرة رضی الله عنه أن النبی صلی الله علیه وسلم قال:(خیر یوم طلعت علیه الشمس یوم الجمعة ،فیه خلق آدم ،وفیه أدخل الجنة، وفیه أخرج منها، ولا تقوم الساعة إلا فی یوم الجمعة) [2]

یعنی: ابو ھریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سب سے بہترین دن جس پر سورج طلوع ہوتا ہے، جمعہ کا دن ہے، اسی دن آدم علیہ السلام کو پیدا کیا گیا، اور اسی دن انہیں جنت میں داخل

[1] صحیح بخاری:۳۶۸۸، صحیح مسلم:۲۶۳۹ [2] صحیح مسلم:۸۵۴

کیا گیا،اور اسی دن جنت سے نکالا گیا،اور قیامت بھی جمعہ ہی کے دن قائم ہو گی۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ قیامت جمعہ کے دن قائم ہو گی، لیکن وہ جمعہ کس سال کا ہو گا؟ کون سا مہینہ ہو گا؟ مہینے کا کون سا جمعہ ہو گا؟ یہ سب نا معلوم ہے۔

صرف اللہ رب العزت ہی کو ان تمام باتوں کا علم ہے۔البتہ ایک حدیث سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ قیامت جمعہ کے روز، دن کے آغاز میں، سورج کے طلوع ہوتے ہی قائم ہو جائے گی، چنانچہ سنن ابی داوٗد اور سنن نسائی میں ان الفاظ سے حدیث وارد ہے:(خير يوم طلعت فيه الشمس يوم الجمعة، فيه خلق آدم، وفيه أهبط، وفيه تيب عليه، وفيه مات، وفيه تقوم الساعة، وما من دابة إلا وهي مسيخة يوم الجمعة من حين تصبح حتى تطلع الشمس، شفقاً من الساعة إلا الجن والإنس)[1]

یعنی: سب سے بہترین دن جس پر سورج طلوع ہوتا ہے، جمعہ کا دن ہے،اس دن آدم علیہ السلام کو پیدا کیا گیا،اسی دن زمین پر اتارا گیا،اسی دن ان کی توبہ قبول کی گئی،اسی دن ان کا انتقال ہوا،اور اسی دن قیامت قائم ہو گی، جمعہ کے دن انسانوں اور جنوں کے علاوہ تمام مخلوقات پر فجر کے طلوع ہونے سے لیکر، سورج کے طلوع ہونے تک بڑا خوف طاری رہتا ہے، مبادا قیامت قائم نہ ہو جائے۔ مخلوقات کا خوف سورج طلوع ہونے تک قائم رہتا ہے، جس کا معنی یہ ہوا کہ قیامت کا وقوع دن کے آغاز ہی میں ہو جائے گا،اس کے علاوہ بہت سی احادیث سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ سورج کے مغرب سے طلوع ہوتے ہی قیامت قائم ہو جائے گی، یہ بھی اس امر کی دلیل ہے کہ قیامت،اول النہار قائم ہو گی۔

[1]ابوداؤد: ۱۰۴۶،نسائی: ۱۴۳۰

علاماتِ قیامت کی حکمت جبریل امین علیہ السلام نے قیامت کے وقوع کے علم کا سوال اس لئے کیا تا کہ اس علم کو حاصل کر کے لوگ اس کی تیاری کریں، لیکن جب یہ بات واضح ہو گئی کہ قیامت کا علم کسی کے پاس نہیں، تو پھر جبریل علیہ السلام نے اس حوالے سے دوسرا سوال کر دیا، یعنی: قیامت کی علامات؟ علامات سے مراد وہ نشانیاں جو قیامت کے وقوع کے قرب کی نشاندہی کریں،ان نشانیوں کا ظہور بھی بندہ کی تنبیہ کیلئے کافی ہے،اب بھی خوابِ غفلت سے بیدار ہو جاؤ اور اپنی آخرت کی تیاری کرو،ابھی موقع موجود ہے، ورنہ جب قیامت قائم ہو جائے گی تو نصیحت یا عمل کا کوئی موقع قطعاً کار گر نہ ہو گا۔

(فَهَلۡ يَنۡظُرُوۡنَ اِلَّا السَّاعَةَ اَنۡ تَاۡتِيَهُمۡ بَغۡتَةً‌ ۚ فَقَدۡ جَآءَ اَشۡرَاطُهَا‌ ۚ فَاَنّٰى لَهُمۡ اِذَا جَآءَتۡهُمۡ ذِكۡرٰٮهُمۡ) [1]

یعنی: تو کیا یہ قیامت کا انتظار کر رہے ہیں کہ وہ ان کے پاس اچانک آجائے یقیناً اس کی علامتیں تو آچکی ہیں، پھر جبکہ ان کے پاس قیامت آجائے انہیں نصیحت کرنا کہاں ہوگا؟ واضح ہو کہ کسی حدیث میں قیامت کی جملہ علامات کا ذکر نہیں ملتا، مختلف احادیث میں، مختلف علامات کا ذکر موجود ہے، جنہیں علماء نے اپنی مؤلفات میں جمع کر دیا ہے، حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ کی (**كتاب الفتن والملاحم**) میں اس تعلق سے بڑا مواد موجود ہے، اس کے علاوہ تمام کتبِ حدیث میں (**الفتن**) یا (**أشراط الساعة**) کے نام سے ابواب قائم ہیں، جن میں قیامت اور علاماتِ قیامت کا ذکر موجود ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی ایک حدیث میں ان علامات کو جمع نہیں فرمایا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سائل آتے اور قیامت اور اس کے وقوع کے تعلق سے سوال کرتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں مناسبِ

[1] محمد: ۱۸

حال جواب عنایت فرماتے، مثلاً: ایک اعرابی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور اس نے قیامت کے وقوع کے بارہ میں پوچھا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (**فإذا ضيعت الأمانة فانتظر الساعة**)[1]

یعنی: جب امانت کو ضائع کر دیا جائے گا تو قیامت کا انتظار کرنا۔ علاماتِ قیامت کی دو قسمیں اور ان کا بیان علماءِ کرام نے علاماتِ قیامت کو دو اقسام میں تقسیم کیا ہے 1: علاماتِ قریبہ اور 2 علاماتِ بعیدہ علاماتِ قریبہ سے مراد وہ علامات ہیں جو قیامت کے بالکل نزدیک رونما ہونگی، بلکہ بعض تو قیامت کے ساتھ متصل ظاہر ہونگی، ان علامات میں **خروجِ دجال، نزولِ عیسیٰ علیه السلام خروجِ یاجوج وماجوج، خروجِ دابة الارض، خروج النار** اور **طلوع الشمس من المغرب** وغیرہ ہیں۔ جبکہ علاماتِ بعیدہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ووفات، اور ظہورِ فتن وغیرہ ہیں۔ کچھ علماء نے ایک تیسری قسم کا بھی ذکر کیا ہے، یعنی: علاماتِ وسطیٰ، مثلاً: علم کا اٹھ جانا اور جہل کا پھیل جانا، قتل وغارت گری، تقارب اسواق، تقارب ازمان وغیرہ وغیرہ۔ حدیثِ جبریل میں مذکور علامات کا بیانحدیثِ جبریل میں قیامت کی دو علامتوں کا ذکر ہے)

1: (**أن تلد الأمة ربتها**) یعنی: لونڈی اپنے آقا کو جنے۔ یہ کثرتِ فتوحات کی طرف اشارہ ہو سکتا ہے، چنانچہ ایک شخص اپنی لونڈی سے ہمبستری کرے گا، اور وہ اس کیلئے بچہ جنے گی، یوں وہ لونڈی اپنے آقا کے بچے کی ماں کہلائے گی جسے اُمِ ولد کہا جاتا ہے، بچہ کا باپ چونکہ اس لونڈی کا آقا ہے، اس تعلق سے اس کا بیٹا بھی اس کا آقا ہی شمار ہوگا۔

[1] صحیح بخاری: ۵۹

یا پھر اس جملہ سے مقصود یہ بتلانا ہے کہ احوال بڑی تیزی سے متغیر ہونگے اور اولاد اپنے ماں باپ کی نافرمان بنتی جائے گی، نافرمانی اس حد تک بڑھ جائے گی اور بچے اپنے والدین پر یوں حکم چلائیں گے کہ محسوس ہوگا کہ اولاد اپنے ماں باپ کی آقا ہے۔

2۔وأن ترى الحفاة العراة العالة رعاء الشاء يتطاولون في البنيان)

یعنی: اور تو دیکھے ننگے پاؤں، ننگے جسموں والے فقیروں کو، نیز بکریوں کے چرواہوں کو، بڑی بڑی عمارتوں میں فخر کرنے والے۔(**الحفاة**) : حافی کی جمع ہے، جس کا معنی: ننگے پاؤں۔(**العراة**) : عاری کی جمع ہے، جس کا معنی: ننگے بدن۔(**العالة**) : عائل کی جمع ہے، جس کا معنی: فقیر۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان سے مراد یہ ہے کہ وہ لوگ جنہیں پہننے کو جوتا تک میسر نہ تھا، بدن کافی لباس سے محروم تھا، اور معیشت انتہائی فقر کے ساتھ بسر ہوتی تھی، مویشی چرا کر تھوڑا بہت گذارہ کر لیا کرتے تھے، یکلخت ان کے احوال تبدیل ہو جائیں گے، اور وہ شہروں میں بڑی بڑی بلڈنگوں کے مالک بن جائیں گے، بلکہ عمارتوں کی بلندی پر ایک دوسرے سے سبقت لیجانے اور فخر کرنے کی کوشش کریں گے۔ شیخ عبدالمحسن العباد حفظہ اللہ فرماتے ہیں : **وهاتان العلامتان قد وقعتا** یعنی: یہ دونوں علامتیں واقع ہو چکی ہیں۔ شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ہمارے اس دور میں عمارتوں کے ذریعہ فخر کا سلسلہ بہت بڑھ گیا ہے، اگرچہ یہ تفاخر ہر دور میں رہا ہے، اور ہر دور کے لوگ اپنے دور کے تفاخر کو علامتِ قیامت ہی قرار دیتے رہے ہیں۔ واللہ اعلم

دنیا کے فتنہ سے پناہ مانگنا" حضرت سعد بن ابی وقاص اپنے بیٹوں کو یہ کلمات اس طرح سکھاتے تھے، جس طرح معلم لوگوں کو کتابت سکھاتے ہیں اور کہتے جاتے تھے، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے بعد ان کو دعا کرتے تھے، وہ کلمات یہ ہیں، ((اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ الْجُبْنِ وَأَعُوذُ بِكَ أَنْ أُرَدَّ إِلَى أَرْذَلِ الْعُمُرِ وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ الدُّنْيَا وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ))[1]

اے اللہ! میں تیری پناہ مانگتا ہوں اس سے کہ بدترین بڑھاپا مجھ پر آ جائے اور تجھ سے پناہ مانگتا ہوں دنیا کے فتنہ سے، اس سے مراد دجال کا فتنہ ہے اور تجھ سے پناہ مانگتا ہوں قبر کے عذاب سے۔"" حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے کسی نے اس آیت (يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ مِنْ اَزْوَاجِكُمْ وَاَوْلَادِكُمْ عَدُوًّا لَّكُمْ فَاحْذَرُوْهُمْ ﴾

(اے ایمان والو بے شک تمہاری بیویوں اور اولاد میں سے بعض تمہارے دشمن بھی ہیں سو ان سے بچتے رہو اور اگر تم معاف کرو اور درگزر کرو اور بخش دو تو اللہ بھی بخشنے والا نہایت رحم والا ہے)۔ کی تفسیر پوچھی تو انہوں نے فرمایا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو مکہ میں اسلام لائے تھے اور چاہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوں لیکن انہیں ان کی بیویوں اور اولاد نے روک دیا۔ چنانچہ وہ لوگ مدینہ آئے تو دیکھا کہ لوگ دین کو کافی سمجھنے لگے ہیں تو انہوں نے

چاہاکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو سزادیں۔اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اور حکم دیا کہ ان سے ہوشیار رہو۔یہ حدیث حسن صحیح ہے۔[2] "

"عَنْ أَبِي سَعِيدٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَامَ خَطِيبًا فَكَانَ فِيمَا قَالَ إِنَّ الدُّنْيَا خَضِرَةٌ حُلْوَةٌ وَإِنَّ اللَّهَ مُسْتَخْلِفُكُمْ فِيهَا فَنَاظِرٌ كَيْفَ تَعْمَلُونَ أَلَا فَاتَّقُوا الدُّنْيَا وَاتَّقُوا النِّسَاءِ[3] "

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ کے لئے کھڑے ہوئے اور خطبہ میں یہ بھی فرمایا دنیا سر سبز و شیریں ہے اور اللہ تعالیٰ تمہیں دنیا میں حاکم بنانے والے ہیں پھر دیکھیں گے کہ تم کیسے عمل کرتے ہو غور سے سنو دنیا سے بچتے رہنا اور عورتوں سے بچتے رہنا۔

---

[1]الامام مسلم بن الحجاج ابوالحسن القشیری النیسابوری (المتوفی: 261ھ): صحیح مسلم: جلد سوم: حدیث نمبر2931 . [2] الامام مسلم بن الحجاج ،ابوالحسن، القشیری النیسابوری (المتوفی: 261ھ): صحیح مسلم: جلد سوم: حدیث نمبر2926۔

حدیث نمبر: 4234)) عَنْ أَنَسٍ، قَالَ: قَال رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "يَهْرَمُ ابْنُ آدَمَ وَيَشِبُّ مِنْهُ اثْنَتَانِ: الْحِرْصُ عَلَى الْمَالِ، وَالْحِرْصُ عَلَى الْعُمُرِ) [1] ((انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ابن آدم (انسان) بوڑھا ہو جاتا ہے، اور اس کی دو خواہشیں جوان ہو جاتی ہیں:

[1]البخاری، محمد بن إسماعیل ،ابو عبداللہ الجعفی (المتوفی: 256ھ): صحیح بخاری: جلد دوم: حدیث نمبر 95 حدیث متواتر

فتنوں کے دور میں بہترین شخص

عَنِ ابْنِ طَاوُسٍ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «خَيْرُ النَّاسِ فِي الْفِتَنِ رَجُلٌ آخِذٌ بِعِنَانِ أَوْقَالَ: بِرَأْسِ فَرَسِهِ خَلْفَ أَعْدَاءِ اللَّهِ يُخِيفُهُمْ وَيُخِيفُونَهُ، وَرَجُلٌ مُعْتَزِلٌ فِي بَادِيَتِهِ يُؤَدِّي الْحَقَّ الَّذِي عَلَيْهِ[3] «

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: " فتنوں کے دور میں لوگوں میں سے بہترین وہ شخص ہے جو اپنے گھوڑے کی لگام پکڑ کر اللہ کے دشمنوں کو ڈرائے اور وہ اس کو خوفزدہ کریں۔اور وہ شخص جو دیہات وغیرہ میں الگ تھلگ رہ کر زندگی بسر کرے اور جو حقوق اس کے ذمہ ہوں وہ انہیں ادا کرے۔(حذیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا:) " تم پر ایک زمانہ آئے گا کہ تم میں سے بہترین وہ شخص ہوگا جو نانیکی کا حکم دے گا اور نا برائی سے روکے گا۔

سَمِعْتُ حُذَيْفَةَ، يَقُولُ: «لَيَأْتِيَنَّ عَلَيْكُمْ زَمَانٌ خَيْرُكُمْ فِيهِ مَنْ لَا يَأْمُرُ بِمَعْرُوفٍ وَلَا يَنْهَى عَنْ مُنْكَرٍ» , فَقَالَ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ: أَيَأْتِي

[3]أبو نعيم أحمد بن عبد الله بن أحمد بن إسحاق بن موسى بن مهران الأصبهاني (المتوفى: 430هـ): حلية الأولياء وطبقات الأصفياء، جلد1، صفحه 278۔

عَلَيْنَا زَمَانٌ نَرَى الْمُنْكَرَ فِيهِ فَلَا نُغَيِّرُهُ , قَالَ: «وَاللَّهِ لَتَفْعَلُنَّ» ۔۔۔[1]

حذیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا: " تم پر ایک زمانہ آئے گا کہ تم میں سے بہترین وہ شخص ہوگا جو نا نیکی کا حکم دے گا اور نا برائی سے روکے گا۔ قوم میں سے ایک آدمی نے کہا: کیا ہمارے اوپر ایسا زمانہ آئے گا کہ ہم برائی کو دیکھیں گے اور اسے روک نہیں سکیں گے۔انہوں نے کہا: اللہ کی قسم ! تم ایسا کروگے۔۔۔(عَنْ أُمِّ مَالِكٍ الْبَهْزِيَّةِ قَالَتْ: ذَكَرَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْفِتَنَ فَقَالَ: «خَيْرُكُمْ فِيهَا أَوْ خَيْرُ النَّاسِ رَجُلٌ يَعْزِلُ فِي مَالِهِ يَعْبُدُ رَبَّهُ وَيُعْطِي حَقَّهُ، وَرَجُلٌ يُخِيفُهُ الْعَدُوُّ وَيُخِيفُهُمْ[2] «

ام مالک بہزیہ سے روایت ہے اس نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتنوں کا ذکر کیا تو کہا: ان میں تم میں سے بہترین وہ شخص ہے جو اپنے مال کے ساتھ عزلت میں چلا جائے گا اور اپنے رب کی عبادت کرے گا اور اپنا حق ادا کرے گا۔اور وہ شخص جو اپنے دشمن کو ڈرائے گا اور اس کا دشمن اسے ڈرائے گا۔

(جو دور جاھلیت میں ان میں سے بہترین تھے وہ اسلام میں بھی بہترین ہیں۔عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "تَجِدُونَ النَّاسَ مَعَادِنَ، فَخِيَارُهُمْ فِي الْجَاهِلِيَّةِ خِيَارُهُمْ فِي الْإِسْلَامِ إِذَا فَقِهُوا. وَتَجِدُونَ مِنْ خَيْرِ النَّاسِ فِي هَذَا الْأَمْرِ أَكْرَهَهُمْ لَهُ قَبْلَ أَنْ يَدْخُلَ فِيهِ. وَتَجِدُونَ مِنْ شَرِّ النَّاسِ ذَا الْوَجْهَيْنِ الَّذِي يَأْتِي هَؤُلَاءِ بِوَجْهٍ وَهَؤُلَاءِ بِوَجْهٍ[3] "

---

[1]ابو نعیم احمد بن عبد اللّٰہ بن احمد بن اسحاق بن موسی بن مہران الاصبہانی (المتوفی: 430ھ): حلیۃ الاولیاء وطبقات الاصفیاء، جلد1، صفحہ 279۔[2] ابو بکر بن ابی شیبۃ، عبد اللّٰہ بن محمد بن ابراہیم بن عثمان بن خواستی العبسی (المتوفی: 235ھ): الکتاب المصنف فی الاحادیث والآثار، جلد7، صفحہ 475، المحقق: کمال یوسف الحوت، مکتبۃ الرشد –الریاض، الطبعۃ: الاولی، 1409، عدد الاجزاء: 7۔[3] معمر بن ابی عمرو راشد الازدی مولاہم، ابو عروۃ البصری، نزیل الیمن (المتوفی: 153ھ): الجامع (منشور کملحق بمصنف عبد الرزاق)، جلد11، صفحہ 368، المحقق: حبیب الرحمٰن الاعظمی، المجلس العلمی بباکستان، وتوزیع المکتب الاسلامی بیروت، الطبعۃ: الثانیۃ، 1403ھ، عدد الاجزاء: 2 (الاجزاء 10، 11 من المصنف(

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: " تم لوگوں کو معادن پاؤ گے، پس جو دور جاھلیت میں ان میں سے بہترین تھے وہ اسلام میں بھی بہترین ہیں بشر طیکہ وہ دین میں سمجھ حاصل کریں۔وہ لوگ جو اسلام لانے سے قبل اس کو سخت ناپسند کرتے تھے وہ اسلام لانے کے بعد بہترین لوگ ہیں۔

دو منہوں والے انسان بدترین انسان ہیں جو اس کے پاس اور پہرے کے ساتھ آئیں اور اس کے پاس اور پہرے کے سارھ جائیں۔

(عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، أَنَّهُ قَالَ: إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ تَبُوكَ خَطَبَ النَّاسَ وَهُوَ مُسْنِدٌ ظَهْرَهُ إِلَى نَخْلَةٍ، فَقَالَ: "أَلَا أُخْبِرُكُمْ بِخَيْرِ النَّاسِ وَشَرِّ النَّاسِ، إِنَّ مِنْ خَيْرِ النَّاسِ: رَجُلًا (1) عَمِلَ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ عَلَى ظَهْرِ فَرَسِهِ أَوْ عَلَى ظَهْرِ بَعِيرِهِ، أَوْ عَلَى قَدَمَيْهِ حَتَّى يَأْتِيَهُ الْمَوْتُ، وَإِنَّ مِنْ شَرِّ النَّاسِ: رَجُلًا فَاجِرًا جَرِيئًا، (2) يَقْرَأُ كِتَابَ اللّٰهِ وَلَا يَرْعَوِي (3) إِلَى شَيْءٍ مِنْهُ[1] "

کیا میں تمہیں لوگوں میں سے بہترین اور بدترین شخص کے خبر نا دوں ؟ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تبوک کے سال لوگوں سے خطبہ ارشاد فرماتے ہوئے فرمایا جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک کھجور کے ساتھ ٹیک لگائے ہوئے تھے: "کیا میں تمہیں لوگوں میں سے بہترین اور بدترین شخص کے خبر نا دوں ؟لوگوں ہیں سے بہترین وہ شخص ہے جو گھوڑے کی پیٹھ پر، یا اونٹ کی پیٹھ پر یا اپنے قدموں پر اللہ کے رضا کے لیے عمل کرتا ہے۔ یہاں تک کہ اسے موت آ جاتی ہے۔ میں سے بدترین شخص ہے جو فاجر، جریء ہے، اللہ کی کتاب پڑھتا ہے لیکن اس میں سے کسی چیز پر بھی کان نہیں دھرتا۔عَنْ أَبِي بَكْرَةَ، أَنَّ رَجُلًا قَالَ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ، مَنْ خَيْرُ النَّاسِ؟ قَالَ: "مَنْ طَالَ عُمُرُهُ، وَحَسُنَ عَمَلُهُ" قَالَ: فَأَيُّ النَّاسِ شَرٌّ؟ قَالَ: "مَنْ طَالَ عُمُرُهُ، وَسَاءَ عَمَلُهُ[2]"

وہ شخص بہترین ہے جس کی عمر لمبی ہو اور اچھے اعمال زیادہ ہوں ابو بکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے کہا: " اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں میں سے بہترین کون ہے؟آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: " جس کی عمر لمبی اور اچھے اعمال زیادہ

[1]إحمد بن الحسین بن علی بن موسی الخُسْرَوْجِردی الخراسانی، إبو بکر البیہقی (المتوفی: 458ھ-): شعب الإیمان، جلد3، صفحہ 503، حققہ وراجع نصوصہ وخرج إحادیثہ: الدکتور عبد العلی عبد الحمید حامد، إشرف علی تحقیقہ وتخریج إحادیثہ: مختار إحمد الندوی، صاحب الدار السلفیۃ ببومبای –الہند، مکتبۃ الرشد للنشر والتوزیع بالریاض بالتعاون مع الدار السلفیۃ ببومبای بالہند، الطبعۃ: الأولی، 1423ھ - 2003م، عدد الأجزاء: 14 (13، ومجلد للفہارس)۔[2] علی بن الجَعْد بن عبید الجَوْہَری البغدادی (المتوفی: 230ھ-): مسند ابن الجعد, جلد1، صفحہ 493,, تحقیق: عامر إحمد حیدر، مؤسسۃ نادر - بیروت، الطبعۃ: الأولی، 1410 – 1990 [3] إبو عبد اللّٰہ إحمد بن محمد بن حنبل بن ہلال بن إسد الشیبانی (المتوفی: 241ھ-): مسند الإمام إحمد بن حنبل، جلد16، صفحہ 461، المحقق: شعیب الأرنؤوط - عادل مرشد، وآخرون إشراف: د عبد اللّٰہ بن عبد المحسن الترکی، مؤسسۃ الرسالۃ

ہوں، اس کہا: " لوگوں میں سے بدترین کون ہے؟آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: " جس کی عمر لمبی اور برے اعمال زیادہ ہوں۔اس شخص کا اسلام سب سے زیادہ اچھا ہے جس کا اخلاق سب سے زیادہ اچھا ہے۔

فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "إِنَّ الْفُحْشَ، وَالتَّفَحُّشَ (1) لَيْسَا مِنَ الْإِسْلَامِ فِي شَيْءٍ، وَإِنَّ خَيْرَ النَّاسِ إِسْلَامًا أَحْسَنُهُمْ خُلُقًا[1]"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نے فرمایا: " اسلام میں فحش اور تفحش میں سے کچھ بھی روا نہیں، لوگوں میں سے اس شخص کا اسلام سب سے زیادہ اچھا ہے جس کا اخلاق سب سے زیادہ اچھا ہے۔

[1] إبو عبداللہ إحمد بن محمد بن حنبل بن ہلال بن إسد الشیبانی (المتوفى: 241ھ):

پہلی فصل :خوارج کے متعلق احادیث پہلی حدیث (پہلا خارجی ذوالخویصرۃ تمیمی) :**ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ : "علی رضی اللہ عنہ نے یمن سے خام سونا مٹی میں ملا ہوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے چار آدمیوں : اقرع بن حابس حنظلی، عیینہ بن بدر فزاری، علقمہ بن علاثہ عامری یہ بنی بن کلاب کے حلیف بھی تھے، اور چوتھے زید الخیر الطائی جو کہ بنی نبہان کے حلیف بھی تھے ان میں تقسیم کر دیا۔**

راوی کہتے ہیں: قریش اس بات پر ناراض ہوئے اور انہوں نے کہا کہ: آپ نجد کے سرداروں کو دے رہے ہیں اور ہمیں نہیں دے رہے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (میں نے یہ ان کی تالیفِ قلبی کے لئے کیا ہے) پھر ایک آدمی گھنی ڈاڑھی، باہر نکلے ہوئے گال، اندر گھسی ہوئی آنکھوں، ابھری ہوئی پیشانی اور اس کا سر مونڈا ہوا تھا، اس نے آ کر کہا اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ سے ڈرو! تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر میں اللہ کی نافرمانی کروں تو اللہ کی فرمانبرداری کرنے والا کون ہے؟ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اہل زمین پر امین بنایا اور تم مجھے امانتدار نہیں سمجھتے! راوی کہتے ہیں: [نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا جواب سن کر] وہ آدمی چلا گیا تو لوگوں میں سے ایک شخص نے اس کے قتل کی اجازت طلب کی جو کہ غالباً خالد بن ولید تھے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس آدمی کی نسل سے ایسی جماعت پیدا ہو گی جو قرآن تو

آزمائشوں سے گناہوں کی معافی

"سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: '' مومن مرد اور مومن عورت پر اس کی جان، اولاد اور مال میں آزمائشیں آتی رہتی ہیں، یہاں تک کہ وہ جب اللہ تعالیٰ سے ملتے ہیں (ان کو موت آتی ہے) تو ان پر کوئی گناہ نہیں ہوتا۔ [4] ''

ایمان وایقان کی کمی بیشی کی مناسبت سے آزمائش آتی ہے۔ امتحانات وبلیات میں یہ اصول خداوندی ہے کہ کسی شخص پر آزمائش اتنی سخت یا نرم ہو گی جس قدر اس قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ اپنے چند ایک بندوں کی آزمائشوں اور اعلیٰ صلہ کا ذکر ہوتا ہے۔

ابراہیم علیہ السلام کی آزمائشیں اور ان کا صلہ

جد الانبیاء سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے امتحانات ابتلاء ات (آزمائشوں) کی کسوٹی پر پرکھا جس پر سیدنا ابراہیم علیہ السلام پورے اترے۔ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو کامل اطاعت الٰہی کا ثبوت دینے کے لے ابتلاء ات کے پرخطر بحر بیکراں سے گزرنا پڑا لیکن آپ بے خوف وخطر اسے عبور کر گئے اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اپنی اطاعت وبندگی کا سکہ منوالیا۔ اس سلسلے میں کبھی آپ کو آتش نمرود میں والہانہ کودنا پڑا چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

: ﴿ قَالُوا حَرِّقُوهُ وَانْصُرُوا آلِهَتَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ فَاعِلِينَ (68) قُلْنَا يَا نَارُ كُونِي بَرْدًا وَسَلَامًا عَلَى إِبْرَاهِيمَ (69) وَأَرَادُوا بِهِ كَيْدًا فَجَعَلْنَاهُمُ الْأَخْسَرِينَ (70) وَنَجَّيْنَاهُ وَلُوطًا إِلَى الْأَرْضِ الَّتِي بَارَكْنَا فِيهَا لِلْعَالَمِينَ (71) وَوَهَبْنَا لَهُ إِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ نَافِلَةً وَكُلًّا جَعَلْنَا صَالِحِينَ (72) ﴾[1]

کہنے لگے کہ اسے جلا دو اور اپنے خداؤں کی مدد کرو اگر تمہیں کچھ کرنا ہی ہے ہم نے فرما دیا اے آگ! تو ٹھنڈی پڑ جا اور ابراہیم علیہ السلام کے لئے سلامتی (اور آرام کی چیز) بن جا۔ گو انہوں نے ابراہیم علیہ السلام کا برا چاہا، لیکن ہم نے انہیں ناکام بنا دیا۔ اور ہم ابراہیم اور لوط کو بچا کر اس زمین کی طرف لے چلے جس میں ہم نے تمام جہان والوں کے لئے برکت رکھی تھی اور ہم نے اسے اسحاق عطا فرمایا اور یعقوب اس پر مزید اور ہر ایک کو ہم نے صالح بنایا۔ (بقول اقبال: تا نسوزی در تنورے چوں خلیل کے بیابی نصرت رب جلیل

---

[1]ڈاکٹر محمد اسلم صدیقی: روح القرآن۔[2] سورۃ الحج: 11۔[3] سیف اللّٰہ خالد: دعوۃ قرآن۔[4] [ترمذی، کتاب الزھد، باب ماجاء فی الصبر علی البلاء: ۲۳۹۹" [5] سورۃ البقرہ:

کا ایمان پختہ یا کمزور ہو گا یعنی آزمائش علی حسب الایمان والایقان ہی ہوتی ہے جیسے اللہ کریم فرماتے ہیں
: ﴿لَا يُكَلِّفُ اللَّهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا﴾)[5] اللہ تعالیٰ کسی جان کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا

---

[1]سورۃ یونس: 103۔[2] سورت الاعمران: 143 [3] سورۃ البقرہ: 249۔

کبھی اپنے اہل وعیال کو بے آب وگیاہ اور غیر آباد سرزمین مکہ میں تن تنہا چھوڑنا پڑا، چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ رَبَّنَا إِنِّي أَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِي بِوَادٍ غَيْرِ ذِي زَرْعٍ عِنْدَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ رَبَّنَا لِيُقِيمُوا الصَّلَاةَ فَاجْعَلْ أَفْئِدَةً مِنَ النَّاسِ تَهْوِي إِلَيْهِمْ وَارْزُقْهُمْ مِنَ الثَّمَرَاتِ لَعَلَّهُمْ يَشْكُرُونَ (37) ﴾[1]

اے میرے پروردگار! میں نے اپنی کچھ اولاد اس بے کھیتی کی وادی میں تیرے حرمت والے گھر کے پاس بسائی ہے۔اے ہمارے پروردگار! یہ اس لئے کہ وہ نماز قائم رکھیں پس تو کچھ لوگوں کے دلوں کو ان کی طرف مائل کر دے۔اور انہیں پھلوں کی روزیاں عنایت فرماتا کہ یہ شکر گزاری کریں۔کبھی ترک وطن کے صدمہ عظیم سے دو چار ہونا پڑا اور کبھی اپنے لخت جگر اور نور چشم کے حلقوم نازک پر سکین چلا کر کمال اطاعت کا ثبوت فراہم کرنا پڑا۔ پھر ان ابتلاات امتحانات کے نتیجے میں آپ علیہ السلام کو منصب امامت سے نوازا گیا چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَإِذِ ابْتَلَى إِبْرَاهِيمَ رَبُّهُ بِكَلِمَاتٍ فَأَتَمَّهُنَّ قَالَ إِنِّي جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ إِمَامًا قَالَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِي قَالَ لَا يَنَالُ عَهْدِي الظَّالِمِينَ﴾[2]

جب ابراہیم علیہ السلام کو ان کے رب نے کئی کئی باتوں سے آزمایا

(۱)اور انہوں نے سب کو پورا کر دیا تو اللہ نے فرمایا کہ میں تمہیں لوگوں کا امام بنادوں گا، عرض کرنے لگے میری اولاد کو (۲)فرمایا میرا وعدہ ظالموں سے نہیں۔(اور ساتھ ہی اللہ تعالیٰ نے یہ صلہ عظیم دیا کہ قیامت تک آنے والے لوگوں میں آپ علیہ السلام کا ذکر خیر باقی اور زندہ و جاوید رکھنے کا عہد دے دیا۔

﴿وَاجْعَلْ لِي لِسَانَ صِدْقٍ فِي الْآخِرِينَ (84)﴾[3]

---

[1] سورۃ الانبیاء: 68تا72۔

اور میرے لئے پچھلے لوگوں میں سچائی کی زبان باقی رکھا اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو امتحانات کی کسوٹی پر پورا اترنے کی وجہ سے دو بڑی نعمتیں یا دو بڑے انعام اس دنیا ہی میں عطا کر دیے: منصب امامت عطا کیا اور قیامت تک آپ علیہ السلام کا ذکر خیر باقی رکھ چھوڑا **رزق میں فراوانی** اطاعت الٰہی ایک بڑا فائدہ کا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے مطیع بندے کا رزق فراخ کر دیتے ہیں۔جیسا کہ درج ذیل ارشادات باری سے واضح ہے:﴿وَلَوْ أَنَّ أَهْلَ الْقُرَى آمَنُوا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَرَكَاتٍ مِنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ وَلَكِنْ كَذَّبُوا فَأَخَذْنَاهُمْ بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ (96)﴾[1]
اگر بستیوں کے رہنے والے لوگ ایمان لاتے اور تقوی اختیار کرتے تو ہم ان پر ساوی وارضی برکات کی بوچھاڑ کر دیتے لیکن انہوں نے تکذیب کی (یعنی اللہ تعالیٰ کی آیات و رسولوں کی تعلیم کا انکار کیا) تو ہم نے انہیں ان کے ان برے اعمال کی وجہ سے پکڑا۔

﴿ وَلَوْ أَنَّ أَهْلَ الْكِتَابِ آمَنُوا وَاتَّقَوْا لَكَفَّرْنَا عَنْهُمْ سَيِّئَاتِهِمْ وَلَأَدْخَلْنَاهُمْ جَنَّاتِ النَّعِيمِ (65) وَلَوْ أَنَّهُمْ أَقَامُوا التَّوْرَاةَ وَالْإِنْجِيلَ وَمَا أُنْزِلَ إِلَيْهِمْ مِنْ رَبِّهِمْ لَأَكَلُوا مِنْ فَوْقِهِمْ وَمِنْ تَحْتِ أَرْجُلِهِمْ مِنْهُمْ أُمَّةٌ مُقْتَصِدَةٌ وَكَثِيرٌ مِنْهُمْ سَاءَ مَا يَعْمَلُونَ (66) ﴾[2]

اور اگر اہل کتاب ایمان لاتے اور تقوی اختیار کرتے تو ہم ان سے ان کی برائیاں دور کرتے اور انہیں نعمتوں والے باغات میں داخل کرتے اور اگر وہ تورات وانجیل پر قائم رہتے اور جو ان کی طرف ان کے رب کی جانب سے اتارا گیا ہے (یعنی ان تشریحات پر جو انہیں ان کے

[1]سورۃابراہیم:37- [2] سورۃالبقرۃ:124۔[3] سورۃالشعراء:84۔

انبیاء نے بتائی تھیں قائم رہتے) تو وہ اپنے اوپر اور نیچے سے کھاتے۔
(یعنی ہم ان پر برکات ارضی و سماوی کے ابواب کھول دیتے)﴿ وَمَنْ يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَلْ لَهُ مَخْرَجًا (2) وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ وَمَنْ يَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ فَهُوَ حَسْبُهُ إِنَّ اللَّهَ بَالِغُ أَمْرِهِ قَدْ جَعَلَ اللَّهُ لِكُلِّ شَيْءٍ قَدْرًا﴾[1]

اور جو شخص اللہ سے ڈرتا ہے اللہ اس کے لئے چھٹکارے کی شکل نکال دیتا ہے اور اسے ایسی جگہ سے روزی دیتا ہے جس کا اسے گمان بھی نہ ہو اور جو شخص اللہ پر توکل کرے گا اللہ اسے کافی ہو گا۔

اللہ تعالیٰ اپنا کام پورا کر کے ہی رہے گا اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کا ایک اندازہ مقرر کر رکھا ہے۔ تاریخ اسلام میں مسلمانوں پر ایک ایسا دور بھی آیا کہ جب کوئی زکوۃ لینے والا نہیں ملتا تھا پھر خلافت راشدہ کا دور بھی مالی فراوانی کا دور ہے۔

لیکن اگر کوئی اس کے برعکس اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرے سر عام اس کی بغاوت کرے تو اس کا وہی حال ہو گا جس سے آج ہم سب پاکستانی دوچار ہیں یعنی خشک سالی بارش نہ ہونے کی وجہ سے پانی کی کمی کے باعث سخت قحط ہے جس کی وجہ سے جانور مویشی وغیرہ ہلاک ہو رہے ہیں یہ سب اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی وجہ سے ہے اگر آج لوگ تائب ہو جائیں اور اللہ کی طرف رجوع کر لیں تو یقیناً آج بھی اللہ تعالیٰ کی برکات کا نزول اسی طرح ہو گا جس کا اس نے وعدہ فرمایا ہے۔

مصائب دنیا سے نجات

جو انسان اللہ تعالیٰ کا مطیع وفرمان بردار بن جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے مشکلات و مصائب دنیا تکلیف ہائے زندگانی اور رنج وآلام زمانہ سے نجات عطافرمادیتے ہیں چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

[1]سورۃالاعراف:96۔[2] سورۃالمائدہ: 65،66۔

﴿وَمَنْ يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَلْ لَهُ مَخْرَجًا﴾[1]

"اور جو اللہ تالی سے ڈرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لئے نکلنے کی راہ پیدا کر دے گا۔ "
حضرت عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے کو کفار گرفتار کر کے لے گئے اور انہیں جیل خانہ میں ڈال دیا۔
ان کے والد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اکثر آتے اور اپنے بیٹے کی حالت اور حاجت مصیبت اور تکلیف بیان کرتے رہتے، آپ انہیں صبر کرنے کی تلقین کرتے اور فرماتے: (اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور صبر کرو)۔ میں تجھے اور اسے حکم دیتا ہوں کہ تم دونوں کثرت سے لاحول ولا قوۃ الہ باللہ پڑھا کرو"۔
حضرت عوف اپنے گھر کی طرف لوٹے اور اپنی بیوی سے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اور تجھے یہ حکم دیا ہے کہ کثرت سے " :لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰه "پڑھا کریں۔ان کی بیوی نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں کتنی اچھی بات کا حکم دیا ہے۔
وہ دونوں پڑھنے لگے۔(تفسیر القرطبی۔) عنقریب اللہ تعالیٰ ان کے چھٹکارے کی سبیل بنا دے گا، تھوڑے دن گذرے ہوں گے کہ ان کے بیٹے دشمنوں میں سے نکل بھاگے راستہ میں دشمنوں کی بکریوں کا ریوڑ مل گیا جسے اپنے ساتھ ہانک لائے اور بکریاں لئے ہوئے اپنے والد کی خدمت میں جا پہنچے پس یہ آیت اتری کہ متقی بندوں کو اللہ نجات دے دیتا ہے اور اس کا گمان بھی نہ ہو وہاں سے اسے روزی پہنچاتا ہے، مسند احمد میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ گناہ کی وجہ سے انسان اپنی روزی سے محروم ہو جاتا ہے تقدیر کو لوٹانے والی چیز صرف دعا ہے عمر میں زیادتی کرنے والی چیز صرف نیکی اور خوش سلوکی ہے۔
سیرت ابن اسحاق میں ہے کہ حضرت مالک اشجعی رضی اللہ عنہ کے لڑکے حضرت عوف رضی اللہ عنہ جب کافروں کی قید میں تھے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: " ان سے کہلوا دو کہ بکثرت (ترجمہ) پڑھتا رہے، ایک دن اچانک بیٹھے بیٹھے ان کی قید کھل گئی اور یہ وہاں سے نکل بھاگے اور ان لوگوں کی ایک اونٹنی ہاتھ لگ گئی جس پر سوار ہو لئے راستے میں ان کے اونٹوں کے ریوڑ ملے انہیں بھی اپنے ساتھ ہانک لائے وہ لوگ پیچھے دوڑے لیکن یہ کسی کے ہاتھ نہ لگے سیدھے اپنے گھر آئے اور دروازے پر کھڑے ہو کر آواز دی باپ نے آواز سن کر فرمایا اللہ کی قسم یہ تو عوف ہے ماں نے کہا ہائے وہ کہاں وہ تو قید و بند کی مصیبتیں جھیل رہا ہو گا۔
اب دونوں ماں باپ اور خادم دروازے کی طرف دوڑے دروازہ کھولا تو ان کے لڑکے حضرت عوف رضی اللہ عنہ ہیں اور تمام انگنائی اونٹوں سے بھری پڑی ہے پوچھا کہ یہ اونٹ کیسے ہیں ؟انہوں نے واقعہ بیان فرمایا۔
کہا اچھا ٹھہرو میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کی بابت مسئلہ دریافت کر آؤں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم

---

[1]سورۃالطلاق: 3،2۔

نے فرمایا: "وہ سب تمہارا مال ہے جو چاہو کرو۔" اور یہ آیت اتری کہ اللہ سے ڈرنے والوں کی مشکل اللہ آسان کرتا ہے اور بے گمان روزی پہنچاتا ہے۔[1]"

[1] سورۃ الطلاق:

2۔ اہل ایمان کی آزمائش کا عظیم واقعہ"

مسند احمد میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اگلے زمانے میں ایک بادشاہ تھا اس کے ہاں ایک جادو گر تھا، جب جادو گر بوڑھا ہو گیا تو اس نے بادشاہ سے کہا کہ اب میں بوڑھا ہو گیا ہوں اور میری موت کا وقت آ رہا ہے مجھے کوئی بچہ سونپ دو تو میں اسے جادو سکھا دوں چنانچہ ایک ذہین لڑکے (ابن اسحاق نے اس بچے کا نام عبد اللہ بن تامر بتایا ہے واللہ اعلم ، تفسیر ابن کثیر) کو وہ تعلیم دینے لگا لڑکا اس کے پاس جاتا تو راستے میں ایک راہب کا گھر پڑتا جہاں وہ عبادت میں اور کبھی وعظ میں مشغول ہوتا یہ بھی کھڑا ہو جاتا اور اس کے طریق عبادت کو دیکھتا اور وعظ سنتا آتے جاتے یہاں رک جایا کرتا تھا، جادو گر بھی مارتا اور ماں باپ بھی کیونکہ وہاں بھی دیر میں پہنچتا اور یہاں بھی دیر میں آتا، ایک دن اس بچے نے راہب کے سامنے اپنی یہ شکایت بیان کی راہب نے کہا کہ جب جادو گر تجھ سے پوچھے کہ کیوں دیر لگ گئی تو کہہ دینا گھر والوں نے روک لیا تھا اور گھر والے پوچھیں تو کہہ دینا کہ آج جادو گر نے روک لیا تھا، یونہی ایک زمانہ گزر گیا کہ ایک طرف تو جادو سیکھتا تھا اور دوسری جانب کلام اللہ اور دین اللہ سیکھتا تھا ایک دن وہ دیکھتا ہے کہ راستے میں ایک زبردست ہیبت ناک جانور پڑا ہوا ہے، اس نے لوگوں کی آمد و رفت بند کر رکھی ہے ادھر والے ادھر اور ادھر والے ادھر نہیں آ سکتے، اور سب لوگ ادھر ادھر حیران و پریشان کھڑے ہیں اس نے اپنے دل میں سوچا کہ آج موقعہ ہے کہ میں امتحان کر لوں کہ راہب کا دین اللہ کو پسند ہے یا جادو گر کا؟ اس نے ایک پتھر اٹھایا اور یہ کہہ کر اس پر پھینکا کہ اللہ اگر تیرے نزدیک راہب کا دین اور اس کی تعلیم جادو گر کے امر سے زیادہ محبوب ہے تو تو اس جانور کو اس پتھر سے ہلاک کر دے تاکہ لوگوں کو اس بلا سے نجات ملے پتھر کے لگتے ہی وہ جانور مر گیا اور لوگوں کا آنا جانا شروع ہو گیا پھر جا کر راہب کو

---

[1]العنکبوت:69)، مولانا اسحاق مدنی: تفسیر مدنی۔

خبر دی اس نے کہا پیارے بچے تو مجھ سے افضل ہے اب اللہ کی طرف سے تیری آزمائش ہو گی اگر ایسا ہوا تو تو کسی کو میری خبر نہ کرنا، اب اس بچے کے پاس حاجت مند لوگوں کو تانتا لگ گیا اور اس کی دعا سے مادر زاد اندھے کوڑھی جذامی اور ہر قسم کے بیمار اچھے ہونے لگے، بادشاہ کے ایک نابینا وزیر کے کان میں بھی یہ آواز پڑی وہ بڑے تحائف لے کر حاضر ہوا اور کہنے لگا کہ اگر تو مجھے شفاء دے دے تو یہ سب تجھے دے دوں گا اس نے کہا شفا میرے ہاتھ نہیں میں کسی کو شفا نہیں دے سکتا شفا دینے

والا اللہ وحدہ لا شریک لہ ہے اگر تو اس پر ایمان لانے کا وعدہ کرے تو میں اس سے دعا کروں اس نے اقرار کیا بچے نے اس کے لیے دعا کی اللہ نے اسے شفاء دے دی اور بادشاہ کے دربار میں آیا اور جس طرح اندھا ہونے سے پہلے کام کرتا تھا کرنے لگا، اور آنکھیں بالکل روشن تھیں بادشاہ نے متعجب ہو کر پوچھا کہ تجھے آنکھیں کس نے دیں ؟اس نے کہا میرے رب نے۔
بادشاہ نے کہا: " ہاں یعنی میں نے "، وزیر نے کہا: " نہیں نہیں، میرا اور تیرا رب اللہ ہے "، بادشاہ نے کہا: " اچھا تو کیا میرے سوا تیرا کوئی اور بھی رب ہے ؟، وزیر نے کہا: " ہاں میرا اور تیرا رب اللہ عزوجل ہے۔ "
اب اس نے اسے مار پیٹ شروع کر دیا اور طرح طرح کی تکلیفیں اور ایذائیں پہنچانے لگا اور پوچھنے لگا کہ تجھے یہ تعلیم کس نے دی ؟آخر اس نے بتا دیا کہ اس بچے کے ہاتھ پر میں نے اسلام قبول کیا اور اس نے اسے بلوایا اور کہا: " اب تو تم جادو میں خوب کامل ہو گئے ہو کہ اندھوں کو دیکھتا اور بیماروں کو تندرست کرنے لگ گئے ؟ "اس نے کہا: " غلط ہے نہ میں کسی کو شفا دے سکتا ہوں نہ جادو، شفا تو اللہ عزوجل کے ہاتھ میں ہے۔ " کہنے لگا: "ہاں یعنی میرے ہاتھ میں ہے، کیونکہ اللہ تو میں ہی ہوں۔ "اس نے کہا: "ہر گز نہیں "، کہا: "پھر کیا تو میرے سوا کسی اور کو رب مانتا ہے ؟ " تو وہ کہنے لگا: " ہاں ! میرا اور تیرا رب اللہ تعالیٰ ہے۔
" اس نے اب اسے بھی طرح طرح کی سزائیں دینی شروع کیں یہاں تک کہ راہب کا پتہ لگا لیا راہب کو بلا کر اس نے کہا کہ تو اسلام کو چھوڑ دے اور اس دین سے پلٹ جا، اس نے انکار کیا تو اس بادشاہ نے آرے سے اس کے چہرے کو چیر دیا اور ٹھیک دو ٹکڑے کر کے پھینک دیا پھر اس نوجوان سے کہا کہ تو بھی دین سے پھر جا مگر اس نے بھی انکار کر دیا تو بادشاہ نے حکم دیا کہ ہمارے سپاہی اسے فلاں فلاں پہاڑ پر لے جائیں اور اس کی بلند چوٹی پر پہنچ کر پھر اسے اس کے دین چھوڑ دینے کو کہیں اگر مان لے تو اچھا ورنہ وہیں سے لڑھکا دیں چنانچہ یہ لوگ اسے لے گئے جب وہاں سے دھکا دینا چاہا تو اس نے اللہ تبارک وتعالیٰ سے دعا کی (اللّٰهم اكفنيهم بما شئت) اللہ جس طرح چاہ مجھے ان سے نجات دے، اس دعا کے ساتھ پہاڑ ہلا اور وہ سب سپاہی لڑھک گئے صرف وہ بچہ بچا رہا، وہاں سے وہ اترا اور ہنسی خوشی پھر اس ظالم بادشاہ کے پاس آ گیا، بادشاہ نے کہا یہ کیا ہوا میرے سپاہی کہاں ہیں ؟فرمایا: " میرے اللہ نے مجھے ان سے بچا لیا۔ "اس نے کچھ اور سپاہی بلوائے اور ان سے بھی یہی کہا کہ اسے کشتی میں بٹھا کر لے جاؤ، اور بیچوں بیچ سمندر میں ڈبو کر چلے آؤ یہ اسے لے کر چلے
اور بیچ میں پہنچ کر جب سمندر میں پھینکنا چاہا تو اس نے پھر وہی دعا کی کہ بار الٰہی جس طرح چاہ مجھے ان سے بچا، موج اٹھی اور وہ سپاہی سارے کے سارے سمندر میں ڈوب گئے صرف وہ بچہ ہی باقی رہ گیا یہ پھر بادشاہ کے پاس آیا، اور کہا میرے رب نے مجھے ان سے بھی بچا لیا اے بادشاہ تو چاہے تمام تدبیریں کر ڈال لیکن مجھے ہلاک نہیں کر سکتا ہاں جس طرح میں کہوں اس طرح اگر کرے تو البتہ میری جان نکل جائے گی۔
اس نے کہا کیا کروں فرمایا تو لوگوں کو ایک میدان میں جمع کر پھر کھجور کے تنے پر سولی چڑھا اور میرے ترکش میں سے ایک تنکا نکال میری کمان پر چڑھا اور " بسم الله رب هٰذا الغلام "یعنی اسی اللہ کے نام سے جو اس بچے کا رب ہے کہہ کر وہ تیر میری طرف پھینک وہ مجھے لگے اور اس سے میں مروں گا چنانچہ بادشاہ نے یہی کیا تیر بچے کی کنپٹی میں لگا اس نے اپنا ہاتھ

اس جگہ رکھ لیااور شہید ہو گیا۔ اس کے اس طرح شہید ہوتے ہی لوگوں کو اس کے دین کی سچائی کا یقین آ گیا چاروں طرف سے یہ آوازیں اٹھنے لگیں کہ ہم سب اس بچے کے رب پر ایمان لا چکے یہ حال دیکھ کر بادشاہ کے مصاحب گھبرائے اور بادشاہ سے کہنے لگے اس لڑکے کی ترکیب ہم سمجھے ہی نہیں دیکھئے اس کا یہ اثر پڑا کہ یہ تمام لوگ اس کے مذہب پر ہو گئے ہم نے تو اسی لیے قتل کیا تھا کہ کہیں یہ مذہب پھیل نہ جائے لیکن وہ ڈر تو سامنے ہی آ گیا اور سب مسلمان ہو گئے بادشاہ نے کہا اچھا یہ کرو کہ تمام محلوں اور راستوں میں خندقیں کھدواؤ ان میں لکڑیاں بھرواور اس میں آگ لگا دو جو اس دین سے پھر جائے اسے چھوڑ دو اور جو نہ مانے اسے اس آگ میں ڈال دو ان مسلمانوں نے صبر وضبط کے ساتھ آگ میں جلنا منظور کر لیا اور اس میں کود کود گرنے لگے ، البتہ ایک عورت جس کی گود میں دودھ پیتا چھوٹا بچہ تھا وہ ذرا ہچکچائی تو اس بچہ کو اللہ نے بولنے کی طاقت دی اس نے کہا اماں کیا کر رہی ہو تم تو حق پر ہو صبر کرواور اس میں کود پڑو۔

یہ حدیث مسند احمد میں بھی ہے اور صحیح مسلم کے آخر میں بھی ہے اور نسائی میں بھی قدرت اختصار کے ساتھ ہے ، "

جان دی، دی ہوئی اسی کی تھی ۔ حق تو یہ ہے کہ حق ادا نا ہوا

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں صرف اور صرف اپنی ہی کامل اطاعت وبندگی کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین) وآخر دعوانا اِن الحمد اللّٰہ رب العالمین۔

فتنہ - تصویروں کا عصر حاضر میں

پورے انسانی معاشرے کو بالعموم اور اسلامی معاشرے کو بالخصوص جن چیلنجوں کا سامنا ہے ان میں تصویروں (چاہے کاغذی ہوں یا مجسے کی شکل میں) کا فتنہ سر فہرست ہے۔ دونوں نوعیتوں کی تصویروں کا ایک سیل رواں پورے انسانی معاشرے کو بہالے جانے کے درپے ہے۔ اجتناب کی ہزار کوششوں کے باوجود اس طوفان بلاخیز کا کوئی نہ کوئی جھونکا ایک مسلمان کے دین وایمان پر حملہ آور ہونے کی ضرور جدوجہد کرتا ہے۔ سائنس اور ٹکنالوجی کی روز افزوں ترقی نے اس عظیم فتنہ کی ہمہ گیریت، جاذبیت اور مقبولیت میں خوب خوب اضافہ کیا ہے اور انسان کے رگ وریشے میں خون کے مانند اسے جاری و ساری کر دیا ہے۔ آپ نظر اٹھا کر دیکھیں تو ہر طرف نوع بنوع تصویروں اور مجسموں کی بہتات نظر آئے گی۔ اخبار اور دیگر ذرائع ابلاغ کا دارومدار تصاویر ہی پر ہوتا ہے۔ رسائل وجرائد ومجلات اور دیگر مطبوعات کا غیر معمولی حصہ تصویروں سے پر کیا جاتا ہے اور تحریروں کے لئے کم سے کم جگہ مخصوص کی جاتی ہے، اسی طرح تعلیم و تعلم اور دیگر ضروریات کے سامانوں، کپڑوں، کھلونوں اور کھانے پینے تک کی چیزوں کا ذی روح کی تصویر سے خالی رہنا محال کے درجہ میں ہو گیا ہے۔ تمام تر احتیاطات کے باوجود بھی اگر آپ اپنے گھر کا جائزہ لیں تو کم از کم دس بیس چیزیں ضرور مل جائیں گی جو اس لعنت کا شکار ہوں گی۔ تصویروں کے بارے میں اسلام کا جو موقف ہے اس کے لیے موجودہ صورت حال فی الواقع ایک زبردست چیلنج ہے۔ اسلام نے تصویر اور تصویر سازی کو حرام قرار دیا ہے۔ تصویر سازی کے عمل کو شرک کی بنیاد

بتایا ہے، تصویر بنانے والے پر لعنت بھیجی ہے اور گھروں میں تصویر کی موجودگی کو فرشتوں کے داخلہ سے مانع بتایا ہے، ذخیرہ احادیث سے اس سلسلے کی چند روایتیں ملاحظہ ہوں:

ا۔ سورہ نوح میں نوح علیہ السلام کے زمانے کے بتوں کا تذکرہ بنام: وَدّ، سُوَاع، یَغُوث، یَعُوق و نَسر وارد ہوا ہے، ان کے بارے میں مشہور صحابی، مفسر قرآن حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ یہ سب قوم نوح کے بزرگوں کے نام ہیں، جب یہ نیک لوگ انتقال کر گئے تو شیطان نے ان کی قوم کو یہ مشورہ دیا کہ جن مجلسوں میں یہ بیٹھا کرتے تھے ان میں ان کے مجسمے نصب کر دو اور ان مجسموں کو انہیں کے نام سے موسوم کر دو، چنانچہ لوگوں نے ایسا ہی کیا۔ مگر ان مجسموں کی پوجا نہیں ہوتی تھی۔ لیکن وہ اگلے مر گئے اور علم ان سے جاتا رہا تو ان کی پوجا بھی ہونے لگی۔ (بخاری و مسلم)

۲۔ ایک مرتبہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ایک گدا خریدا جس پر تصویریں بنی تھیں، اللہ کے رسول آئے تو باہر سے آپ کی نظر گدے پر پڑ گئی، آپ دروازے پر کھڑے رہے گھر میں داخل نہ ہوئے حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ میں نے آپ کے چہرے سے ناگواری کا احساس کر لیا، میں نے کہا اے اللہ کے رسول! میں اللہ اور اس کے رسول کے سامنے توبہ کرتی ہوں، بھلا بتایئے تو مجھ سے کیا غلطی ہوئی ہے؟ اللہ کے رسول نے کہا کہ یہ گدا کیسا ہے؟ میں نے عرض کیا کہ آپ ہی کے واسطے اسے میں نے خریدا ہے کہ آپ اس پر بیٹھیں گے اور ٹیک لگائیں گے۔ اللہ کے رسول نے فرمایا ''ان تصویر والوں کو قیامت کے دن عذاب دیا جائے گا اور ان سے کہا جائے کہ تم نے جو تصویر بنائی ہے اس میں روح پھونکو'' پھر آپ نے فرمایا '': جس گھر میں تصویر ہوتی ہے اس میں فرشتے نہیں داخل ہوا کرتے'' (بخاری و مسلم)

۳۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ آپ فرمارہے تھے کہ '': اللہ کے یہاں سب سے سخت عذاب تصویر سازوں کو ہو گا'' (بخاری و مسلم)

۴۔ حضرت سعید بن ابو الحسن کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں حضرت عبد اللہ بن عباس کے پاس تھا کہ ایک شخص آیا اور عرض کیا کہ اے ابن عباس! میں ایک انسان ہوں، میری روزی روٹی کا دارومدار میرے ہاتھ کی کاریگری پر ہے، میں یہ تصویریں بناتا ہوں، ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: میں تم سے وہی بیان کروں گا جو اللہ کے رسول سے سنا ہے۔ جو شخص تصویر بنائے گا اللہ تعالی اسے اس وقت تک عذاب دیتا رہے گا جب تک کہ وہ اس میں روح نہ پھونکے، اور وہ اس میں کبھی روح نہیں پھونک سکتا، یہ بات سن کر سائل کو زبردست جھٹکا لگا وہ کانپنے لگا اور اس کا چہرہ پیلا پڑ گیا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: اگر تم اس پیشہ میں لگے رہنا چاہتے ہو تو درختوں اور غیر جاندار چیزوں کی تصویریں بناؤ۔ (بخاری) الغرض اس جیسی متعدد احادیث میں تصویر کی حرمت بیان کی گئی ہے اور اس پر سخت ترین وعیدیں بھی سنائی گئی ہیں جن کو سامنے رکھتے ہوئے ایک مسلمان کبھی بھی تصویر کشی، تصویر سازی یا اس سے معمولی قسم کا لگاؤ رکھنا گوارا نہ کرے گا۔ لیکن

افسوس کہ تصویری فتنہ کے سیل جرارنے ان حدیثوں کی معنویت کو لوگوں کے دلوں سے محو کر دیا ہے اور اس کی اس قدر ترویج واشاعت کی کہ ان تصویروں سے اجتناب واحتیاط کو محال نہیں تو حد درجہ مشکل ضرور بنادیا ہے۔ غالبا

'' اِذا کَثُرَ الْاِمْسَاسُ قَلَّ الْاِحْسَاسُ ''والے فارمولے کے تحت یہ سب کچھ ہورہا ہے جس میں کہا گیا ہے کہ کسی چیز کا کثرت وقوع احساس کو کم اور مردہ کر دیتا ہے، یعنی برائی کو اس قدر عام کر دیا جائے کہ لوگ اس کے خوگر اور عادی ہوجائیں اور اسے برائی کہتے ہوئے شرمائیں۔

اس المیے کا سب سے توجہ طلب پہلو یہ ہے کہ ہماری نئی نسل جو اسلام کی عام تعلیمات ومبادیات سے ناآشنا اور غافل ہوتی ہے اور مذکورہ احادیث کے علم سے بے بہرہ اور محروم ہوتی ہے وہ ظاہر ہے کہ موجودہ صورت حال کو نہ صرف یہ کہ جوں کا توں قبول کر رہی ہے بلکہ اسے اپنے تہذیبی ارتقاء اور معاشرتی ترقی کی ایک علامت کے طور پر فخریہ اپنا رہی ہے۔

شادی بیاہ اور دیگر تقریبات کے مواقع پر تصویر سازی کا کام جس مسرفانہ اور فاخرانہ انداز میں ہوتا ہے اس سے ہر شخص واقف ہے۔ تصویری فتنے کا ایک المناک پہلو یہ ہے کہ الکٹرانک میڈیا اور پرنٹ میڈیا دونوں کے ذریعہ نامحرم لڑکیوں کے فوٹو جو عام طور پر برہنہ یا نیم برہنہ ہوا کرتے ہیں خوب خوب اشاعت کی جاتی ہے جو نوجوان نسل کے اخلاق وعفت کے لیے کھلا چیلنج ہے۔

اس سے بھی زیادہ قابل توجہ امر یہ ہے کہ چھوٹے بچوں کے کھلونوں اور ٹافیوں کے ساتھ فاجر وبدکار ہیرو اور ہیروئنوں کی تصویریں بطور ''تحفہ'' شامل کر دی جاتی ہیں تاکہ بچے ان فساق وفجار کی تصویروں سے اپنی کاپی کتاب اور کمروں کی درو دیوار کو مزین کریں، ان کو اپنا آئیڈیل مانیں اور ان کی تقلید اور پیروی کو سرمایہ افتخار تصور کریں۔

بہر حال اس آزمائش میں ہر مسلمان کا فرض ہے کہ شرعی تعلیمات کو مد نظر رکھتے ہوئے اپنے کو اور اپنے اہل وعیال کو حتی الامکان اس فتنہ سے بچائے۔

اور دوسروں تک بھی اسلام کا پیغام پہنچانے کی کوشش کرے۔ جہاں تک اضطراری صورت حال کا تعلق ہے تو علماء نے ایسے موقع پر رفع ضرورت (اضطرار) کے بقدر اس کی اجازت دی ہے جیسا کہ پاسپورٹ اور شناختی کارڈ وغیرہ کے لئے تصویروں کی ضرورت ہوتی ہے۔

لیکن پھر بھی اضطرار کے دائرہ کو وسعت دینا بہر حال شرعی تقاضوں کے خلاف ہے۔ تصویروں کی لعنت سے بچنے کے لئے انہیں ضائع کر دینا یا روشنائی وغیرہ سے مٹادینا چاہئے، مجسمے وغیرہ ہوں تو ان کا سر جدا کر دینا چاہئے۔ ہاتھ کی کاریگری اور تفریح طبع کے لیے اگر آدمی چاہے تو غیر جاندار چیزوں کی تصویریں بنا سکتا ہے اور ان سے آرائش وغیرہ کا کام لے سکتا ہے۔ مثلا درختوں، پارکوں، جھرنوں، مسجدوں اور دیگر خوبصورت مناظر کی تصویریں، بشرطیکہ وہ انسان وحیوان کی

تصویروں سے خالی ہوں۔ اللہ رب العزت ہر مسلمان کو اس خطرناک عمل سے محفوظ رکھے اور حسب قدرت دوسروں کو بچانے کی توفیق دے۔

اللہ ہمیں نیک سمجھ دے اور راہ راست پر گامزن رہنے کی توفیق بخشے۔

دنیا کے فتنہ سے پناہ مانگنا

''حضرت سعد بن ابی وقاص اپنے بیٹوں کو یہ کلمات اس طرح سکھاتے تھے، جس طرح معلم لوگوں کو کتابت سکھاتے ہیں اور کہتے جاتے تھے، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے بعد ان کو پڑھا کرتے تھے، وہ کلمات یہ ہیں، ((اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِکَ مِنْ الْجُبْنِ وَأَعُوذُ بِکَ أَنْ أُرَدَّ إِلَى أَرْذَلِ الْعُمُرِ وَأَعُوذُ بِکَ مِنْ فِتْنَةِ الدُّنْيَا وَأَعُوذُ بِکَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ))[1]

اے اللہ ! میں تیری پناہ مانگتا ہوں اس سے کہ بدترین بڑھاپا مجھ پر آ جائے اور تجھ سے پناہ مانگتا ہوں دنیا کے فتنہ سے، اس سے مراد دجال کا فتنہ ہے اور تجھ سے پناہ مانگتا ہوں قبر کے عذاب سے۔"" حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے کسی نے اس آیت ﴿يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اِنَّ مِنْ اَزْوَاجِكُمْ وَاَوْلَادِكُمْ عَدُوًّا لَّكُمْ فَاحْذَرُوْهُمْ﴾ اے ایمان والو بے شک تمہاری بیویوں اور اولاد میں سے بعض تمہارے دشمن بھی ہیں سو ان سے بچتے رہو اور اگر تم معاف کرو اور درگزر کرو اور بخش دو تو اللہ بھی بخشنے والا نہایت رحم والا ہے۔ کی تفسیر پوچھی تو انہوں نے فرمایا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو مکہ میں اسلام لائے تھے اور چاہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوں لیکن انہیں ان کی بیویوں اور اولاد نے روک دیا۔ چنانچہ وہ لوگ مدینہ آئے تو دیکھا کہ لوگ دین کو کافی سمجھنے لگے ہیں تو انہوں نے چاہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو سزا دیں۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اور حکم دیا کہ ان سے ہوشیار رہو۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔[2] "

"عَنْ أَبِي سَعِيدٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَامَ خَطِيبًا فَكَانَ فِيمَا قَالَ إِنَّ الدُّنْيَا خَضِرَةٌ حُلْوَةٌ وَإِنَّ اللَّهَ مُسْتَخْلِفُكُمْ فِيهَا فَنَاظِرٌ كَيْفَ تَعْمَلُونَ أَلَا فَاتَّقُوا الدُّنْيَا وَاتَّقُوا النِّسَاءِ[3] "

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ کے لئے کھڑے ہوئے اور خطبہ میں یہ بھی فرمایا دنیا سرسبز و شیریں ہے اور اللہ تعالیٰ تمہیں دنیا میں حاکم بنانے والے ہیں پھر دیکھیں گے کہ تم کیسے عمل کرتے ہو غور سے سنو دنیا سے بچتے رہنا اور عورتوں سے بچتے رہنا۔

[1]الامام مسلم بن الحجاج ابوالحسن القشیری النیسابوری (المتوفی: 261ھ): صحیح مسلم: جلد سوم: حدیث نمبر 2931 . [2] الامام مسلم بن الحجاج ،ابوالحسن، القشیری النیسابوری (المتوفی: 261ھ): صحیح مسلم: جلد سوم: حدیث نمبر 2926۔

حدیث نمبر: 4234 ((عَنْ أَنَسٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "يَهْرَمُ ابْنُ آدَمَ وَيَشِبُّ مِنْهُ اثْنَتَانِ: الْحِرْصُ عَلَى الْمَالِ، وَالْحِرْصُ عَلَى الْعُمُرِ)[1]

انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ابن آدم (انسان) بوڑھا ہو جاتا ہے، اور اس کی دو خواہشیں جوان ہو جاتی ہیں:

پیشین گوئیاں:

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ پیش گوئی فرمائی تھی کہ قیامت کی نشانیوں میں سے یہ بھی ایک نشانی ہے کہ بڑے بڑے فتنے ظہور پذیر ہوں گے اور ایمان ڈگمگا جائے گا، یہاں تک کہ ایک آدمی صبح مسلمان ہوگا اور شام کو کافر ہو جائے گا، شام کو مومن ہوگا اور دن چڑھنے تک کافر ہو جائے گا، جب بھی کوئی فتنہ ظاہر ہوگا۔ تو مومن کہے گا: یہ میری ہلاکت کا سبب ہوگا، پھر دوسرا فتنہ ظاہر ہوگا، اور وہ کہے گا کہ یہ ہے، یہ ہے (جو باعث ہلاکت ہوگا) اور قیامت آجانے تک فتنوں کے ظہور کا یہ سلسلہ جاری رہے گا۔[1]

سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ کا اہتمام

: صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں سے سیدنا حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ فتنوں کے بارے میں خصوصی اہتمام فرمایا کرتے تھے، وہ اپنے بارے میں خود کہا کرتے تھے ": نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ خیر و بھلائی کے بارے میں سوالات کیا کرتے تھے، جبکہ میں شر و فتن کے بارے میں پوچھا کرتا تھا تاکہ ان سے بچا جا سکے۔[2]"

فتنوں کا دور:

ہم ایک ایسے دور سے گزر رہے ہیں، جس میں فتنوں کی موجیں ٹھاٹھیں مار رہی ہیں، عجیب و غریب حالات میں اپنے رنگ بدل رہی ہیں، فتنے اور مصائب و مشکلات یکے بعد دیگرے چلی آ رہی ہیں،

[1] صحیح مسلم، رقم الحدیث (۱۸۴۴) [2] صحیح البخاری، رقم الحدیث (۷۰۸۴) صحیح مسلم، رقم الحدیث (۱۸۴۷)

تغیراتِ زمانہ ایسے رونما ہو رہے ہیں کہ عقائد و افکار اور اخلاقی اقدار کو ملوث کر رہے ہیں، قوم بد سے بدترین فتنوں میں مبتلا ہوتی چلی جا رہی ہے، لوگ ایک فتنے کو بہت بڑا اقرار دے رہے ہوتے ہیں کہ اتنے میں اس سے بھی بڑا فتنہ رونما ہو جاتا ہے۔ کبھی خواہشاتِ نفس کو جلا کر رکھ دینے والے فتنے ہیں تو کبھی شکوک و شبہات کے گمراہ کر دینے والے فتنے ہیں، اسی طرح مختلف مسالک و مذاہب کے لوگوں کے اختلافات و آرا کے بھی فتنے پھیلتے جا رہے ہیں۔

فتنوں کا نشانہ:

دور حاضر کے فتنے صرف لوگوں کے اجسام ہی سے نہیں کھیلتے بلکہ ان کے افکار کو بھی تہہ و بالا کر کے رکھے دیتے ہیں، بلکہ آج کل کے فتنوں میں خاص بات ہی یہ ہے کہ وہ افکار و حقائق کو متاثر کرنے والے فتنے ہیں۔ فتنوں کے اس جھکڑ میں آپ لوگوں کو دیکھیں گے کہ ان کی حالت ان سوکھے ہوئے پتوں کی سی ہے، جن کو تیز ہوائیں۔آسانی سے اِدھر اُدھر اڑائے لیے جاتی ہیں۔ جی ہاں! فتنے کچھ لوگوں کو واقعتاً شکار کر لیتے ہیں، چنانچہ امام ابن ہبیرہ رحمہ اللہ کہتے ہیں'': خواہشاتِ نفس کے بھڑکنے کے وقت عقلوں کے چلے جانے کے فتنے سے ڈرتے رہو۔[1]''

فتنوں سے اجتناب:

سیدنا حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں'': فتنوں سے بچو۔ کوئی شخص بھی ان میں جھانکنے کی کوشش نہ کرے، جس شخص نے ان میں جھانکنے کی جسارت کی وہ اسے یوں برباد کر دیں گے، جیسے سیلاب کا پانی خس و خاشاک اور گھاس پھوس کے تنکوں کو اپنے ساتھ بہالے جاتا ہے۔[2]''

فتنوں کے اسباب:

اللہ رب العزت نے امتِ مسلمہ کو تنبیہ کی ہے کہ اگر اس نے اپنے رب العزت اور اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کی خلاف ورزی کی اور اپنی شریعت سے دور ہوئے، تو اللہ تعالیٰ انھیں فتنوں میں مبتلا کر دے گا، چنانچہ ارشادِ الٰہی ہے:

[1]صلاح الأمۃ فی علو الأمۃ (۶/ ۳۹۰) [2] حلیۃ الأولیاء (۱/ ۲۷۳) الفتن لنعیم بن حماد (۱/ ۱۴۰)

﴿فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖٓ اَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ﴾ النور: ۶۳

جو لوگ حکمِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خلاف ورزی کرتے ہیں، انھیں اس بات سے ڈرتے رہنا چاہیے کہ ان پر کوئی زبردست آفت نہ آپڑے یا انھیں کوئی دردناک عذاب نہ گھیر لے۔''اس آیت میں مذکور فتنہ وآفت عام ہے، جو سزا کی مختلف اقسام پر مشتمل ہے، جیسے باہم قتل و غارت پھیل جانا، زلزلے رونما ہونا، آتش فشاں پہاڑوں کا لاوے اگلنا، کسی ظالم حاکم کا ان پر حکمران بن جانا، مختلف بیماریوں کا پھیل جانا، فقر و فاقے اور تنگ دستی کا گھیر لینا اور حالاتِ زندگی کا مشکل و تنگ ہو جانا وغیرہ۔

فتنوں کا پھیلاؤ:

جب یہ فتنہ بپا ہوتا ہے تو یہ سب کو لپیٹ لیتا ہے، کسی کو نہیں چھوڑتا۔ ارشادِ الٰہی ہے: ﴿وَ اتَّقُوْا فِتْنَةً لَّا تُصِيْبَنَّ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْكُمْ خَآصَّةً وَ اعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ﴾ [الأنفال: ۲۵''[اور تم ایسے فتنے کے وبال سے بچو جو خاص کر ان ہی لوگوں پر واقع نہیں ہوگا، جو ان میں سے گناہوں کے مرتکب ہوئے ہیں۔''

مفسرین کرام اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں'': فتنے سے ڈرو، اگر یہ رونما ہوا تو اس کا شکار صرف ظالم لوگ ہی نہیں ہوں گے، بلکہ یہ تم سب کو اپنے گھیرے میں لے لے گا اور ہر نیک و بد کو مبتلا کرے گا۔'' بدکاروں اور ظالموں کے لیے تو یہ ان کے گناہوں کی سزا ہوگا اور نیک لوگوں کو یہ اس لیے دھر لے گا کہ وہ گناہ ہوتے دیکھتے تھے، مگر خاموش تماشائی بنے رہے، انھوں نے ظالم کے ظلم کا سد باب کیا نہ اس کے خلاف آواز اٹھائی اور نہ اس پر انکار کیا۔ فتنے انتہائی خطرناک ہوتے ہیں، ان کا شر بہت پھیل جاتا ہے۔ یہ کھیتی اور نسل کو تباہ کر دیتے ہیں، خشک و تر سب کو خاکستر کر دیتے ہیں، اہلِ عقل و دانش کو مبہوت و متحیر کر دیتے ہیں، عورتوں کو بیوہ اور بچوں کو یتیم کر دیتے ہیں، خون کی ندیاں بہا دیتے ہیں۔ جن معاشروں میں یہ رونما ہو جاتے ہیں، وہاں ہلاکتیں، بربادیاں اور مصائب و مشکلات عام کر دیتے ہیں، یہ فتنے ایسی آگ ہیں کہ جن کا ایندھن انسانی اور غیر انسانی جانیں اور مال ہوتے ہیں اور ان لوگوں کا انجام بہت برا ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی پناہ میں رکھے۔

خطرناک فتنے

: سب سے خطرناک اور بڑے فتنے وہ ہوتے ہیں جو دین میں واقع ہوں۔ انسان اپنے سامنے کئی شاخوں اور پگڈنڈیوں والے راستے دیکھے اور رنگارنگ فتنوں میں مبتلا کر دیا جائے، ایسے انسان کا صرف وجدان و شعور ہی متزلزل نہیں ہوتا، بلکہ تمام تر حفاظتی تدابیر کے باوجود وہ انسان کی پوری زندگی ہی کو ہلا کر رکھ دیتے ہیں اور انسان اپنے معاملے میں متحیر و ششدر اور اپنی عاقبت و انجام کے بارے میں خوفزدہ ہو جاتا ہے۔ بعض لوگ فتنوں کے سبب ایک قاتل قسم کی ناامیدی کی حالت میں مبتلا ہو جاتے ہیں، کچھ لوگ ایسے حالات میں اپنے آپ کو زندگی کے حاشیے میں دفن کر لیتے اور گوشہ نشین ہو جاتے ہیں، کئی لوگوں کے دماغ پر شیطان سوار ہو جاتا ہے اور وہ اپنے آپ پر وبال لے آتے ہیں، یہ سب کچھ کم فہمی کے سبب ہوتا ہے یا جھوٹی خبروں کے پھیلانے کے نتیجے میں، کبھی خواہشات نفس کی پیروی میں، کہیں بصیرت کے اندھا پن میں اور کسی کے یہاں ارادوں کے فساد و بگاڑ کے سبب سے۔ فتنوں کی انھی خطرناکیوں اور ہولناکیوں کے سبب اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: (وَالْفِتْنَةُ أَكْبَرُ مِنَ الْقَتْلِ) [البقرۃ: ۲۱۷'' [اور فتنہ قتل سے بڑا گناہ ہے۔'' یہی سبب ہے کہ شریعت اسلامیہ نے فتنوں کے بارے میں خصوصی تنبیہ کی ہے اور مسلمانوں کے سامنے واضح نشانات اور سنگ میل لگا دیے ہیں جنھیں دیکھنے سے راہنمائی حاصل ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ بھی ناراض نہیں ہوتا۔ امام حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں'': فتنہ جب رونما ہو رہا ہوتا ہے تو اسے ہر عالم پہچان سکتا ہے اور جب وہ اپنا کام کر چکا ہوتا ہے، تو پھر اسے ہر جاہل بھی پہچان لیتا ہے۔[1]''

فتنوں کی حکمتیں:

فتنے بھی اس سنتِ الٰہی کا ایک حصہ ہیں، جس میں کوئی تبدیلی نہیں آنے والی، بلکہ وہ جاری وساری

[1] طبقات ابن سعد (۷/ ۱۶۶) التاریخ الکبیر للبخاری (۴/ ۳۲۱) حلیۃ الأولیاء (۹/ ۲۴)

ہے، جیسا کہ ارشادِ الٰہی ہے: ﴿ اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ يُّتْرَكُوْٓا اَنْ يَّقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا وَ هُمْ لَا يُفْتَنُوْنَ ﴾ [العنکبوت: ۲] ''کیا لوگوں نے یہ سمجھ لیا ہے کہ انکے صرف اتنا کہہ دینے سے کہ ہم ایمان لے آئے، انھیں چھوڑ دیا جائے گا اور وہ آزمایش (فتنوں) میں نہیں ڈالے جائیں گے؟'' اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے مقدر میں بڑی بڑی حکمتوں کے پیش نظر یہ فتنے لکھ رکھے ہیں۔

1:۔ان حکمتوں میں سے ایک اہم حکمت یہ ہے کہ ان کے ذریعے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں مخلص لوگوں کا گروہ الگ کر لیتا ہے، کیونکہ دعوت کے جھنڈے کے نیچے تو ہر سچا، جھوٹا، مخلص اور خود غرض جمع ہو جاتا ہے، جبکہ فتنوں یا آزمایشوں سے لوگوں کے حقائق کا انکشاف ہو جاتا ہے، جسے حق و باطل سے کوئی غرض نہ ہو، بلکہ وہ صرف اپنے اغراض و مقاصد اور ذاتی منفعت ہی کو سب کچھ سمجھتا ہو تو وہ درہم و دینار کا بندہ اور دولت کا پجاری ہے، ایسے لوگ اصول و مبادیات اور امانتوں اور ذمے داریوں کے امین نہیں ہو سکتے۔ آزمایشیں اور فتنے ایسے لوگوں کے دلوں کا میل لوگوں کے سامنے رکھ دیتے ہیں، تاکہ امت ان کی اصلی حالت دیکھ لے اور انھیں اپنے اندر سے نکال پھینکے۔

2۔یہ صحیح ہے کہ فتنوں میں تکالیف و مشکلات تو ہوتی ہیں، لیکن ان میں بعض لوگوں میں مردانگی بڑھ جاتی ہے، ان کی ہمت و جراَت میں اضافہ ہو جاتا ہے اور وہ ضعف و کمزوری کے اسباب کا ادراک کر لیتے ہیں، جس سے ان میں پہلے سے بہت اعلی کردار ادا کرنے کے لیے مزید قوت آجاتی ہے۔ ارشادِ الٰہی ہے: ﴿ وَ عَسٰٓى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْئًا وَّ هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَ عَسٰٓى اَنْ تُحِبُّوْا شَيْئًا وَّ هُوَ شَرٌّ لَّكُمْ وَ اللّٰهُ يَعْلَمُ وَ اَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴾ [البقرۃ: ۲۱۶] ''قریب ہے کہ تم ایک چیز کو ناپسند کرو اور وہ (درحقیقت) تمھارے لیے بہتر ہو، اور قریب ہے کہ تم کسی چیز کو پسند کرو، جبکہ (حقیقت میں) وہ تمھارے حق میں بری ہو، اللہ تعالیٰ جانتا ہے، اور تم نہیں جانتے ہو۔3''۔ کتنے لوگ ہوتے ہیں جن کے بارے میں گمان کیا جارہا ہوتا ہے کہ وہ آزمایش میں ثابت

قدم رہیں گے، مگر وہ اس پر پورے نہیں اترتے اور کتنے دوسرے لوگ ہوتے ہیں جن کے بارے یہی خیال ہوتا ہے کہ یہ ثابت قدم نہیں رہیں گے، مگر وہ بہادری سے جم کر دکھا دیتے ہیں۔

فتنوں کا سیلاب:

جو شخص فتنوں سے نہیں بچتا اور احتیاط سے کام نہیں لیتا، فتنے اسے اپنے ساتھ یوں بہا کر لے جاتے ہیں جیسے سیلاب خس و خاشاک کو اپنے ساتھ بہا لے جاتا ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے ((سَتَكُوْنُ فِتَنٌ، اَلْقَاعِدُ فِيْهَا

خَيْرٌ مِنَ الْقَائِمِ، وَالْقَائِمُ فِيهَا خَيْرٌ مِنَ الْمَاشِي، وَالْمَاشِي فِيهَا خَيْرٌ مِنَ السَّاعِي، وَمَنْ يُّشْرِفُ لَهَا تَسْتَشْرِفْهُ))[1]

''عن قریب فتنے نمودار ہوں گے۔ ان میں بیٹھا ہوا آدمی کھڑے سے بہتر اور کھڑا آدمی چلتے سے بہتر اور چلتا ہوا کچھ کرنے والے سے بہتر ہو گا۔
جو شخص ان فتنوں کی طرف جھانک کر دیکھے گا، وہ اسے بھی دھر لیں گے۔'' یعنی اگر کوئی شخص ان فتنوں کی طرف جھانکے گا اور ان میں سامنے آئے گا تو وہ اسے بھی اپنی لپیٹ میں لے لیں گے۔

فتنوں سے تحفظ کے ذرائع

: مسلمان ان اسباب کی تلاش میں دلچسپی لیتا ہے جو فتنوں کا مقابلہ کرنے میں مدد و معاون ہوں، تاکہ وہ ان کے مقابلے کی تیاری کر سکے اور اپنے آپ کو پھسلنے سے محفوظ کر سکے۔

1۔تدبرِ قرآن:

قرآن کریم سے تعلق فتنوں سے بچاو کے اسباب و ذرائع میں سے ایک اہم ترین ذریعہ ہے۔ مسلمان اپنے پروردگار کی کتاب قرآن کریم کے ساتھ شغف رکھے، اپنے قول و عمل اور اعتقاد میں اسے پیش نظر رکھے، اس کی تعلیم حاصل کرے، دوسروں کو پڑھائے، تلاوت کرتا رہے اور اس کے احکام و معانی پر تدبر و تفکر کرے، کیوں کہ اس میں طلب کرنے والوں کے بچاؤ اور تحفظ کی ضمانت اور چاہنے والوں کے لیے ثابت قدمی کے سارے سامان موجود ہیں، چنانچہ ارشاد الٰہی ہے:
﴿ فَاِمَّا یَاْتِیَنَّكُمْ مِّنِّیْ هُدًى فَمَنِ اتَّبَعَ هُدَایَ فَلَا یَضِلُّ وَ لَا یَشْقٰى﴾ [طٰهٰ: ۱۲۳]

[1] صحیح البخاری، رقم الحدیث (۷۰۸۱) صحیح مسلم، رقم الحدیث (۲۸۸۶)

''پس تمھارے پاس میری طرف سے ہدایت آئے، تو جو شخص میری ہدایت کا اتباع کرے گا، وہ دنیا میں گمراہ نہیں ہو گا اور نہ موت کے بعد کی زندگی میں تکلیف اٹھائے گا۔'' نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ قُلْ نَزَّلَهٗ رُوْحُ الْقُدُسِ مِنْ رَّبِّكَ بِالْحَقِّ لِیُثَبِّتَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا﴾ [النحل: ۱۰۲''] آپ کہہ دیجیے کہ اس قرآن کو جبرائیل نے میرے رب کے پاس سے برحق نازل کیا ہے، تاکہ یہ ایمان والوں کو ثابت قدم بنائے۔'' اور ارشاد فرمایا: ﴿ وَ كُلًّا نَّقُصُّ عَلَیْكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الرُّسُلِ مَا نُثَبِّتُ بِهٖ فُؤَادَكَ﴾ [ھود: ۱۲۰] ''اور ہم انبیا کی خبروں میں سے ہر خبر آپ کو اس لیے سناتے ہیں، تاکہ اس کے ذریعے آپ کے دل کو مضبوط کریں۔

2۔اطاعتِ الٰہی

:امت میں رونما ہونے والے فتنوں کو رفع کرنے کے لیے سب سے پہلا ہتھیار ہدایتِ الٰہی کا اتباع ہے، اسی ہدایت کے سائے میں مسلمان اچھی صلاحیت پاتے ہیں اور ان میں عزم و ہمت کا اسلحہ جنم لیتا ہے۔ لاالہ الااللہ کے جھنڈے تلے ہی امت کا اتحاد و اتفاق وجود میں آتا ہے۔

3۔اتباعِ رسول

:اسی طرح فتنوں سے نجات کا تیسرا طریقہ دین کے ہر چھوٹے بڑے، ظاہر و باطن، عقیدہ واعمال اور حقائق و شریعت کے تمام امور میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی شریعت نافذ کرنے میں پنہاں ہے۔ ایسے میں علم و تقوی بھی راستے کا نور ہیں، جبکہ ہر سو اندھیرے چھائے ہوئے ہوں اور راستے طرح طرح کے فتنوں میں جکڑے ہوئے ہوں۔ ارشادِ الٰہی ہے: ﴿اَوَ مَنْ كَانَ مَيْتًا فَاَحْيَيْنٰهُ وَ جَعَلْنَا لَهٗ نُوْرًا يَّمْشِيْ بِهٖ فِي النَّاسِ كَمَنْ مَّثَلُهٗ فِي الظُّلُمٰتِ لَيْسَ بِخَارِجٍ مِّنْهَا﴾ [الأنعام : ١٢٢] ”کیا جو شخص مردہ تھا تو ہم نے اسے زندہ کیا اور اس کے لیے ہم نے ایک نور مہیا کر دیا جس کی مدد سے وہ لوگوں میں چلتا ہے، وہ اس آدمی کی مانند ہو سکتا ہے، جو تاریکیوں میں گھرا ہوا ہے اور اس سے نکل نہیں سکتا۔“

4۔رجوع الی اللہ:

بندے میں فتنوں سے بچنے، ان کا مقابلہ کرنے اور انھیں رفع کرنے کی کوئی طاقت نہیں سوائے اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور اس کی مدد و تعاون کے، وہی ثابت قدم رکھنے والا اور وہی معاون و مددگار ہے، اگر اس کا فضل و کرم نہ ہو تو کوئی مسلمان قدم اٹھا سکتا ہے، نہ اٹھایا ہوا قدم رکھ سکتا ہے اور نہ ہی کسی بھلائی پر لمحہ بھر کے لیے ثابت و قائم رہ سکتا ہے، لہٰذا فتنوں کے خاتمے کے اسباب و ذرائع میں سے ایک اہم ذریعہ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع بھی ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مثال آپ کے سامنے ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع اور اس کی مدد طلب کرنے کا گہرا شعور رکھتے تھے۔ آپ اکثر یہ دعا کیا کرتے تھے .((يَا مُقَلِّبَ الْقُلُوْبِ ثَبِّتْ قَلْبِيْ عَلٰى دِيْنِكَ))” [1]

اے دلوں کو پھیرنے والے ! میرے دل کو اپنے دین پر ثابت رکھ۔“ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خود بھی فتنوں اور آزمائشوں سے اللہ تعالیٰ کی بہ کثرت پناہ مانگا کرتے تھے اور اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بھی اس بات کی تاکید کیا کرتے تھے ((تَعَوَّذُوْا بِاللّٰهِ مِنَ الْفِتَنِ، مَاظَهَرَ وَمَا بَطَنَ))” [2]

ظاہری و باطنی ہر قسم کے فتنوں سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگا کرو۔“

5۔تزکیۂ نفس :اطاعت و عبادت کے ساتھ تزکیہ و اصلاح نفس بھی ثابت قدمی کے اسباب میں سے ایک اہم سبب ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (وَلَوْ اَنَّهُمْ فَعَلُوْا مَا يُوْعَظُوْنَ بِهٖ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ وَاَشَدَّ تَثْبِيْتًا) [النساء: ٦٦] ”اور اگر وہ لوگ وہی کرتے جس کی انھیں نصیحت کی جاتی ہے، تو ان کے لیے زیادہ بہتر اور انھیں دین پر ثابت قدم رکھنے کے لیے

زیادہ موثر ہوتا۔"اعمالِ صالحہ فتنوں سے بچاؤ کا نسخہ ہیں، انہی کے ذریعے مسلمان خوشحالی کے ایام میں خیر و بھلائی کا بیلنس بڑھاتا ہے اور جب فتنے بپا ہو جائیں تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے انہی اعمال صالحہ کی بدولت بندہ

[1] مسند احمد (۶/ ۲۹۴) سنن الترمذی، رقم الحدیث (۳۵۲۲) [2] صحیح مسلم، رقم الحدیث (۲۸۶۷)

ن سے نجات پا جاتا ہے، اس بات کی وضاحت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد سے بھی ہوتی ہے۔

((بَادِرُوْا بِالْأَعْمَالِ فِتَنًا كَقِطَعِ اللَّيْلِ مُظْلِمًا، يُصْبِحُ الرَّجُلُ مُؤْمِنًا وَّيُمْسِيْ كَافِرًا، أَوْ يُمْسِيْ مُؤْمِنًا وَّ يُصْبِحُ كَافِرًا، يَبِيْعُ دِيْنَهٗ بِعَرَضٍ مِنَ الدُّنْيَا))"[1]

فتنے بپا ہونے سے پہلے پہلے نیک اعمال کرنے میں جلدی کرو، وہ فتنے رات کے تاریک ٹکڑوں کی طرح ہوں گے، جن میں ایک شخص صبح مومن ہوگا، مگر رات ہونے تک وہ کافر ہو جائے گا اور ایک آدمی رات کو مومن ہوگا، لیکن دن چڑھنے تک وہ کافر ہو جائے گا، وہ اپنے دین کو دنیا کی خاطر بیچ ڈالے گا۔

6"۔ **صبر و تقویٰ**: کفار کی مکاریوں کا مقابلہ کرنے اور فتنوں سے تحفظ پانے کے لیے قرآن کریم نے صبر و تقویٰ کی تلقین کی ہے، چنانچہ ارشادِ الٰہی ہے: (لَتُبْلَوُنَّ فِیْٓ اَمْوَالِكُمْ وَ اَنْفُسِكُمْ وَ لَتَسْمَعُنَّ مِنَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَ مِنَ الَّذِیْنَ اَشْرَكُوْٓا اَذًى كَثِیْرًا وَ اِنْ تَصْبِرُوْا وَ تَتَّقُوْا فَاِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ﴾

[آل عمران: ۱۸۶"] تمھیں یقینا تمھارے مالوں اور جانوں میں آزمایا جائے گا اور تم یقینا ان لوگوں کی جانب سے جنھیں تم سے پہلے کتاب دی گئی اور مشرکین کی جانب سے بہت سی تکلیف دہ باتیں سنو گے اور اگر تم صبر کرو گے اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو گے تو بے شک یہ ہمت و عزیمت کا کام ہے۔

7"۔ اخلاص وللّٰہیت:

حضرت یوسف علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے فتنوں سے اخلاص کے سبب نجات دی تھی، چنانچہ ارشادِ الٰہی ہے: ﴿كَذٰلِكَ لِنَصْرِفَ عَنْهُ السُّوْٓءَ وَ الْفَحْشَآءَ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُخْلَصِیْنَ﴾ [یوسف: ۲۴] "ایسا اس لیے ہوا تاکہ ہم ان سے برائی و بدکاری کو دور کر دیں، بے شک وہ ہمارے ان بندوں میں سے تھے، جو مخلص اور برائیوں سے پاک کر دیے گئے تھے۔"اہلِ کہف کو اللہ تعالیٰ نے نجات دی اور ان کو محفوظ رکھا، کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع

[1] صحیح مسلم، رقم الحدیث (۱۱۸)

کر گئے اور اسی سے انھوں نے التجائیں کیں، جیسا کہ ارشادِ الٰہی ہے: ﴿رَبَّنَآ اٰتِنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً وَّ هَیِّئْ لَنَا مِنْ اَمْرِنَا رَشَدًا﴾ [الکھف: ۱۰"] اے ہمارے رب! تو ہمیں اپنی رحمت عطا کر اور ہمیں ہمارے معاملے میں راہِ راست پر

رکھ۔" اللہ تعالیٰ فتنوں سے ہمارا تحفظ اور کفار سے ہمارا دفاع اسی حد تک ہی کرے گا، جس حد تک ہمارا ایمان اور بندگی ہوں گے۔ ارشادِ الٰہی ہے: ﴿اَلَيْسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبْدَهٗ﴾ [الزمر: ٣٦] "کیا اللہ تعالیٰ اپنے بندے کے لیے کافی نہیں ہے؟" سلف صالحین کہا کرتے تھے: "بندگی کے حساب ہی سے اللہ تعالیٰ کفایت کرتا ہے۔" علامہ ابن القیم رحمہ اللہ آیت: ﴿اِنَّ اللّٰهَ يُدٰفِعُ عَنِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا﴾ [الحج: ٣٨] کی تفسیر بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں": (يُدٰفِعُ) کی ایک قراءت "يَدْفَعُ" بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کا دفاع اسی قدر ہوگا جس قدر ان میں بندگی کی مقدار اور اس کا کمال ہوگا۔ ایمان کا مادہ اور اس کی قوت اللہ تعالیٰ کے ذکر کے ساتھ ہوتی ہے، جو شخص جتنا زیادہ کامل الایمان اور کثرت سے ذکر کرنے والا ہوگا، اللہ تعالیٰ اسی قدر اس کا زیادہ دفاع کرے گا اور جس کا ایمان و ذکر جتنا کم ہوگا، اس کا دفاع بھی اتنا ہی کم ہوگا۔[1]"

ماہِ رمضان کی آمد آمد:

خیر و برکت اور بھلائیوں کا موسم ماہِ رمضان آ رہا ہے، یہ ایسا موقع ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کریں اور بحرِ خیرات و برکات سے دامن بھر لیں۔ فتن و فسادات کے زمانے میں اطاعت و بندگی میں خوب اضافہ کریں، تاکہ اللہ تعالیٰ کی حمایت اور اس کی طرف سے ہمارا دفاع ہمیں حاصل ہو سکے اور کوئی شخص ایمان و احسان اور اخلاص کی راہ پر نہ چلے اور طریقِ ہدایت پر صبر نہ کرے تو وبال و خسارہ اس کا مقدر بن جاتے ہیں، جیسا کہ ارشادِ الٰہی ہے:

---

[1] الوابل الصیب (ص: ١٠٠) نیز دیکھیں: تفسیر البغوی (٥/ ٣٨٨)

﴿وَالْعَصْرِ . اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِيْ خُسْرٍ . اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ .﴾ [العصر: ١ تا ٣] "قسم ہے زمانے کی، بیشک انسان خسارے میں ہے، سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور انھوں نے نیک کام کیے اور ایک دوسرے کو ایمان و عملِ صالح کی نصیحت کی اور ایک دوسرے کو صبر کی تلقین کی۔

" قتادہ بن دعامہ رحمہ اللہ ایک تابعی ہیں، انھوں نے فتنوں کو دیکھا اور ان میں سے گزرنے کے بعد انھوں نے اپنے تجربات کے نتائج امت کے سامنے رکھے ہیں۔ وہ کہتے ہیں": اللہ کی قسم! ہم نے ان قوموں کو بھی دیکھا ہے، جو فتنوں میں جلد گھس جانے والی تھیں اور ان لوگوں کو بھی دیکھا ہے جو اللہ تعالیٰ کے خوف و ہیبت کے سبب ان میں گھسنے اور جھانکنے سے باز رہے، جب فتنوں کے بادل چھٹے تو ہم نے دیکھا کہ جو لوگ فتنوں میں جھانکنے سے بچ گئے وہی زیادہ خوش دل، ٹھنڈے سینوں والے اور بدنامی سے بچنے والے تھے، جبکہ دوسرے ان کے برعکس تھے۔

اللہ تعالیٰ کی قسم ہے! اگر فتنوں کے خاتمے پر لوگوں کو جن باتوں کا علم ہوا، وہ انہیں فتنوں کے بپا ہونے سے پہلے حاصل ہو جاتا تو ان لوگوں میں ایک پوری نسل عقل مند نکلتی اور ان فتنوں میں دخل اندازی نہ کرتی۔[1]"

چند دنوں کے بعد مومن ماہِ رمضان کی آمد کی بشارتیں پائیں گے، جس میں اللہ تعالیٰ جنت کے دروازے کھول دیتا ہے اور جہنم کے دروازے بند کر دیتا ہے، وہ ماہِ مبارک جس کے فضائل وبرکات اور فوائد وثمرات کا احاطہ کرنا ناممکن ہے۔ امتِ اسلامیہ موجودہ بحرانوں اور فتنوں کے زمانے میں ایسے خیرات وبرکات کے موسم کی سخت ضرورت مند ہے، اس موسم سے گزر کر روشن دل، روشن بصیرت اور قوی العزم ہو جائیں، ان کے ارادوں سے کمزوری ختم ہو چکی ہو، ان کے دلوں سے حیرت واستعجاب اور خوف وخطرات مٹ چکے ہوں اور ان کے دل خوب قوی ہو جائیں۔

رمضان المبارک کا استقبال خوش دلی، صاف نفس، تطہیرِ اموال اور مشاغلِ زندگی سے فراغت کے ساتھ کرنا چاہیے۔ اس ماہ میں سب سے اہم کام یہ ہونا چاہیے کہ دلوں کی اصلاح ہو جائے، کیونکہ وہ دل جو

[1] حلیۃ الأولیاء لأبي نعیم الأصفهاني (۲/ ۳۳۷)

برائی پر لگا ہوا ہے، وہ بے شمار بھلائیوں سے محروم رہ جاتا ہے۔ ماہِ رمضان ماہِ قرآن ہے اور دل قرآن کے برتن اور ایمان کی جائے قرار ہیں۔ وہ برتن جو گناہوں سے لت پت ہو وہ قرآن سے کیسے متاثر ہو سکے گا؟ رمضان المبارک کا استقبال پاکیزہ نفسی اور دلوں کو حسد وبغض اور کینے سے پاک کر کے کریں کہ ان بیماریوں نے قوم کو توڑ پھوڑ دیا ہے اور مسلمانوں میں تفریق واختلافات کا طوفان بپا کر رکھا ہے، جس پر رمضان آئے اور وہ والدین کا نافرمان ہو، قطع رحمی کرنے والا ہو، اپنے بھائیوں سے تعلقات توڑے ہوئے ہو، معاشرے میں چغلی غیبت اس کا شیوہ ہو تو ایسا آدمی رمضان المبارک سے ہر گز مستفید نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَصْلِحُوْا ذَاتَ بَيْنِكُمْ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗٓ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ﴾ [الأنفال: ۱] "اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کرو، ایک دوسرے سے اپنے معاملات درست اور باہم صلح رکھو، اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور اس کے رسول کا اتباع کرو، اگر تم مومن ہو۔

"رمضان کی حکمتوں میں سے یہ بھی ہے کہ مسلمان کرۂ ارضی کے مختلف علاقوں کے مسلمانوں کے دکھ درد میں شریک ہوں، فاصلوں، دوریوں اور رکاوٹوں سے قطع نظر کریں، فقرا ومساکین اور غربا وکمزوروں کی پکار پر لبیک کہیں، ان کی مدد کریں، ان کی تکلیفوں کو محسوس کریں، ان کا غم بانٹیں اور ان کے فقر وفاقے میں ان کا ساتھ دیں۔

رمضان کا استقبال اپنے اموال کو حرام سے پاک کرنے کے ساتھ کریں، کس قدر حسرت وندامت والا منظر ہے کہ زبانیں دعائیں تو کرتی ہیں، مگر وہ قبول نہیں ہوتیں، جبکہ ہمارا پروردگار کہتا ہے: ﴿وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِيْ عَنِّيْ فَاِنِّيْ قَرِيْبٌ اُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لِيْ وَلْيُؤْمِنُوْا بِيْ لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُوْنَ﴾ [البقرۃ: ۱۸۶"] اور جب میرے بندے میرے بارے میں تم سے پوچھیں (تو کہہ دیں کہ) میں قریب ہوں، میں پکارنے والے کی دعا کو پورا کرتا ہوں جب بھی وہ مجھے پکارے۔ پس چاہیے کہ وہ بھی میری بات مانیں اور مجھ پر ایمان رکھیں، تاکہ وہ راہِ راست اور رشد وہدایت پائیں۔" سبحان ربک رب العزۃ عما یصفون، وسلام علی المرسلین، والحمد للہ رب العالمین۔

پردہ، نقاب اور فیشن

انسانی معاشرہ مرد اور عورت دونوں سے مل کر بنتا ہے، مرد اور عورت دونوں میں جسمانی اور ذہنی و نفسیاتی فرق کے ساتھ اور بھی بہت سے امتیازات پائے جاتے ہیں جن کی وجہ سے مرد کو ''مرد'' اور عورت کو ''عورت'' کہا جاتا ہے۔ ہر فرد بشر یہ دیکھتا ہے اور محسوس کرتا ہے کہ مرد کے مقابلے میں عورت نسبتاً کمزور اور نازک ہوتی ہے۔

ساتھ ہی یہ بھی ایک فطری امر ہے کہ خالق کائنات نے مرد اور عورت کے اندر ایک دوسرے کے لیے کشش رکھی ہے، البتہ اس بات کو بھی واضح کر دیا ہے کہ اس کشش کے نتیجے کے طور پر بلا کسی ضابطے اور قانون کے دونوں کے درمیان کسی بھی قسم کی قربت درست نہیں، ورنہ پھر فتنہ و فساد اور حیوانیت کا دور دورہ ہوگا اور انسانیت برباد ہو کر رہ جائے گی۔

اسلام نے اس فتنہ کے سد باب کے لیے جو اصول و قوانین وضع کیے ہیں ان میں ایک قانون پردہ کا بھی ہے۔

صنف نازک کی نزاکت اور کمزوری کو ملحوظ رکھتے ہوئے اس کے تحفظ کی خاطر عورت کو یہ حکم دیا گیا کہ وہ اپنی نسوانیت کی حفاظت کے لیے غیر مردوں سے محتاط رہے اور اپنے جسم اور اپنی زیب وزینت کو غیروں سے چھپائے رہے تاکہ اس کی عزت و ناموس پر حملہ ہونے کی نوبت نہ آئے۔

شریعت نے عورت کا جو ستر مقرر کیا ہے (یعنی جسم کا وہ حصہ جس کا چھپانا فرض ہے) وہ ہاتھ اور چہرے کے علاوہ پورا جسم ہے، اس حصہ کو شوہر کے علاوہ تمام لوگوں سے چھپانا اس کے لیے ضروری ہے جب کہ مرد کا ستر ناف سے لے کر گھٹنے تک کا حصہ قرار دیا گیا ہے۔ قرآن کریم میں سورہ نور کی آیت نمبر (۳۱) میں عورتوں کو حکم دیا گیا ہے۔

(وَقُل لِّلْمُؤْمِنَاتِ يَغْضُضْنَ مِنْ أَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوجَهُنَّ وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ إِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلَىٰ جُيُوبِهِنَّ﴾ کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں، شرمگاہ کی حفاظت کریں، زیب وزینت کو ظاہر نہ ہونے دیں، اوڑھنی کا استعمال کریں۔ یہ بھی تاکید کی گئی کہ (وَلَا يَضْرِبْنَ بِأَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِينَ مِن زِينَتِهِنَّ) اور چلتے وقت اس طرح زمین پر پاؤں نہ مارتی چلیں کہ ان کے اندر کی چھپی ہوئی آرائش کا اظہار ہو جائے۔

سورہ احزاب کی آیت نمبر (۳۳) میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں کو مخاطب کر کے کہا گیا ہے کہ (وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُولَىٰ) اپنے گھروں میں جمی بیٹھی رہا کرو اور زمانہ جاہلیت کے سے بناؤ سنگھار نہ دکھاتی پھرو۔ جب رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں کو یہ حکم ہے تو عام مسلمان عورتیں بدرجہ اولیٰ اس کی پابند ہوں گی۔ سورہ احزاب ہی کی آیت نمبر (۵۹) کے اندر پردہ کے تعلق سے یہ حتمی حکم نازل ہوتا ہے کہ (يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُل لِّأَزْوَاجِكَ وَبَنَاتِكَ وَنِسَاءِ الْمُؤْمِنِينَ يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِن جَلَابِيبِهِنَّ ذَٰلِكَ أَدْنَىٰ أَن يُعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ﴾ اے نبی! اپنی بیویوں، بیٹیوں اور مسلمانوں کی عورتوں سے کہہ دیجیے کہ اپنے اوپر چادروں کے گھونگھٹ ڈال لیا کریں، اس سے توقع کی جاتی ہے جذبات کو برانگیختہ کرے۔

اسی لیے نماز باجماعت میں اگر امام کو کسی غلطی وغیرہ پر متنبہ کرنا ہو تو مردوں کو یہ حکم ہے کہ " سبحان اللہ " کہہ کر امام کو متنبہ کریں، مگر عورتوں کو یہ حکم ہے کہ ایک ہاتھ کو دوسرے ہاتھ پر مار کر امام کو متنبہ کریں، زبان سے کچھ نہ بولیں۔
اس جانب بھی توجہ دلائی گئی ہے کہ چلتے وقت زمین پر اس طرح پاؤں مارتے ہوئے عورتیں نہ چلیں کہ جو زیور وغیرہ اندر پہنے ہوئے ہیں ان کی جھنکار سنائی دے اور لوگوں کی توجہ کا سبب بنے۔
یہ تمام احکامات اسی لیے دیے گئے ہیں کہ مرد وعورت ہر ایک کو فتنے اور برائی سے محفوظ رکھا جاسکے اور وہاں تک پہنچنے والے راستوں کو پہلے ہی سے بند رکھا جائے۔ لہٰذا ان شرعی احکام کی تعمیل کے وقت اس مقصد کو ملحوظ رکھنا ضروری ہے۔
ایسا نہ ہو کہ محض ظاہری اعتبار سے ان تعلیمات کو نافذ کر لیا جائے مگر ساتھ ہی ایسے اسلوب اور طریقے بھی اختیار کیے جائیں جو اس مقصد کے منافی ہیں۔ ہر وہ عمل جو عورت کی طرف مرد کو متوجہ کرنے کا اور مائل کرنے کا سبب ہو اس پر روک لگا دی گئی ہے، اب اگر کوئی عورت شرعی حکم کی تعمیل کرتے ہوئے نقاب کا استعمال کرتی ہے جو پردہ کے حکم پر عمل کرنے کے ذرائع میں سے ایک ذریعہ ہے مگر وہ اس نقاب کو پرکشش بنانے کی کوشش کرتی ہے، مثلاً اس کے رنگ کے ذریعے، اس پر نقش ونگار کے ذریعے، اس کے کاٹنے اور سلنے کے دیدہ زیب انداز کے ذریعے، اس کو چست بنا کر اپنے جسم کے نشیب وفراز کو ظاہر کرنے کے ذریعے وغیرہ وغیرہ، تو یہ تمام کوششیں پردے کے بنیادی مقصد سے ٹکراتی ہیں، کیونکہ پردہ تو اسی لیے مقرر ہی کیا گیا تھا کہ عورت کی طرف لوگوں کی نگاہیں پڑیں تو ان کو کوئی قابل توجہ شئ نظر نہ آئے، جب کہ عورت اپنے نقاب کو اس قدر پرکشش بنا رہی ہے کہ سب کی توجہ کا مرکز بنا رہے۔
افسوس کہ آج ایسے نقابوں کا رواج اور چلن ہو گیا ہے جن میں جدت اور فیشن کے نت نئے طریقوں کا بھرپور استعمال کیا گیا ہوتا ہے۔
عام ملبوسات کی طرح ڈیزائنوں والے پرکشش نقاب ہر روز ایک نیا فیشن لے کر آتے ہیں اور عورتیں ان کی طرف لپکتی ہیں اور کہ وہ پہچان لی جائیں گی اور ان کو تکلیف نہ پہنچائی جائے گی۔ پردہ کے ساتھ ہی کچھ اور احکامات دیے گئے ہیں جن کی پابندی گھر سے باہر نکلنے والی عورتوں کو لازما کرنا ہے، ان میں سے ایک یہ ہے کہ کبھی خوشبو لگا کر گھر سے باہر نہ نکلیں۔
اس حکم کا مقصد یہی ہے کہ خوشبو کے ذریعے عورتیں دوسروں کو اپنی طرف مائل کرتی نہ پھریں، حتیٰ کہ نماز کے لیے بھی اگر وہ مسجد کا رخ کر رہی ہیں تو بھی خوشبو کا استعمال نہ کریں۔
اسی طرح یہ بھی حکم ہے کہ راستہ چلتے وقت عورتیں راستے کے ایک طرف چلیں، مردوں کے ساتھ خلط ملط ہو کر نہ چلیں۔ مسجد میں بھی عورتوں کی صف مردوں سے الگ رکھی گئی اور استعمال والے نقاب کو رٹائر کر کے سب سے آخری اور جدید ترین نقاب کو خریدتی ہیں۔
اس کا نتیجہ یہ ہے کہ آج بازاروں میں سادے اور ساتر نقاب ناپید ہیں۔ اگر کوئی خاتون اس قسم کا نقاب استعمال کرنا بھی چاہتی ہے تو تلاش بسیار کے باوجود بھی اس کو نہیں مل پاتا۔ نقاب پردہ کے لیے اور جسم چھپانے کے لیے ہوتا ہے، زینت اور آرائش

حاصل کرنے کے لیے نہیں۔ لہٰذا صرف کالے یا کسی مخصوص رنگ کے نقاب کی شکل میں بنے ہوئے کپڑے سے نقاب کا مقصد حاصل نہیں ہوتا جب تک وہ اس ضرورت کو پورا نہ کرے۔
اگر نقاب لوگوں کی نگاہوں سے بچنے کے لیے نہیں بلکہ لوگوں کو اپنی جانب متوجہ کرنے کے لیے ہو تو بے نقابی اور بے پردگی کے حکم میں ہے۔ ایسی عورت پردہ میں ہوتے ہوئے بھی گویا بے پردہ ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث میں کہا گیا ہے کہ جو عورتیں کپڑے پہن کر بھی ننگی ہی رہیں اور دوسروں کو رجھائیں اور خود دوسروں پر ریجھیں۔۔۔۔۔۔۔ وہ جنت میں ہرگز داخل نہ ہوں گی اور نہ اس کی بو پائیں گی۔
(مسلم) ایک حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کتنی عورتیں ایسی ہیں جو دنیا میں لباس میں ہوتی ہیں مگر آخرت میں ننگی ہوں گی۔
(بخاری) ایک حدیث میں آپ نے ارشاد فرمایا کہ جس نے دنیا میں شہرت کی غرض سے کوئی لباس پہنا اللہ تعالیٰ اسے قیامت کے دن ذلت وخواری کا لباس پہنائے گا پھر اس میں آگ بھڑکا دے گا۔
(ابن ماجه، ابوداود، صحیح الجامع) بہر حال تمام مسلمان خواتین اور ان کے سرپرستوں کو پردہ اور نقاب کے حقیقی مقصد کو مد نظر رکھنا چاہیے اور نقاب کے استعمال کرنے اور کرانے کے وقت ان آیات واحادیث کے تقاضوں کو بھی سمجھنا چاہیے جن پر عمل کرنا ان کا مقصد ہے، اور اپنے آپ کو ان وعیدوں اور اس برے انجام سے بچانے کی فکر کرنا چاہیے جن کا تذکرہ حدیثوں میں ہوا ہے۔ اللہ رب العزت سب کو نیک سمجھ دے۔
عورتوں کی اس صف کو سب سے افضل کہا گیا جو مردوں سے زیادہ فاصلے پر ہو۔ ایک تنبیہ یہ بھی کی گئی ہے کہ عورتیں مردوں سے بوقت ضرورت بات کرتے وقت ایسا ناز ونزاکت والا لب ولہجہ نہ اپنائیں جس میں سننے والے کے لیے کشش ہو اور اس کے **شخصی آزادی کا صحیح مفہوم** جدیدیت اور مغربیت سے متاثر نئی نسل کے ذہن میں مختلف قسم کی جو غلط فہمیاں پرورش پارہی ہیں انہی میں سے ایک غلط فہمی شخصی آزادی کے تعلق سے بھی موجود ہے، عام طور سے جب لوگوں کو اسلامی احکام وآداب کو برتنے اور تقوی یا تدین کی دعوت دی جاتی ہے تو شیطان اس دعوت سے متنفر کرنے کے لیے لوگوں کے ذہن میں یہ وسوسہ ڈالتا ہے کہ دینداری نام ہے بے پناہ حدود وقیود کا، اسلامی زندگی عبارت ہے شخصی آزدی سے محرومی سے، اسے اپنا کر آزادانہ زندگی کی پر کیف لذتوں اور رنگینیوں سے ناطہ توڑ لینا بڑی بیوقوفی اور نادانی کا کام ہے، اس لیے تم ہرگز اپنے اختیارات سے دست بردار ہونے کے بارے میں نہ سوچنا، الغرض اس طرح کی چکنی چپڑی باتیں انسان کے ذہن میں شیاطین الجن والانس دونوں ڈالتے ہیں، اور اس قسم کے تصور اپڑنے والے کسی بھی ذی روح کی پرواہ نہ کریں گے ؟ سڑک پر آنے جانے والی دوسری گاڑیوں اور راہ گیروں کا خیال نہ کریں گے ؟ چوراہوں پر نصب کیے گئے برقی اشاروں اور سگنلوں یا ٹریفک پولس کی ہدایتوں کو نظر انداز کرتے ہوئے چلیں گے ؟ آزادی کو جس معنی میں سمجھا جارہا ہے اس کا تو تقاضا بہر حال یہی ہے، لیکن ہر کس وناکس جانتا ہے کہ اس تقاضے پر عمل کرنے والے سوار کا حشر کیا ہوگا، ایسا شخص منزل مقصود تک

پہنچنے سے پہلے ہی اپنی اور بہت سارے بے گناہوں کی جان سے کھیل جائے گا۔ ہلاکت، تباہی و بربادی اور خسران دائمی کے علاوہ کچھ ہاتھ نہ آئے گا۔

یہ مثال اور روز مرہ کی زندگی میں سامنے آنے والی لا تعداد مثالیں اس امر کی وضاحت کرتی ہیں کہ انسان کی آزادی بھی فطری طور پر حدود و قیود کی پابند ہے، سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ جس طرح آپ انسان ہیں اور آزاد و خود مختار ہیں ویسے ہی دوسرے لوگ بھی انہی صفات سے متصف ہیں، اگر آپ کی طرح تمام لوگ مزعومہ آزادی سے فریب کھا کر سڑک پر بے لگام چلنے لگیں تو منٹوں میں کیا ہو جائے گا کچھ کہا نہیں جا سکتا، عالمی سطح پر آزادی کے نام پر افرا تفری اور بے اعتدالی کا جو دور دورہ ہے وہ اسی فکر سقیم کا لازمی نتیجہ ہے۔

نام نہاد آزادی کے علمبرداروں سے اگر پوچھا جائے کہ کسی دوکان یا ہوٹل کے لذیذ کھانوں اور مٹھائیوں کو دیکھ کر آپ کے منہ سے رال ٹپکنے لگے اور آپ کا نفس انہیں تناول فرمانے کا شدت سے خواہش مند ہو تو کیا آپ جھٹ اس کھانے پر ہاتھ ماریں گے اور اپنا پیٹ بھر کر چل دیں گے یا اس سے قبل اپنی جیب اور اپنی وسعت کا خیال کریں گے، ایسے ہی کسی کی کوٹھی، لباس، سواری یا اور کوئی چیز آپ کو محبوب ہو اور آپ کا نفس اسے حاصل کرنا چاہے تو بلا کسی عوض معاوضہ کے آپ اسے اپنے قبضے میں کر لینے کو آزادی سے تعبیر کریں گے؟ مغربی دنیا آزادی کی حمایت میں گلا پھاڑ رہی ہے، وہی مغربی دنیا جو ایک مدت تک مشرقی دنیا کی گردن میں اپنی غلامی کا طوق ڈالے بے رحمانہ گھسیٹتی رہی، اپنے جابرانہ تسلط کوت کا غلام بن کر ایک بندہ بزعم خویش آزادانہ زندگی گزارتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ " آزادی " کے معنی و مفہوم کو متعین کرنے میں ایسے لوگ زبردست فریب کا شکار ہیں، حالانکہ معمولی غور و فکر سے ایک عام آدمی " آزادی " کی حدود اربعہ کی تعیین کر سکتا ہے، عام طور سے فریب خوردہ انسان یہ سمجھتا ہے کہ وہ جو چاہے کرے، جیسے چاہے جیے، اس کی مرضی اور منشا کے مطابق ہی اس کا ہر کام ہو، اس کے ارادوں اور خواہشوں کی تکمیل کی راہ میں کوئی چیز آڑے نہ آئے، یہی ہے آزادی اور یہی ہے خود مختاری۔ آزادی کا یہ مفہوم بظاہر تو بھلا معلوم ہوتا ہے لیکن عملی نقطہ نظر سے دیکھا جائے تو اس مفہوم کا سقم واضح ہوتا ہے، مثال کے طور پر آپ اپنی موٹر گاڑی سے جا رہے ہیں، آپ کی خواہش ہے بلکہ ہر سوار کی یہی خواہش ہوتی ہے کہ پوری تیز رفتاری کے ساتھ چل کر کم سے کم وقت میں منزل مقصود تک پہنچ جائے، تو کیا ایسی صورت میں آپ راستے میں سامنے قائم ودائم رکھنے کے لیے لاکھوں انسانوں کو خاک وخون میں تڑپایا، ان کی املاک وجائداد کو خوب خوب لوٹا، ان کے قومی خزانوں کو اپنے یہاں منتقل کر لے گئے، استغلال واستحصال کی جتنی بھی صورتیں ہو سکتی تھیں بروئے کار لائی گئیں، اس وقت نہ حقوق انسانی کی پامالی ہوئی نہ انسان کی شخصی واجتماعی آزادی پر کوئی آنچ آئی، آج وہی مغرب " حقوق انسان " کا اپنے آپ کو تنہا علمبردار قرار دیتا ہے اور دنیا کی بقیہ قوموں کی انسانی ہمدردی کو شک وشبہہ کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔ اسلام نے پہلے ہی دن سے بنی نوع انسان کو " لا الہ الا اللہ " کی تلقین کی، اس کلمہ کا پہلا جزء " لا الہ " انسان کو ہر طرح کے قید وبند اور غلامی وبندگی سے آزاد قرار دے کر دوسرے جز " الا اللہ " کے ذریعہ اس کو ایک اللہ سے جوڑ دیتا ہے، اس طرح اس کو زندگی کے ہر شعبہ میں ایسی آزادی عطا کرتا ہے جو دوسروں کی آزادی سے نہ ٹکرائے، ایسی آزادی جو اخلاق وآداب کے تقاضوں کو

بھی ملحوظ رکھے، ایک انسان اپنی زبان اور اپنے دیگر اعضاء وجوارح کے استعمال میں اسی حد تک آزاد ہے کہ اس آزادی سے دوسروں کی آزادی سلب نہ ہوتی ہو۔

عہد نبوی میں ایک نوجوان بارگاہ رسالت میں حاضر ہو کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے زنا کی اجازت طلب کرتا ہے وہاں موجود لوگ اس کی جرأت پر سخت برہم ہوئے اور قریب تھا کہ اس کو کوئی سزا دے بیٹھیں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں روکا اور اس جوان کو اپنے قریب بیٹھایا اور بڑی سنجیدگی کے ساتھ اس سے پوچھنا شروع کیا: بتاؤ کیا تم اس بات کو پسند کروگے کہ کوئی تمہاری ماں کے ساتھ زنا کرے؟ نوجوان فورا بول اٹھتا ہے: اے نبی! میں آپ پر قربان جاؤں، ایسا ہرگز مجھے منظور نہیں، آپ فرماتے ہیں: تو ایسے ہی دوسرے لوگ بھی اپنی ماؤں کے ساتھ اس فعل کو پسند نہیں کرتے، پھر آپ نے دریافت کیا: کیا تمہاری بیٹی کے ساتھ اگر کوئی یہ حرکت کرے تو تمہیں منظور ہوگا؟ اس کے بعد اس کی بہن، اس کی خالہ اور اس کی پھوپھی وغیرہ کے بارے میں آپ اس سے یہی سوال کرتے گئے اور وہ انکار کرتا رہا، اور اللہ کے رسول ہر مرتبہ اس سے یہی کہتے کہ دوسرے لوگ بھی ایسے ہی اس عمل بد کو پسند نہیں کرتے۔ یعنی جس طرح تم ہرگز اس بات کو برداشت نہیں کرسکتے کہ تمہاری ماں، بہن، بیٹی وغیرہ کے ساتھ کوئی غلط حرکت کرے ایسے ہی تم اس قسم کی حرکت کسی بنت حواء کے ساتھ کروگے تو وہ بھی کسی کی ماں، بہن، بیٹی ہوگی اور اس کے بیٹے، اس کے بھائی اور اس کے باپ ہرگز اسے برداشت نہیں کریں گے۔ کتنے اچھے اسلوب میں نبی آخر الزماں نے اس نوجوان کو سمجھادیا کہ دوسروں کے احساسات وجذبات کو ملحوظ رکھنا کس طرح انسان کو غلط کاری سے محفوظ رکھتا ہے، اسی ضمن میں شخصی آزادی کے غلط مفہوم کے سقم کی نشاندہی بھی ہوگئی، روایتوں میں آتا ہے کہ اس کے بعد اللہ کے رسول نے اس جوان کے لیے دعا فرمائی اور اس طرح جب وہ نوجوان وہاں سے اٹھا تو زنا کی قباحت وشناعت کا نہ صرف قائل ومعترف ہو کر اٹھا بلکہ اس کے نزدیک زنا سب سے مبغوض حرکت قرار پائی۔ (رواہ احمد باسناد جید) اس طرز پر سوچنے، سمجھنے، اور سمجھانے کی ضرورت ہے، آزادی کے غلط مفہوم کا سہارا لے کر طاغوتی طاقتیں اسلام کو مسلمانوں سے اور مسلمانوں کو اسلام سے الگ تھلگ کرنے کی جو سازشیں رچ رہی ہیں انہیں بے نقاب کرنا اور بہکتے ہوئے قدموں کو مزید آگے بڑھنے سے روکنا وقت کی اہم ترین ضرورت ہے، شاعر مشرق بہت پہلے ہی ماتم کرچکے ہیں کہ ہے کس کی یہ جرأت کہ مسلمان کو ٹوکے حریت افکار کی نعمت ہے خداداد چاہے تو کرے کعبے کو آتش کدۂ پارس چاہے تو کرے اس میں فرنگی صنم آباد قرآن کو بازیچہ تاویل بنا کر چاہے تو خود اک تازہ شریعت کرے ایجاد ہے مملکت ہند میں اک طرفہ تماشا اسلام ہے محبوس، مسلمان ہے آزاد

فتنوں کے دوران بہترین شخص

قَالَ حُذَيْفَةُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ: «لَيَأْتِيَنَّ عَلَيْكُمْ زَمَانٌ خَيْرُكُمْ فِيهِ مَنْ لَمْ يَأْمُرْ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَ عَنْ مُنْكَرٍ[2] «عَنْ أَبِي أُمَامَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "خَيْرُكُمْ مَنْ قَرَأَ الْقُرْآنَ وَأَقْرَأَهُ، إِنَّ لِحَامِلِ الْقُرْآنِ دَعْوَةً مُسْتَجَابَةً يَدْعُو بِهَا فَيُسْتَجَابُ لَهُ[3]"

ابی امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تم میں سے بہترین وہ شخص ہے جس نے قرآن پڑھااور پڑھایا، بے شک حامل قرآن کے لیے ایک ایسی دعا ہے جو قبول کی جاتی ہے چنانچہ وہ دعا کرے گا اس کی دعا قبول کی جائے گی۔

[2]أبو بكر أحمد بن عمرو بن عبد الخالق بن خلاد بن عبيد الله العتكى المعروف بالبزار (المتوفى: 292ه‍): مسند البزار المنشور باسم البحر الزخار، جلد3،صفحہ 44،المحقق: محفوظ الرحمن زين الله ، (حقق الأجزاء من 1 إلى 9)،وعادل بن سعد (حقق الأجزاء من 10 إلى 17)وصبرى عبد الخالق الشافعى (حقق الجزء 18)،الناشر: مكتبة العلوم والحكم - المدينة المنورة. الطبعة: الأولى، (بدأت 1988م، وانتهت 2009م)،عدد الأجزاء: 18 [3] محمد

لوگوں میں سب سے اچھا کون؟

عَنْ عِكْرِمَةَ، فِي قَوْلِهِ تَعَالَى ﴿كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ﴾ [آل عمران: 110] قَالَ: كُنْتُمْ خَيْرَ النَّاسِ لِلنَّاسِ [1] عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: كُنَّا نَقُولُ فِي زَمَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: رَسُولُ اللَّهِ خَيْرُ النَّاسِ، ثُمَّ أَبُو بَكْرٍ، ثُمَّ عُمَرُ [2] . رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں کہا کرتے تھے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں میں سے بہترین ہیں، پھر ابو بکر، پھر عمر۔

فتنوں کے دور میں بہترین شخص

عَنِ ابْنِ طَاوُسٍ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «خَيْرُ النَّاسِ فِي الْفِتَنِ رَجُلٌ آخِذٌ بِعِنَانِ أَوْ قَالَ: بِرَأْسِ فَرَسِهِ خَلْفَ أَعْدَاءِ اللَّهِ يُخِيفُهُمْ وَيُخِيفُونَهُ، وَرَجُلٌ مُعْتَزِلٌ فِي بَادِيَتِهِ يُؤَدِّي الْحَقَّ الَّذِي عَلَيْهِ[3] «

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: " فتنوں کے دور میں لوگوں میں سے بہترین وہ شخص ہے جو اپنے گھوڑے کی لگام پکڑ کر اللہ کے دشمنوں کو ڈرائے اور وہ اس کو خوفزدہ کریں۔ اور وہ شخص جو دیہات وغیرہ میں الگ تھلگ رہ کر زندگی بسر کرے اور جو حقوق اس کے ذمہ ہوں وہ انہیں ادا کرے۔ (حذیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا:) " تم پر ایک زمانہ آئے گا کہ تم میں سے بہترین وہ شخص ہو گا جو نا نیکی کا حکم دے گا اور نا برائی سے روکے گا۔ سَمِعْتُ حُذَيْفَةَ، يَقُولُ: «لَيَأْتِيَنَّ عَلَيْكُمْ زَمَانٌ خَيْرُكُمْ فِيهِ مَنْ لَا يَأْمُرُ بِمَعْرُوفٍ وَلَا يَنْهَى عَنْ مُنْكَرٍ» , فَقَالَ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ: أَيَأْتِي

---

[1]سليمان بن أحمد بن أيوب بن مطير اللخمى الشامى، أبو القاسم الطبراني (المتوفى: 360هـ):الروض الدانى (المعجم الصغير)،لد2،صفحہ 255.المصدر السابق،لد1،صفحہ 136- أبو عبد الله الحاكم محمد بن عبد الله بن محمد بن حمدويه بن نُعيم بن الحكم الضبى الطهمانى النيسابورى المعروف بابن البيع (المتوفى: 405هـ) المستدرك على الصحيحين،لد4،صفحہ 87، تحقيق: مصطفى عبد القادر عطا، دار الكتب العلمية – بيروت،الطبعة: الأولى، 1411 – 1990،عدد الأزاء: 4 [2] أبو نعيم أحمد بن عبد الله بن أحمد بن إسحاق بن موسى بن مهران الأصبهانى (المتوفى: 430هـ): حلية الأولياء وطبقات الأصفياء،لد1،صفحہ 218، السعادة - بجوار محافظة مصر، 1394هـ - 1974م، صورتها عدة دور منها،1 - دار الكتاب العربي – بيروت،2 - دار الفكر للطباعة والنشر والتوزيع، بيروت،3- دار الكتب العلمية- بيروت (طبعة 1409هـ بدون تحقيق)،عدد الأزاء: 10 [3] أبو نعيم أحمد بن عبد الله بن أحمد بن إسحاق بن موسى بن مهران الأصبهانى (المتوفى: 430هـ): حلية الأولياء وطبقات الأصفياء،لد1،صفحہ 278-

بن حبان بن أحمد بن حبان بن معاذ بن مَعْبدَ، التميمي، أبو حاتم، الدارمي، البُستي (المتوفى: 354هـ): صحيح ابن حبان بترتيب ابن بلبان، جلد5، صفحہ52، المحقق: شعيب الأرنؤوط، مؤسسة الرسالة – بيروت، الطبعة: الثانية، 1414 – 1993، عدد الأجزاء: 18 (17 جزء ومجلد فهارس(

عَلَيْنَا زَمَانٌ نَرَى الْمُنْكَرَ فِيهِ فَلَا نُغَيِّرُهُ , قَالَ: «وَاللَّهِ لَتَفْعَلُنَّ» ۔ ۔ ۔ [1]

حذیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا: " تم پر ایک زمانہ آئے گا کہ تم میں سے بہترین وہ شخص ہوگا جو نانیکی کا حکم دے گا اور نا برائی سے روکے گا۔ قوم میں سے ایک آدمی نے کہا: کیا ہمارے اوپر ایسا زمانہ آئے گا کہ ہم برائی کو دیکھیں گے اور اسے روک نہیں سکیں گے۔انہوں نے کہا: اللہ کی قسم ! تم ایسا کروگے۔۔۔(عَنْ أُمِّ مَالِكٍ الْبَهْزِيَّةِ قَالَتْ: ذَكَرَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْفِتَنَ فَقَالَ: «خَيْرُكُمْ فِيهَا أَوْ خَيْرُ النَّاسِ رَجُلٌ يَعْزِلُ فِي مَالِهِ يَعْبُدُ رَبَّهُ وَيُعْطِي حَقَّهُ، وَرَجُلٌ يُخِيفُهُ الْعَدُوُّ وَيُخِيفُهُمْ [2] «

ام مالک بہزیہ سے روایت ہے اس نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتنوں کا ذکر کیا تو کہا: ان میں تم میں سے بہترین وہ شخص ہے جو اپنے مال کے ساتھ عزلت میں چلا جائے گا اور اپنے رب کی عبادت کرے گا اور اپنا حق ادا کرے گا۔اور وہ شخص جو اپنے دشمن کو ڈرائے گا اور اس کا دشمن اسے ڈرائے گا۔

(جو دور جاھلیت میں ان میں سے بہترین تھے وہ اسلام میں بھی بہترین ہیں)

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "تَجِدُونَ النَّاسَ مَعَادِنَ، فَخِيَارُهُمْ فِي الْجَاهِلِيَّةِ خِيَارُهُمْ فِي الْإِسْلَامِ إِذَا فَقِهُوا. وَتَجِدُونَ مِنْ خَيْرِ النَّاسِ فِي هَذَا الْأَمْرِ أَكْرَهَهُمْ لَهُ قَبْلَ أَنْ يَدْخُلَ فِيهِ. وَتَجِدُونَ مِنْ شَرِّ النَّاسِ ذَا الْوَجْهَيْنِ الَّذِي يَأْتِي هَؤُلَاءِ بِوَجْهٍ وَهَؤُلَاءِ بِوَجْهٍ[3] "

---

[1]أبو نعيم أحمد بن عبد الله بن أحمد بن إسحاق بن موسى بن مهران الأصبهانى (المتوفى: 430هـ): حلية الأولياء وطبقات الأصفياء،لد1،صفحہ 279- [2] أبو بكر بن أبي شيبة، عبد الله بن محمد بن إبراهيم بن عثمان بن خواستي العبسي (المتوفى: 235هـ): الكتاب المصنف فى الأحاديث والآثار،لد7،صفحہ 475، المحقق: كمال يوسف الحوت ،مكتبة الرشد – الرياض ،الطبعة: الأولى، 1409 ،عدد الأزاء: 7- [3] معمر بن أبى عمرو راشد الأزدى مولاهم، أبو عروة البصرى، نزيل اليمن (المتوفى: 153هـ):الجامع (منشور كملحق بمصنف عبد الرزاق)،لد11،صفحہ 368، المحقق: حبيب الرحمن الأعظمى ،المجلس العلمى بباكستان، وتوزيع المكتب الإسلامى ببيروت ،الطبعة: الثانية، 1403 هـ ،عدد الأزاء: 2 (الأزاء 10، 11 من المصنف(

)ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: " تم لوگوں کو معادن پاؤگے، پس جو دور جاھلیت میں ان میں سے بہترین تھے وہ اسلام میں بھی بہترین ہیں بشرطیکہ وہ دین میں سمجھ حاصل کریں۔وہ لوگ جو اسلام لانے سے قبل اس کو سخت ناپسند کرتے تھے وہ اسلام لانے کے بعد بہترین لوگ ہیں۔دو منھوں والے انسان بدترین انسان ہیں جو اس کے پاس اور پہرے کے ساتھ آئیں اور اس کے پاس اور پہرے کے سارھ جائیں۔

(عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، أَنَّهُ قَالَ: إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ تَبُوكَ خَطَبَ النَّاسَ وَهُوَ مُسْنِدٌ ظَهْرَهُ إِلَى نَخْلَةٍ، فَقَالَ: "أَلَا أُخْبِرُكُمْ بِخَيْرِ النَّاسِ وَشَرِّ النَّاسِ، إِنَّ مِنْ خَيْرِ النَّاسِ: رَجُلًا (1) عَمِلَ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ عَلَى ظَهْرِ فَرَسِهِ أَوْ عَلَى ظَهْرِ بَعِيرِهِ، أَوْ عَلَى قَدَمَيْهِ حَتَّى يَأْتِيَهُ الْمَوْتُ، وَإِنَّ مِنْ شَرِّ النَّاسِ: رَجُلًا فَاجِرًا جَرِيئًا، (2) يَقْرَأُ كِتَابَ اللّٰهِ وَلَا يَرْعَوِي (3) إِلَى شَيْءٍ مِنْهُ[1] "

کیا میں تمہیں لوگوں میں سے بہترین اور بدترین شخص کے خبر نا دوں ؟ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تبوک کے سال لوگوں سے خطبہ ارشاد فرماتے ہوئے فرمایا جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک کھجور کے ساتھ ٹیک لگائے ہوئے تھے : " کیا میں تمہیں لوگوں میں سے بہترین اور بدترین شخص کے خبر نا دوں ؟ لوگوں ہیں سے بہترین وہ شخص ہے جو گھوڑے کی پیٹھ پر، یا اونٹ کی پیٹھ پر یا اپنے قدموں پر اللہ کے رضا کے لیے عمل کرتا ہے۔ یہاں تک کہ اسے موت آ جاتی ہے۔ میں سے بدترین شخص ہے جو فاجر، جری ء ہے،اللہ کی کتاب پڑھتا ہے لیکن اس میں سے کسی چیز پر بھی کان نہیں دھرتا۔

عَنْ أَبِي بَكَرَةَ، أَنَّ رَجُلًا قَالَ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ، مَنْ خَيْرُ النَّاسِ؟ قَالَ: "مَنْ طَالَ عُمْرُهُ، وَحَسُنَ عَمَلُهُ" قَالَ: فَأَيُّ النَّاسِ شَرٌّ؟ قَالَ: "مَنْ طَالَ عُمْرُهُ، وَسَاءَ عَمَلُهُ [2]"

وہ شخص بہترین ہے جس کی عمر لمبی ہو اور اچھے اعمال زیادہ ہوں ابو بکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے کہا: " اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں میں سے بہترین کون ہے ؟آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: " جس کی عمر لمبی اور اچھے اعمال زیادہ

---

[1]أحمد بن الحسين بن على بن موسى الخُسْرَوْجِردی الخراسانی، أبو بكر البيهقی (المتوفى: 458هـ): شعب الإيمان،جلد3،صفحہ 503، حققه وراجع نصوصه وخرج أحاديثه: الدكتور عبد العلى عبد الحميد حامد ،أشرف على تحقيقه وتخريج أحاديثه: مختار أحمد الندوي، صاحب الدار السلفية ببومباى – الهند ، مكتبة الرشد للنشر والتوزيع بالرياض بالتعاون مع الدار السلفية ببومباى بالهند ،الطبعة: الأولى، 1423 هـ - 2003 م ،عدد الأجزاء: 14 (13، ومجلد للفهارس)۔ [2] على بن الجَعْد بن عبيد الجَوْهَری البغدادی (المتوفى: 230هـ):مسند ابن الجعد،جلد1،صفحہ 493, تحقيق: عامر أحمد حيدر،مؤسسة نادر - بيروت،الطبعة: الأولى، 1410 – 1990 [3] أبو عبد الله أحمد بن محمد بن حنبل بن هلال بن أسد الشيبانی (المتوفى: 241هـ): مسند الإمام أحمد بن حنبل،جلد16،صفحہ 461، المحقق: شعيب الأرنؤوط - عادل مرشد، وآخرون ،إشراف: د عبد الله بن عبد المحسن التركی،مؤسسة الرسالة

ہوں،اس کہا: " لوگوں میں سے بدترین کون ہے ؟آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: " جس کی عمر لمبی اور برے اعمال زیادہ ہوں۔اس شخص کا اسلام سب سے زیادہ اچھا ہے جس کا اخلاق سب سے زیادہ اچھا ہےفَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "إِنَّ الْفُحْشَ، وَالتَّفَحُّشَ (1) لَيْسَا مِنَ الْإِسْلَامِ فِي شَيْءٍ، وَإِنَّ خَيْرَ النَّاسِ إِسْلَامًا أَحْسَنُهُمْ خُلُقًا[1]"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نے فرمایا: " اسلام میں فحش اور تفحش میں سے کچھ بھی روا نہیں، لوگوں میں سے اس شخص کا اسلام سب سے زیادہ اچھا ہے جس کا اخلاق سب سے زیادہ اچھا ہے۔

بہترین شخص کے اوصاف حسنہ

عَنْ دُرَّةَ بِنْتِ أَبِي لَهَبٍ، قَالَتْ: قَامَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ عَلَى الْمِنْبَرِ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَيُّ النَّاسِ خَيْرٌ؟ فَقَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: " خَيْرُ النَّاسِ أَقْرَؤُهُمْ وَأَتْقَاهُمْ وَآمَرُهُمْ بِالْمَعْرُوفِ، وَأَنْهَاهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ، وَأَوْصَلُهُمْ لِلرَّحِمِ[2]"

درہ بنت ابی لھب سے روایت ہے اس نے کہا: " ایک آدمی اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف آیا جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر تھے۔ اس کہا: " لوگوں میں سے بہترین کون ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: " لوگوں میں سے بہترین وہ شخص ہے جو ان میں سب سے زیادہ قرآن پڑھنے والا، ان میں سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا، ان میں سب سے زیادہ نیکی کا حکم دینے والا، ان میں سب سے زیادہ برائی سے روکنے والا اور ان میں سب سے زیادہ صلہ رحمی کرنے والا ہے۔

محموم دل والا اور سچی زبان والا شخص بہترین ہے

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ، قَالَ: قُلْنَا: يَا نَبِيَّ اللّٰهِ مَنْ خَيْرُ النَّاسِ؟، قَالَ: " ذُو الْقَلْبِ الْمَحْمُومِ، وَاللِّسَانِ الصَّادِقِ " قَالَ: قُلْنَا

[1]أبو عبد الله أحمد بن محمد بن حنبل بن هلال بن أسد الشيبانی (المتوفى: 241هـ): مسند الإمام أحمد بن حنبل، لد17، صفحہ 421- [2] أبو عبد الله أحمد بن محمد بن حنبل بن هلال بن أسد الشيبانی (المتوفى: 241هـ): مسند الإمام أحمد بن حنبل، لد34، صفحہ 142-المصدر السابق، لد34، صفحہ 142- خير الناس من طال عمره وحسن عمله " عن أبی هريرة، سلف برقم (7212) ، وعن أبی بكرة، سيأتي 40/5.

قَدْ عَرَفْنَا اللِّسَانَ الصَّادِقَ فَمَا الْقَلْبُ الْمَحْمُومُ؟ قَالَ: " التَّقِيُّ النَّقِيُّ الَّذِي لَا إِثْمَ فِيهِ، وَلَا بَغْيَ، وَلَا حَسَدَ "، ۔۔۔[1]

عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم نے کہا: "اے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں میں سے بہترین کون ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: " محموم دل والا، سچی زبان والا، ہم نے کہا: " ہمیں سچی زبان والے کا تو پتہ ہے، یہ محموم قلب والا کون ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: " صاف ستھرا دل جس میں کوئی گناہ نا ہو، کوئی زیادتی نا ہو، کوئی حسد نا ہو،۔۔۔[2]

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں ایک اچھا اور کامل اپنا پسندیدہ اور رحم دل مسلمان بنائے (آمین)

[1]أبو عبد الله أحمد بن محمد بن حنبل بن هلال بن أسد الشيبانی (المتوفى: 241هـ): مسند الإمام أحمد بن حنبل، لد34، صفحہ 479 [2] أبو عبد الله أحمد بن محمد بن حنبل بن هلال بن أسد الشيبانی (المتوفى: 241هـ): مسند الإمام أحمد بن حنبل، لد45، صفحہ 421

ا : تصویر سازی کا ارتکاب

اسلام کی نظر تصویر سازی محض قبیح اور گھناؤنا جرم نہیں بلکہ حرام اور لعنت وغضب الٰہی کا باعث ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا'': إن أشد الناس عذاباً عند اللّٰه يوم القيمة المصورون''[1]''

بے شک روزِ قیامت اللہ تعالیٰ کے ہاں سب سے دردناک عذاب تصویر بنانے والوں کو دیا جائے گا''۔

[1] صحیح بخاری: کتاب اللباس، باب عذاب المصورین یوم القیامۃ

اور فلمیں بھی جانداروں کی تصویر سے خالی نہیں ہوتیں اور یہی ظلم اور ناپاک جسارت مذکورہ فلموں میں بھی کی جاتی ہے حتیٰ کہ پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے پاکیزہ دور اور مقدس شخصیات کو ایسے ذرائع سے پیش کیا گیا ہے جو خالصتاً معاصی کے لیے استعمال ہوتے ہیں، اور جن کا ناجائز ہونا بیسیوں احادیث سے ثابت ہے، حالانکہ انبیاء علیہم السلام اور صحابہ رضی اللہ عنہم کی تصاویر بنانا ان پر کذب وافتراء کے زمرے میں آتا ہے۔

۲ : ان تاریخی ڈراموں اور فلموں میں حقائق کو مسخ کرکے پیش کیا جاتا ہے

مثلاً: ایک واقعہ میں اسماعیل علیہ السلام کی جگہ سیدنا اسحاق علیہ السلام کو ذبیح (قربان ہونے والا) دکھایا گیا ہے، جو کہ یہودی نقالی ہے۔ نیز واقعے کو ڈرامائی انداز دینے کیلئے بہت سی غلط باتیں انبیاء علیہم السلام ان تاریخی شخصیات، مجاہدین علماء کرام کی جانب منسوب کردی جاتی ہیں حتیکہ مقبولیت پانے اور جاذبیت پیدا کرنے کیلئے مبالغہ آرائی، دھوکہ دہی سے کام لیا جاتا ہے۔ اور باوقار شخصیات کے کردار میں عشق ومحبت کی داستانیں جوڑ کر چاشنی پیدا کی جاتی ہے۔

جس سے وہ مجاہدین اور پاکیزہ ہستیاں کوسوں دور ہوتی ہیں ۔

۳ : محترم شخصیات کو غیر شرعی ہیئت اور لباس میں پیش کرنا

اس میں علمی وتاریخی شخصیات اور مجاہدین کی ہیئت ولباس کے اعتبار سے انتہائی بدترین تصور پیش کیا جاتا ہے جس میں لباس وشکل وصورت عین اسلامی تعلیمات کے منافی ہوتی ہے۔ اس پر مستزاد ان کے اہل خانہ وبیگمات کو عصر حاضر کے بے ہودہ لباس اور ہیئت میں فلمایا جاتا ہے۔

۴ : مرد اور عورت کے درمیان اختلاط

ان ڈراموں اور فلموں میں مرد اور عورت کے اختلاط کو نمایاں کیا جاتا ہے جس میں یہ تاثر دینے کی کوشش کی جاتی ہے کہ یہی اسلامی تعلیمات ہیں اور صحابہ ودیگر بزرگ ہستیاں ایسے ہی ماحول میں زندگی بسر کیا کرتی تھیں !! حاشا وکلاوہ برگزیدہ ہستیاں ایسی زندگی کیسے گزار سکتی ہیں جبکہ باری جل وعلا کا فرمان ہے۔

[وَإِذَا سَأَلْتُمُوهُنَّ مَتَاعًا فَسْـَٔلُوهُنَّ مِن وَرَآءِ حِجَابٍ ذَٰلِكُمْ أَطْهَرُ لِقُلُوبِكُمْ وَقُلُوبِهِنَّ وَمَا كَانَ لَكُمْ أَن تُؤْذُوا رَسُولَ اللَّهِ] [الأحزاب 53]

ترجمہ: ''جب تمہیں ازواج نبی سے کوئی چیز مانگنا ہو تو پردہ کے پیچھے رہ کر مانگو۔ یہ بات تمہارے دلوں کے لئے بھی پاکیزہ تر ہے اور ان کے دلوں کے لئے بھی۔

تمہارے لئے یہ جائز نہیں کہ تم اللہ کے رسول کو ایذا دو''۔ علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں '':

أي وكما نهيتكم عن الدخول عليهن كذلك لا تنظروا إليهن بالكلية ولو كان لأحدكم حاجة يريد تناولها منهن فلا ينظر إليهن ولا يسألهن حاجة إلا من وراء حجاب

"یعنی :" اللہ تعالیٰ یہاں یہ ارشاد فرمارہے ہیں کہ جیسا کہ میں نے تمہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں جانے سے منع کیا ہے اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیگمات کی طرف دیکھو بھی مت اور اگر کسی کو ان سے ضرورت کی چیز لینی ہو تو وہ ان کی طرف دیکھے بغیر پردہ کے پیچھے سے ان سے چیز طلب کرے"۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو اختلاط سے بچانے کیلئے نماز کے مقدس فریضے کی ادائیگی کیلئے آنے والی عورتوں کیلئے دروازہ الگ سے مخصوص کر رکھا تھا۔ سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ "کیوں نہ ہم یہ دوازرہ خواتین کیلئے چھوڑ دیں ۔

" نافع فرماتے ہیں جب ابن عمر رضی اللہ عنہ نے یہ سنا تو اس کے بعد اپنی وفات تک اس دروازے سے داخل نہیں ہوئے ۔(کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ دروازہ خواتین کیلئے مخصوص کر دیا تھا) "۔[1]

اختلاط کی حرمت پر یہ شرعی تعلیمات ہیں۔ جبکہ ان فلموں ڈراموں میں پاکیزہ ہستیوں کے اہل خانہ کی اداکاری کر کے تمام دنیا کو بتایا جاتا ہے کہ یہ انداز تھا ان برگزیدہ ہستیوں کی گھر والیوں اور ان کی ماؤں بہنوں کا۔ الحفیظ والامان۔

---

[1] سنن ابی داؤد، کتاب الصلاۃ، باب التشدید فی ذلک

۴ : تقدس کا ختم ہو جانا

انبیاء کرام علیہم السلام کے نفوسِ قدسیہ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ذواتِ مطہرہ جس تکریم اور عظمت کی حامل ہیں، اس کا تقاضا یہ ہے کہ ان مبارک شخصیات کی زندگی کے حالات کو پورے ادب واحترام کے ساتھ پڑھا، سنا اور عملی طور پر اپنایا جائے، اس کے برعکس ان فلموں میں پیشہ ور عام گنہگار انسانوں اور بہروپیوں کو ان مقدس شخصیات کی شکل میں پیش کر کے ان سے مصنوعی نقالی کرائی جاتی ہے، پھر ان مقدس شخصیات کا روپ دھارنے والے بہروپیوں کو عامیانہ لہجے میں پکارا جاتا ہے، ان کے مخالفین کا کردار ادا کرنے والے ایکٹروں کی طرف سے ان پر دشنام طرازی کی جاتی ہے، انہیں مجنون، شاعر، ساحر، کاہن اور قصہ گو وغیرہ کے الفاظ سے مخاطب کیا جاتا ہے، فلمی ایکٹرز کی شکل وصورت بھی توہین آمیز ہوتی ہے مثلاً: خشخشی داڑھی اور کلین شیو وغیرہ، تو یہ تمام تر امور ان مقدس شخصیات کی تنقیص وتوہین کے ساتھ ساتھ ان کی پیغمبرانہ، صحابیانہ اور بزرگانہ قدر وقیمت کے منافی امور ہیں، غیرت اور حمیتِ ایمانی کے خلاف ہے، کفر کی ترجمانی ہے اور بالآخر نتیجہ کفر ہی نکلتا ہے۔[1]

۵ : میوزک کا استعمال

برگزیدہ شخصیات پر بنے ڈراموں اور فلموں میں بیک گراؤنڈ میوزک کا استعمال کثرت سے ہوتا ہے جبکہ اسلام میوزک وآلات لہو کی حرمت کا قائل ہے۔ فرمان باری تعالیٰ ہے: (وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْتَرِيْ لَهْوَ الْحَدِيْثِ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ ڰ وَّيَتَّخِذَهَا هُزُوًا ۭ اُولٰۗىِٕكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ Č○)

ترجمہ : "اور بعض لوگ ایسے بھی ہیں جو لغو باتوں کو مول لیتے ہیں کہ بے علمی کے ساتھ لوگوں کو اللہ کی راہ سے بہکائیں اور اسے ہنسی بنائیں یہی وہ لوگ ہیں جن کے لئے رسوا کرنے والا عذاب ہے"۔ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ قسم اٹھا کر فرمایا کرتے تھے" اللہ کی قسم! (لھو الحدیث سے

[1] فتویٰ صادر از جامعہ فاروقیہ

مراد) گانا بجانا ہے"۔[1]

تفسیر احسن البیان میں مذکورہ آیت کی تفسیر میں جو تفصیل درج ہے وہ ملاحظہ فرمائیں": اہل سعادت جو کتاب الٰہی سے راہ یاب اور اس کے سماع سے فیض یاب ہوتے ہیں، ان کے ذکر کے بعد اہل شقاوت کا بیان ہو رہا ہے۔

جو کلام الہی کے سننے سے تو اعراض کرتے ہیں۔ البتہ ساز و موسیقی، نغمہ و سرود اور گانے وغیرہ خوب شوق سے سنتے اور ان میں دلچسپی لیتے ہیں۔ خریدنے سے مراد یہی ہے کہ آلات طرب شوق سے اپنے گھروں میں لاتے اور پھر ان سے لذت اندوز ہوتے ہیں۔ لغوالحدیث سے مراد گانا بجانا، اس کا ساز و سامان اور آلات، ساز و موسیقی اور ہر وہ چیز ہے جو انسانوں کو خیر اور معروف سے غافل کر دے۔ اس میں قصے کہانیاں، افسانے ڈرامے، اور جنسی اور سنسنی خیز لٹریچر، رسالے اور بے حیائی کے پرچار اخبارات سب ہی آجاتے ہیں اور جدید ترین ایجادات ریڈیو، ٹی وی، وی سی آر، ویڈیو فلمیں وغیرہ بھی۔

عہد رسالت میں بعض لوگوں نے گانے بجانے والی لونڈیاں بھی اسی مقصد کے لیے خریدی تھیں کہ وہ لوگوں کا دل گانے سنا کر بہلاتی رہیں تاکہ قرآن واسلام سے وہ دور رہیں۔

اس اعتبار سے اس میں گلوکارائیں بھی آجاتی ہیں جو آج کل فن کار، فلمی ستارہ اور ثقافتی سفیر اور پتہ نہیں کیسے کیسے مہذب خوش نما اور دل فریب ناموں سے پکاری جاتی ہیں۔

ان تمام چیزوں سے یقینا انسان اللہ کے راستے سے گمراہ ہو جاتے ہیں اور دین کو مذاق کا نشانہ بھی بناتے ہیں۔

ان کی سرپرستی اور حوصلہ افزائی کرنے والے ارباب حکومت، ادارے، اخبارات کے مالکان، اہل قلم اور فیچر نگار بھی اس عذاب کے مستحق ہوں گے۔

الغرض حرمت موسیقی پر بے شمار دلائل موجود ہیں۔ ان نیک صفت شخصیات کی سیرت کو فلماتے ہوئے بیگ گراؤنڈ پر اس حرام فعل موسیقی کا تڑکا یقینا کسی اور ہی مقصد کی جانب اشارہ کرتا ہے۔ فلم سازی چونکہ اہل کفر کا شیوہ ہے اس لئے اسلامی نام سے فلمیں ، ڈرامے بنا کر ان میں محرمات کی

: [1] تفسیر ابن کثیر، تفسیر سورہ لقمان آیت ۵

آمیزش کر کے غیر محسوس طریقے سے ذہن سازی کی جاتی ہے کہ یہ چیزیں حرام نہیں ، لہٰذا لوگ موسیقی سے لطف اندوز ہونا جرم نہیں سمجھتے۔ شیطان کی چالیں بڑی خطرناک ہیں اللہ تعالیٰ ہم سب کو محفوظ رکھے۔

٦ : بے پردگی اور جاہلی زیب وسنگار کی بھرمار

اسلام حیاء وعفت، نظر کی حفاظت اور پردہ اختیار کرنے کا حکم دیتا ہے۔ لیکن اسلام کا نام لیکر بننے والی یہ فلمیں اس اصول کو روندڈالتی ہیں۔ بے پردگی عام ہوتی ہے، غیر محرم مردوں سے میل جول عام ہوتا ہے۔ یہ سب اسلامی اقدار کے خلاف امور ہیں ۔

۷ : محرمات کی ترویج

ان ڈراموں میں رقص، گانا بجانا، شراب نوشی لونڈیوں کے گانے بجانے کی خوب تشہیر اس دعویٰ کی بنیاد پر کی جاتی ہے کہ یہ اس وقت کے فساق وفجار لوگوں کی محافل ہیں جنہیں محض فلمایا گیاہے ان میں شراب کی ترغیب موجود نہیں لیکن دیکھنے والے اور اس کردار میں حصہ لینے والے یقیناً اس سے بھی لطف اندوز ہوتے ہیں اور اسے کوئی گناہ بھی نہیں سمجھتے

۔۸: صحابہ کرام کی تحقیر

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی اداکاری حقیر انداز میں کی جاتی ہے اور کبھی کبھار ان کا کردار ایک فاسق وفاجر شخص کر رہا ہوتاہے۔

۹: کفریہ اعمال کی ادائیگی

اس میں کافر شخص کی اداکاری بھی کی جاتی ہے جو صلیب اٹھائے، بت کو سجدہ کرتے دکھایا جاتاہے یا کوئی کافر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یا اسلام کو گالی دے رہا ہوتا ہے ایسا سب کرنا ان افعال کا بجالانا یہ تمام اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر اور دین سے مرتد ہونے کے افعال واعمال ہیں ۔

۱۰ : ڈرامائی انداز میں اسلامی شعائر کا مذاق

اسلام کسی طرح بھی یہ اجازت نہیں دیتاہے کہ کوئی انسان کسی کی نقالی میں محض فرضی کردار ادا کرنے کے نام پر شراب پئے، کفریہ کردار ادا کرے، یا غیر محرمات سے تعلق قائم کرے۔

۱۱ : مسلمانوں کے اوقات ومال کا ضیاع

گذشتہ تمام مکرہ ومحرم اعمال پر مشتمل یہ ڈرامے اور فلمیں مسلمانوں کے محض ضیاعِ وقت کے علاوہ کچھ بھی نہیں ، ان سے وہ خیر سیکھنے کے بجائے شر کا درس لے رہے ہوتے ہیں ۔

جن میں غیر محرم عورتوں سے تعلق قائم کرنا، بوس وکنار، شراب نوشی، موسیقی کی دھنوں سے لطف اندوزی، تاریخ کو توڑ مروڑ کر پیش کرنا اور دیگر قبیح قسم کے افعال لوگ سیکھتے ہیں۔

۱۲ : مبارک اوقات کا ضیاع

بالعموم مشاہدہ کیا گیاہے کہ اس طرح کے اسلام کے نام پر بننے والے ڈرامے اور فلمیں عالم عرب میں بالخصوص اور دیگر عالم انسانی میں بالعموم رمضان کی بابرکت راتوں کو دکھائے جاتے ہیں ، جس سے لوگ قرآن، قیام، اور اعتکاف چھوڑ کر لوگ یہ ڈرامے دیکھنے میں مگن ہو جاتے ہیں اور اپنے تئیں یہ سمجھ رہے ہوتے ہیں کہ ہم نیکی کا کام کر رہے ہوتے ہیں ۔

جبکہ رمضان کے اوقات ایک مسلمان کیلئے بہت بڑی غنیمت کے اوقات ہوتے ہیں جن میں نوافل، تہجد، قرآن مجید کی تلاوت، راتوں کا قیام، اعتکاف، ذکر واذکار کا اہتمام کرنے کا حکم ہے۔
اور اس کی فضیلت اتنی زیادہ ہے کہ انسان کے تمام گناہ دھل جاتے ہیں ، مغفرت کا مستحق ٹہر جاتا ہے جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: " جو شخص رمضان میں ایمان اور ثواب کا کام سمجھ کر قیام کرے تو اس کے اگلے گناہ معاف کردیئے جائیں گے "۔اور ایک روایت میں ہے: "اور جو شخص (شب) قدر کی رات میں کھڑا ہو یعنی عبادت کرے ثواب اور ایمان کے ساتھ تو اس کے اگلے گناہ معاف کردیئے جائیں گے۔[1]"

۱۳ : عقیدہ ختم نبوت کا متاثر ہونا۔...

عقیدہ ختمِ نبوت اسلام کے بنیادی اور اساسی قواعد میں سے ہے،اس کے بغیر ایمان شرعاً غیر

[1] صحیح بخاری

معتبر ہے، جبکہ مذکورہ فلموں میں غیر نبی کو نبی بنا کر دکھایا جاتا ہے، جو کہ ایک لحاظ سے غیر نبی کا دعوی نبوت ہے، حالانکہ یہ بدیہی البطلان ہے اور اس کے بطلان پر قرآن وحدیث کے صریح نصوص دال ہیں، خواہ یہ دعوی نبوت مرزا قادیانی) لعنۃ اللہ علیہ وعلی أتباعہ (کے دعوی کی طرح کا ہو، یا مذکورہ فلموں کی شکل میں تمثیلی اور تصویری نبی ہونے کا ہو، لہٰذا اہل اسلام سے درخواست ہے کہ قادیانی دعوائے نبوت کے دعویداروں کی طرح اس تمثیلی نبوت کے دعویداروں کا سدِ باب کر کے اسلامی فریضہ انجام دیں۔

خلاصہ بحث

سابقہ بحث کے بعد ہم اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ انبیاء کرام علیہم السلام، صحابہ کرام رضوان اللہ تعالی علیہم اجمعین اور دیگر بلند پایہ بزرگ ہستیوں کی حیاتِ طیبہ کے حالات وواقعات کی تصویری فلم بنانا اور پھر میڈیا کے ذریعے ٹی وی اور انٹرنیٹ وغیرہ پر پیش کرنا اسلام اور مسلمانوں کا بدترین مذاق اڑانے کے مترادف ہے، ایسی فلمیں بنانا، دیکھنا اور دکھانا ناجائز اور حرام ہے، بلکہ ایمان کا سلامت رہنا بھی دشوار ہے۔
لہٰذا کسی مسلمان کیلئے لائق نہیں کہ وہ فرضی طور پر کسی نبی یا صحابی کی ایکٹنگ کرے ،ایسا کرنے والا اسلام اور مسلمانوں کا مجرم ہے۔ نیز ان فلموں یا ڈراموں میں کسی شکل میں بھی حصہ ڈالنا اسپانسر کرنا، دیکھنا، اپنے پاس رکھنا، سوشل میڈیا کے ذریعے اس کے کلپس شیئر کرنا، ان کی سی ڈیز فروخت کرنا الغرض کسی بھی نوعیت کا اس میں تعاون اور شراکت جائز نہیں بصورت دیگر ہم اللہ تعالیٰ کے ہاں مجرم ٹھہریں گے اور ہم سے اس بارے میں بازپرس ہوگی۔اللہ تعالیٰ ہمیں ہدایت نصیب فرمائے اور حق پر قائم ودائم رکھے۔ وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب اللعالمین

اخوکم فی اللہ ابو منقاداللہ بن الحاج خان بادشاہ حفظہ اللہ حالًا شریف آباد باجور پاکستان

مؤلف کے دیگر تالیفات

(1) کتاب الحجامة پښتو .... مطبوع
(2) حوارات المسلم عربی .... مطبوع
(3) حوارات النسوة عربی .... مطبوع
(4) حوارات ابناء الاسلام .... غیر مطبوع
(5) حوارات بنات الاسلام عربی .... غیر مطبوع
(6) حدیقة المسلم عربی .... غیر مطبوع
(7) حدیقة النسوة عربی .... غیر مطبوع
(8) تذکرة بیاد شیخ اردو .... مطبوع
(9) اتحاد الامة پښتو .... مطبوع
(10) معارف الاحوال لاصلاح عمل الاطفال پښتو .... مطبوع
(11) اسان اصول فقه پښتو .... غیر مطبوع
(12) لغة الاطفال عربی .... مطبوع
(13) میزان الصرف عربی .... مطبوع
(14) صرف بهائی عربی .... غیر مطبوع
(15) مه غمژن کیګه .... غیر مطبوع
(16) اسلامی نغمے پښتو .... غیر مطبوع
(17) دعوت الی الله .... غیر مطبوع
(18) روضة الاطفال .... مطبوع
(19) پښتو ترجمه اسان مونځ .... مطبوع
(20) ماحکم المیراث فی الاسلام .... مطبوع
(21) اَلْمُكَالَمَةُ بَيْنَ يَدَيكَ .... غیر مطبوع
(22) اسانه طریقه دقرآن مجید دحفظ .... مطبوع
(23) علم القرآن .... غیر مطبوع
(24) اهل القرآن ورجال القرآن .... غیر مطبوع
(25) پرسکون گھرانه اورحقوق نسواں .... غیر مطبوع
(26) المکالمه بین النساء .... غیر مطبوع
(27) ثلویښت دعاګانی اوثلویښت حدیثونه .... مطبوع

(28) عظمت قرآن بزبان قرآن-------------...- **غیر مطبوع**
(29) الجرح والتعدیل وظوابط الت حقیق والتخریج -..--غیر مطبوع
(30) اصول الحدیث فی حدیث الرسول -----..-**غیر مطبوع**
(31) توحید باری تعالیٰ سے متعلقہ شکوک وشبہات کاازالہ..-غیر مطبوع
(32) پښتو ترجمہ رہنمائے اساتذہ مطالعۂ قرآنِ حکیم... **غیر مطبوع**
(33) پښتو ترجمہ مطالعۂ قرآنِ حکیم جلد اول -----**غیر مطبوع**
(34) پښتو ترجمہ مطالعۂ قرآنِ حکیم جلد دویم ---**غیر مطبوع**
(35) پښتو ترجمہ خیرالاصول فی حدیث الرسول -----**مطبوع**
(36) فتنوں مؤمن کا کردار---------------**غیر مطبوع**
(37) نورالقرآن --------------------.-**غیر مطبوع**

فہرس الکتاب

1	انتساب---ہدیہ تشکر	2
2	مقدمہ	3

3	فتنوں میں مومن کا کردار.	4
4	فتنوں کے دور میں مسلمان کا کردار اہم عناصرِ خطبہ	
5	رشوت	22
6	فتنہ کی علامتیں	42
7	فتنوں کے دور میں بہترین شخص	63

66	پہلی فصل	8
66	آزمائشوں سے گناہوں کی معافی	9
67	**ابراہیم علیہ السلام کی آزمائشیں اور ان کا صلہ**	10

69	**مصائب دنیا سے نجات**	11
71	اہل ایمان کی آزمائش کا عظیم واقعہ	12
73	فتنہ -**تصویروں کا عصر حاضر میں**	13
76	دنیا کے فتنہ سے پناہ مانگنا	14
77	**پیشین گوئیاں:۔۔۔۔۔ سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ کا اہتمام۔۔۔۔ فتنوں کا دور:۔۔۔:**	15
78	**فتنوں کا نشانہ.... فتنوں سے اجتناب:۔۔ فتنوں کے اسباب:۔۔۔۔**	16
79	**فتنوں کا پھیلاؤ .... خطرناک فتنے۔۔۔۔**	17

80	**فتنوں کی حکمتیں**	18
81	**فتنوں کا سیلاب:** فتنوں سے تحفظ کے ذرائع......تدبرِ قرآن....:	19
82	اطاعتِ الٰہی.... اتباعِ رسول... رجوع الی اللہ......	20
83	تزکیۂ نفس.... صبر و تقویٰ...: اخلاص و للّٰہیت	21
84	**ماہِ رمضان کی آمد آمد:**	22

23	پردہ، نقاب اور فیشن	86
24	فتنوں کے دوران بہترین شخص......لوگوں میں سب سے اچھا کون؟..... فتنوں کے دور میں بہترین شخص	91

25	(جو دور جاھلیت میں ان میں سے بہترین تھے وہ اسلام میں بھی بہترین ہیں)	90
26	بہترین شخص کے اوصاف حسنہ..... محموم دل والا اور سچی زبان والا شخص بہترین ہے	94
27	تصویر سازی کا ارتکاب...ان تاریخی ڈراموں اور فلموں میں حقائق کو مسخ کر کے کر پیش کیا جاتا ہے	96
28	محترم شخصیات کو غیر شرعی ہیئت اور لباس میں پیش کرنا.... مرد اور عورت کے درمیان اختلاط	97
29	تقدس کا ختم ہو جانا..... تقدس کا ختم ہو جانا	96
30	بے پردگی اور جاہلی زیب وسنگار کی بھرمار... محرمات کی ترویج... صحابہ کرام کی تحقیر... کفریہ اعمال کی ادائیگی	97
31	ڈرامائی انداز میں اسلامی شعائر کا مذاق... مسلمانوں کے اوقات ومال کا ضیاع... مبارک اوقات کا ضیاع	98
32	عقیدہ ختم نبوت کا متاثر ہونا..... خلاصہ بحث	99